لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

رحمۃ للعالمین

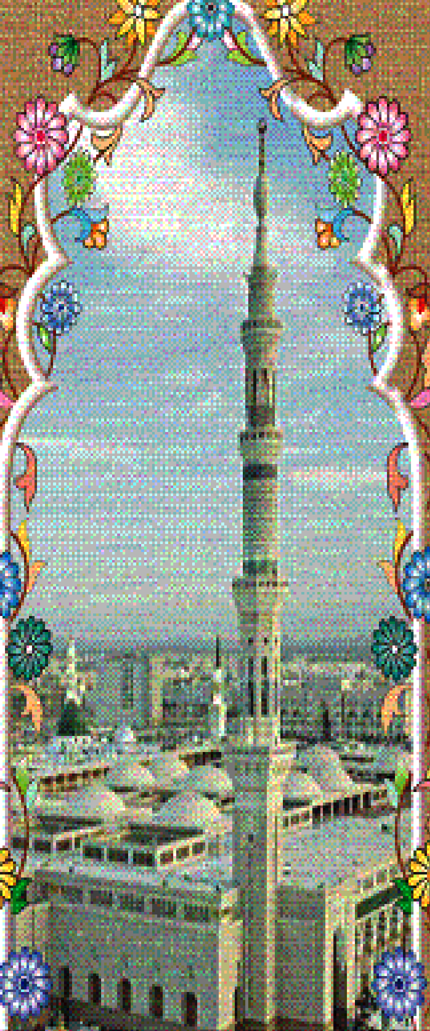

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ

تخریج وتعلیق

میاں طاہر

مرکز الحرمین الاسلامی

رحمۃ للعالمین
قاضی محمد سلیمان سلمان
منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ

إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

رحمۃ للعالمین

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ

تخریج وتعلیق

میاں طاہر

مرکز الحرمین الاسلامی

جلد اوّل

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق "الحرمین" محفوظ ہیں۔

ناشر — میاں طاہر

اہتمام — محمد جاوید ناصر

طابع — ایم انور جاوید

تزئین — حاجی خالد وقاص

الحرمین ایڈیشن — رمضان المبارک/اکتوبر 2007ء

کمپوزنگ — مرکز الحرمین الاسلامی

کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کیلیے سرگرم عمل

مرکز الحرمین الاسلامی

مین ستیانہ روڈ، فیصل آباد، پاکستان

MARKAZ
Al-Hrmain-ul-Islmai
GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777

یہ کتاب تبلیغی مقاصد کے لیے لاگت سے انتہائی کم قیمت پر تقسیم کی جا رہی ہے

فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد اوّل

مضامین	صفحہ نمبر
کلمۃ الحرمین	37
قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ	41
مقدمہ	59
عرب کا محل وقوع	62
عرب کی سرزمین	62
عرب کی سیاسی حالت	62
عرب کی اخلاقی حالت	62
عرب کی مذہبی حالت	63
عرب کا کرۂ ارض کے وسط میں وقوع	63
نبی ﷺ کے اعلیٰ کام	64
وحدت تعلیم	64
اسلام اور مختلف طبقات	64
مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں	65
مساوات ظاہری واخوت باطنی	65
دشمنوں کا دوست بن جانا	65
معجزات مادی ومعجزات علمی	66
سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیات اور زندگی کے گوناگوں حالات	66
آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان	67
''محمد ﷺ'' نام رکھا گیا قوم نے اس نام پر تعجب کیا	70
ایام رضاعت	70
والدہ مکرمہ کا انتقال	70
ابوطالب کی تربیت	71
بحیرہ راہب سے ملاقات	71
تجارت کا خیال	71
نکاح	72
قیام امن ونگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد	72
ملک کی طرف سے ''صادق'' و ''امین'' کا نام آنحضرت ﷺ کو ملنا	72
آنحضرت ﷺ کا تمام قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا	73
قرب زمانہ بعثت	75
غار حرا میں عبادتیں کرنا	75

مضامین	صفحہ نمبر
بعثت ونبوت	75
خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق پر	75
عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر	76
ابتداء نزول قرآن	76
نماز کا آغاز	77
تبلیغ کا آغاز	77
''سابقین الاولین'' کے مختصر نام	77
پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز	77
نبی ﷺ کی نبوت کے مقاصد	78
تبلیغ کے پنجگانہ مراتب	78
بعثت کے وقت عالم کی حالت	79
اپنے کنبہ میں تبلیغ	80
اپنے گھرانے میں آنحضرت ﷺ کی تقریر	80
پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو عام تبلیغ	80
تمثیلات نبوت ﷺ	81
تبلیغ میں آنحضرت ﷺ کی کوششیں	81
آپ ﷺ کے وعظ کی بڑی بڑی باتیں	81
منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت ﷺ کا تبلیغ فرمانا	81
قریش کی مخالفت	81
اسلام کے خلاف تدبیریں	82
اسلام لانے والوں پر قریش کے جور وستم	82
آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں	83
ایذاء رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں	84
مستہزئین کی جماعت	84
دشمنوں کا عجز آنحضرت ﷺ کی توصیف سے تعلیم نبوی ﷺ پر کفار کی شہادت	84
دشمنوں کے ریزولیشن آنحضرت ﷺ کے خلاف	85
ہجرت حبش	85
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت	85
قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا	85
دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر تقریر	85
امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	90
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	90
نبی ﷺ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے	91
ابوطالب کا انتقال	92

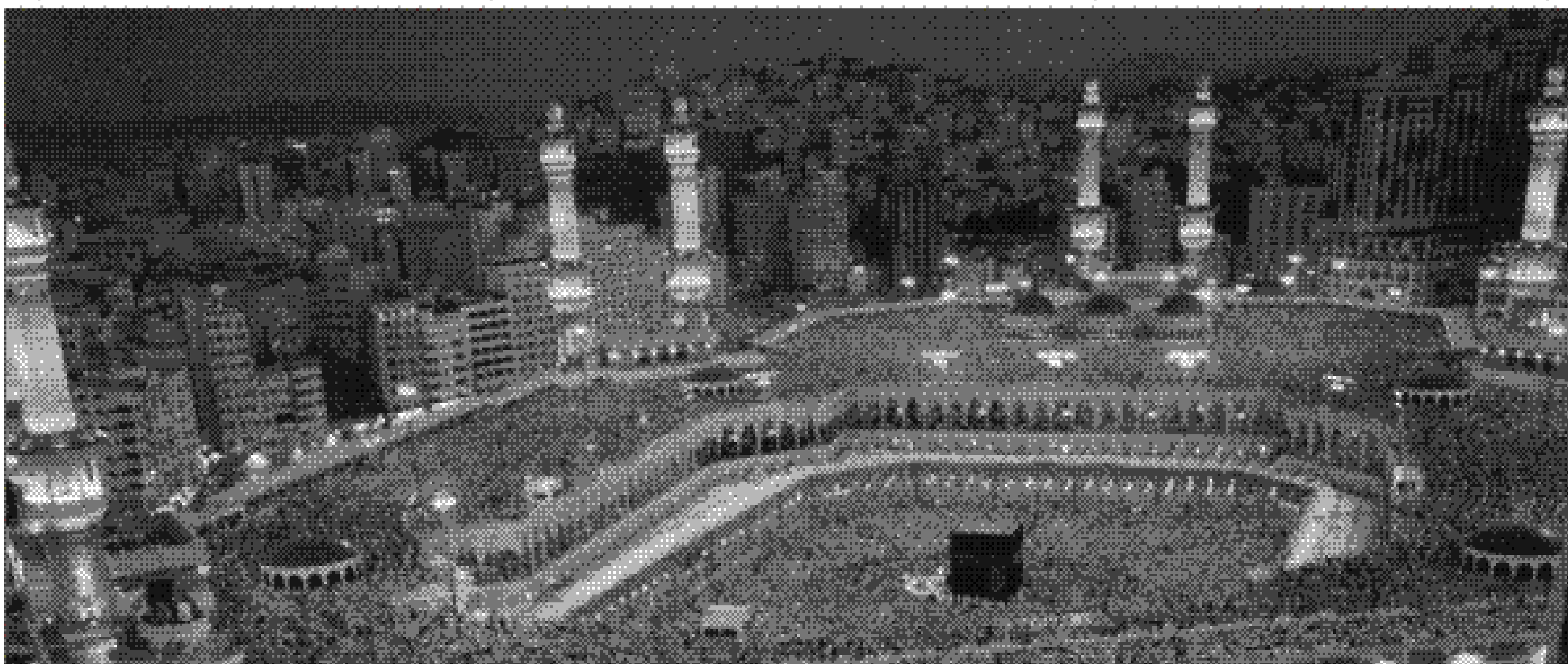

مضامین	صفحہ نمبر
خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال	92
نبی ﷺ کا تبلیغ کے لئے مختلف قبائل کی جانب سفر کرنا	92
مختلف مقامات پر نبی ﷺ کا تبلیغ کے لئے جانا	94
سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	94
سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا، ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ کا راہ یاب ہونا	95
ضماد ازدی رضی اللہ عنہ کی روئیداد قبول اسلام	95
معراج	96
طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	99
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	99
اسباب ہجرت	100
وہ نبی ﷺ	101
بیعت عقبہ اولیٰ	101
بیعت کی شرطیں	101
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	101
بیعت عقبہ ثانیہ	102
مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر اسید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	102
مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	103

مضامین	صفحہ نمبر
تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا	103
عقبہ ثانیہ پر آنحضرت ﷺ کا وعظ	103
نبی ﷺ کے بارہ نقیب	104
قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا	104
مسلمانوں کو ترک وطن کی اجازت مل گئی	105
ہجرت کی دشواریاں	105
ہجرت	107
آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لئے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس	107
نبی ﷺ کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق	108
انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر	108
ایک لڑکی کی قوت ایمانی	109
غار کا قیام	109
غار سے روانگی	109
خیمہ ام معبد پر آنحضرت ﷺ کا آرام وقیام	110
حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ بزبان ام معبد	111
نبوت کے تیرہ سال مکہ میں	112
سابقین واولین کی شان	112
اثناء راہ میں بریدہ رضی اللہ عنہ اور 70 اشخاص کا مسلمان ہونا	113

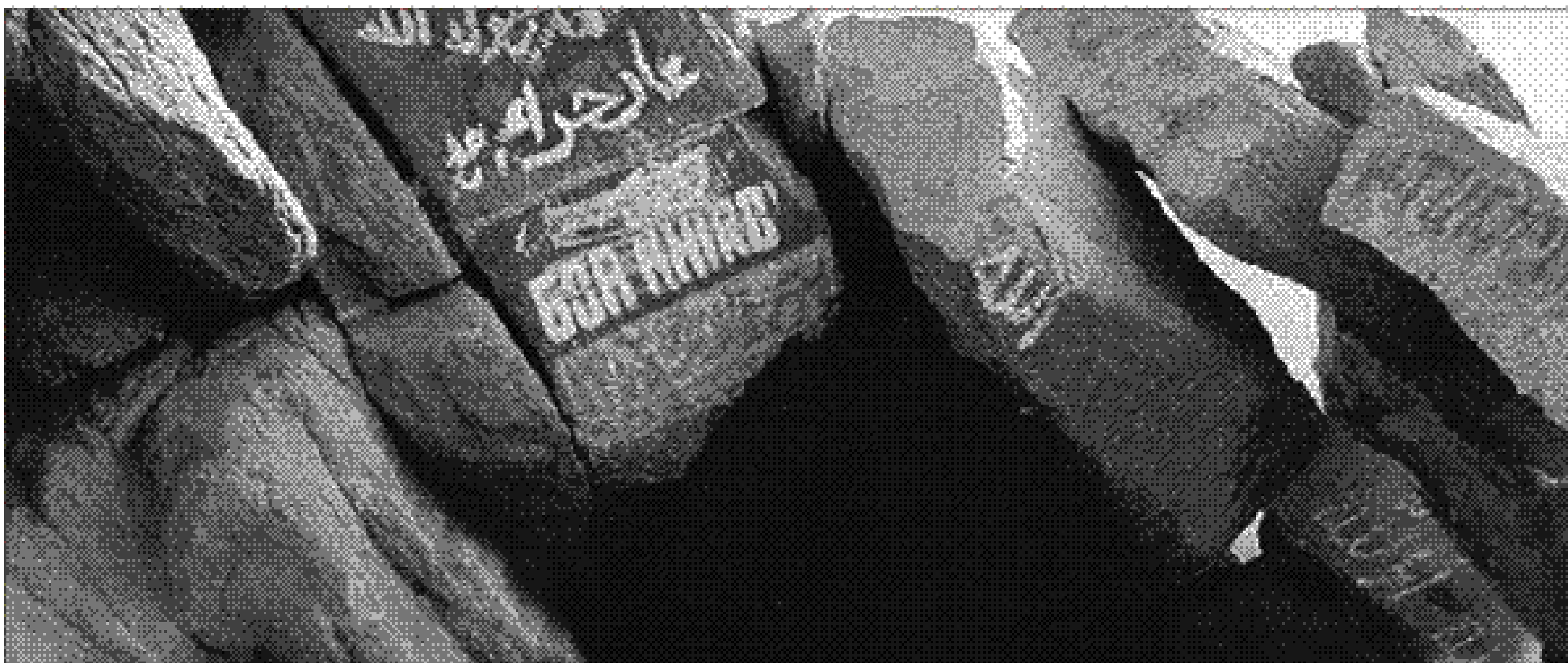

مضامین	صفحہ نمبر
قبا میں پہنچنا	113
خطبہ	114
مدینہ منورہ میں داخلہ	116
مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ	117
یہود مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے	118
عیسائیانِ مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے	118
فصل اوّل 1	
استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ	120
گردونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع	121
قریش نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا	121
مسلمانوں کیخلاف قریش کی پہلی سازش	122
دوسری سازش	122
قریش مکہ کی دھمکی	122
قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ	122
لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین	123
اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی	123
حکمِ جہاد کی ضرورت	123
اجازتِ جہاد کا پہلا حکم	124
پہلی وجہ	124
دوسری وجہ	124
تیسری وجہ	124
مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر	125
قریش کی تیسری سازش اور نبی ﷺ کے قتل کی تیاری	126
حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	126
قریش کا تیسرا حملہ، غزوہ سویق یا قرقرۃ الکدر	127
قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ اُحد	127
فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمات میدان جنگ میں	128
عورت کے دل میں شوہر کا درجہ	128
مائی صفیہ رضی اللہ عنہا کا استقلال	128
انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا جوش و جان نثاری	128
جان توڑتے وقت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پیغام بجانب اہل اسلام	129
عمارۃ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے کس مزے سے جان دی	129
ابو دجانہ، حنظلہ، علی مرتضیٰ، طلحہ رضی اللہ عنہم کی شجاعت و مردانگی	129
بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال	129
رحمۃ للعالمین ﷺ کا درگزر، معافی اور ظالموں کیلئے دعا	130
قریش کی چوتھی سازش اور دس واعظانِ اسلام کا مارا جانا	130
خبیب رضی اللہ عنہ و زید رضی اللہ عنہ قید میں	130

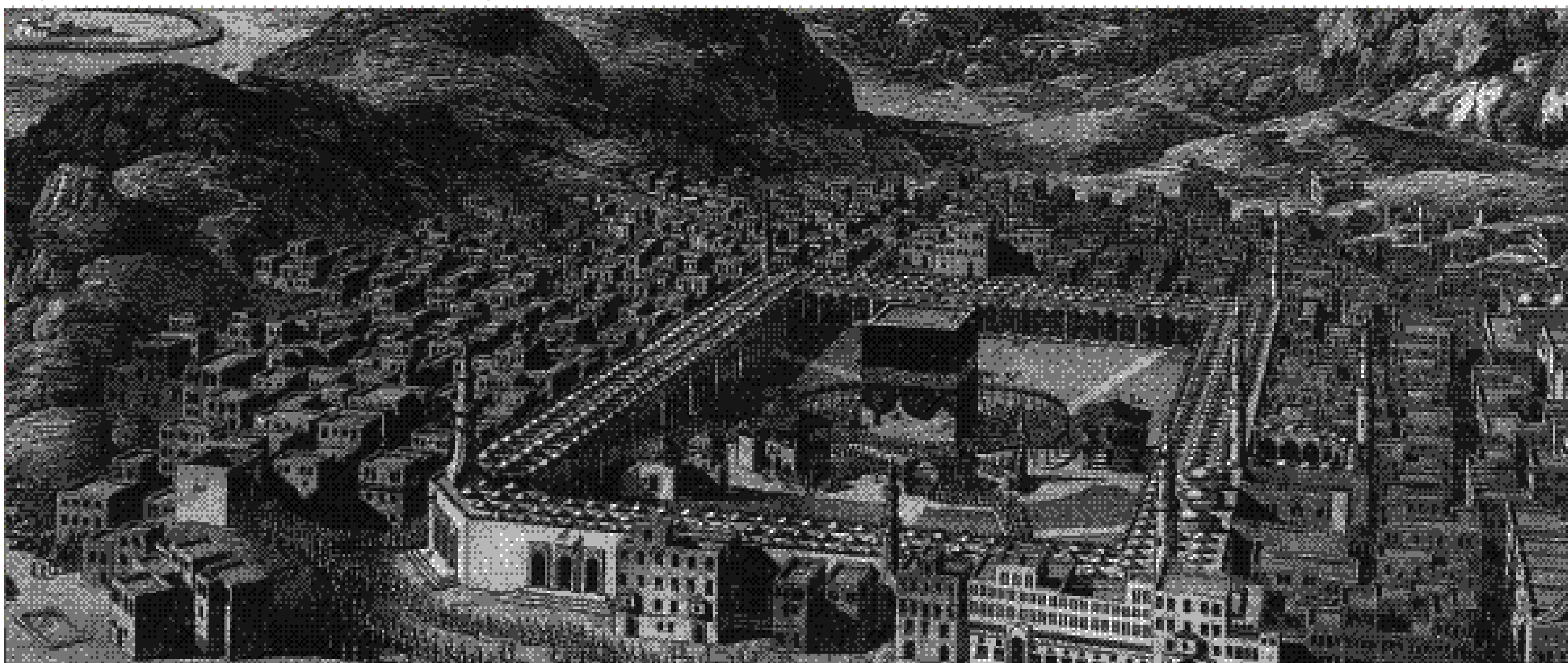

مضامین	صفحہ نمبر
مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں	130
جان اور محبت رسول ﷺ کا موازنہ	131
ایک اور سازش اور ستر (70) معلمین اسلام کا قتل کیا جانا	132
قاتل کا مقتول کے آخری کلمہ پر اسلام لانا	132
قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ	133
فوج کو ہدایت اور احکامِ رحم	135
حق بحقدار	137
فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے	137
اسلام لانے والوں سے بیعت اور اس کی شرائط	137
عورتوں سے مزید اقرار بیعت	138
عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ	138
فتح مکہ کے نتائج، اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات	140
ہوازن وثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حنین	142
بے نظیر فیاضی اور رحم	144
دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت	144
مخلصین کے اخلاص کا نمونہ	144

مضامین	صفحہ نمبر
فصل	
یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں	145
یہود کی پہلی شرارت بلوہ، قتل اور اخراج بنو قینقاع	145
یہود کی دوسری شرارت، نبی ﷺ کے قتل کی سازش یا جلاء بنو نضیر	145
یہود کی تیسری سازش، ملک کی عام بغاوت اور اس کا انجام "جنگ احزاب یا غزوہ خندق"	146
بنو قریظہ کا انجام	148
فصل	
عیسائیوں سے جنگ	149
داعیٔ اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ	149
جیش عسرت یا سفر تبوک	150
سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت	151
آپ ﷺ کا خطبہ	151
ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی وفات	154
مخلص عرب کی تدفین میں نبی ﷺ کا اسوہ	155
کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان سخت طریق سے	155

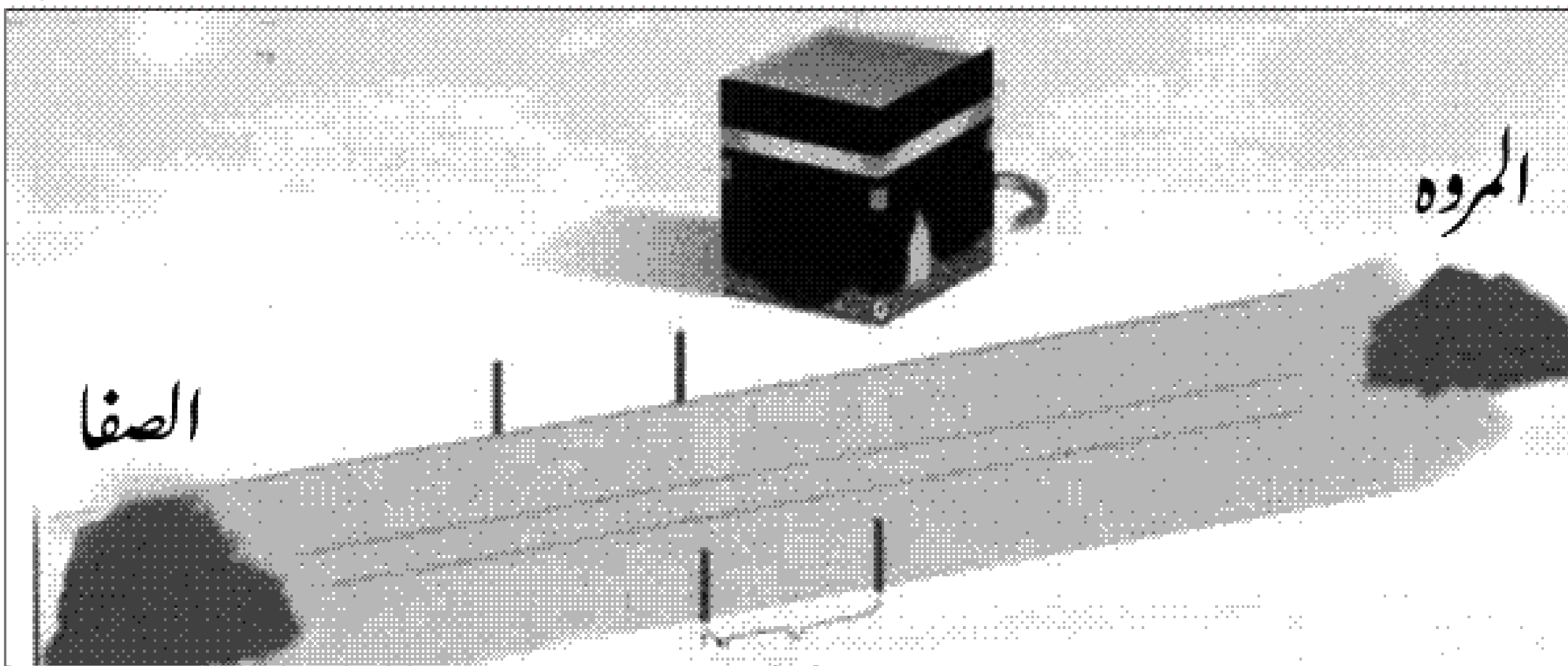

مضامین	صفحہ نمبر
کعب رضی اللہ عنہ کے پاس والی غسان کا خط	157
کعب رضی اللہ عنہ کا والی غسان کو جواب	157
خاتمہ حروب	158
لاثانی، فیاضی ورحمدلی	158
مذہب اسلام میں جبرواکراہ نہیں	158
اسیران جنگ	159
اسیران جنگ اوراسلام	159
باب 2	
مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کو...... دعوت اسلام	162
نبی ﷺ کا کل عالم کے لئے رسول ہونا	162
دعوت عامہ کی نظیر موجود نہ تھی	162
بادشاہ حبش کے نام	163
شاہِ بحرین کا اسلام	165
سفیر اسلام کی دربارِعمان میں گفتگو	165
بادشاہ عمان کا اسلام	167
گورنرانِ دمشق ویمامہ کا انکار	168
مبلغ اسلام کی دربارِ مصر میں تقریر	168
مقوقس کا جواب	168
ابوسفیان وہرقل کے مابین گفتگو	169
کسریٰ (شاہ فارس) کو تبلیغ	171
گورنر یمن کا دستہ آپ ﷺ کی گرفتاری کیلیے	171
قتل خسرو کی آپ ﷺ کا باعلامِ الٰہی خبر دینا	172
چندوالیان ملک کا مشرف باسلام ہونا	172
باب 3	
نبی ﷺ کے عہد میں اسلام کی اشاعت	173
وفد دوس	173
دعوت اسلام کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات	174
وفدِ صداء	174
بے خبروں کو اسلام سیکھنے کی بہت ضرورت ہے	174
وفد ثقیف کا حال	174
قوم کی عزت کا سبق	176
زنا حرام ہے	176
سود کا روپیہ لینا حرام ہے	177
شراب کا استعمال حرام ہے	177
وفد عبدالقیس کا حال	179

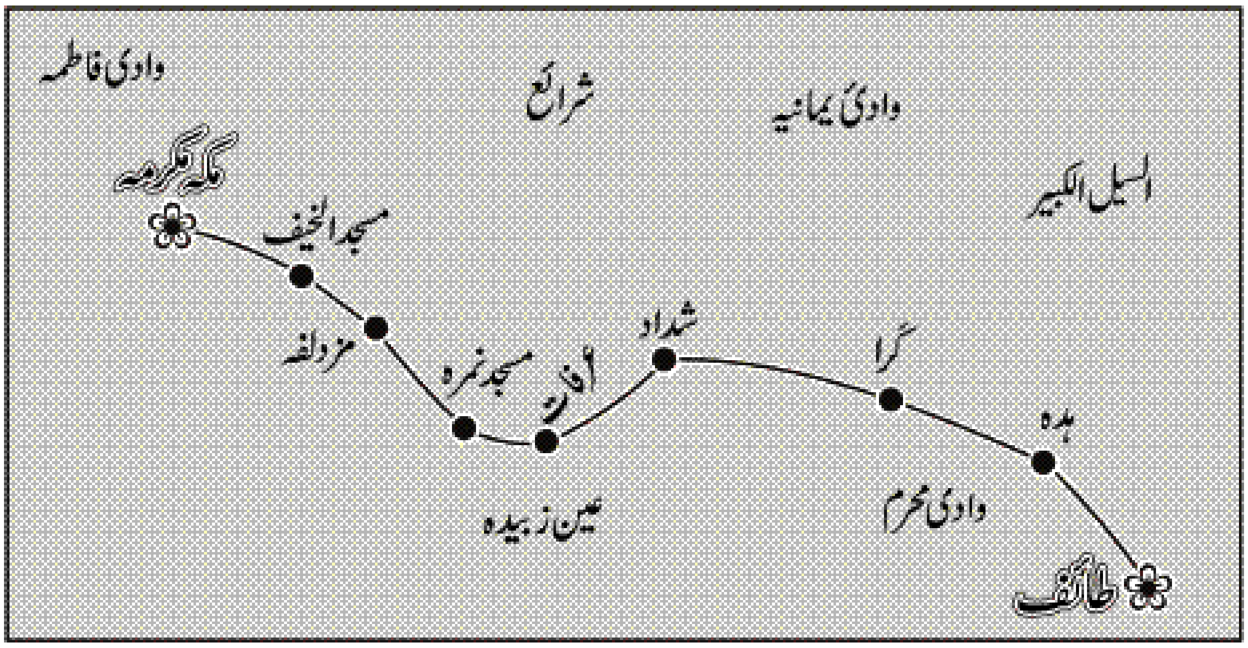

وہ تاریخی راستہ جو رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے طائف جاتے ہوئے اختیار کیا

مضامین	صفحہ نمبر
وفد بنی حنیفہ	180
وفد طے کا بیان	181
وفد اشعریین کا حال	181
وفد ازد کا حال	181
ایمان کی حقیقت	181
پانچ اور باتیں	182
فروہ بن عمرو الجذامی رضی اللہ عنہ کی سفارت آنے کا ذکر	182
وفدِ ہمدان	183
وفد طارق بن عبداللہ	183
وفدِ تجیب	184
التماس دعا	185
وفد بنی سعد ہذیم	185
آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہوجاتا ہے	186
وفد بنو اسد	186
وفد بہراء	186
طعام میں برکت	187
وفد عذرہ کا بیان	187
وفد خولان	187
نبی ﷺ کی تعلیم کا نمونہ	188
وفد محارب	188
اسلام سب پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے	189
وفد غسان کا حال	189
وفد بنی الحارث	189
مغلوب نہ ہونے کی باتیں	189
وفد بنی عیش کا حال	189
وفد غامد کا بیان	190
وفد بنی فزارہ	190
اللہ کسی کی سفارش نہیں کرتا	190
وفد سلامان	191
وفد نجران	191
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت	192
نبی ﷺ کے لئے جائز نہیں	195
وفد نخع کا بیان	197
چار خواب اور ان کی تعبیریں	197
ایک خواب اور اس کی تعبیر	197
دوسرا خواب اور اس کی تعبیر	197

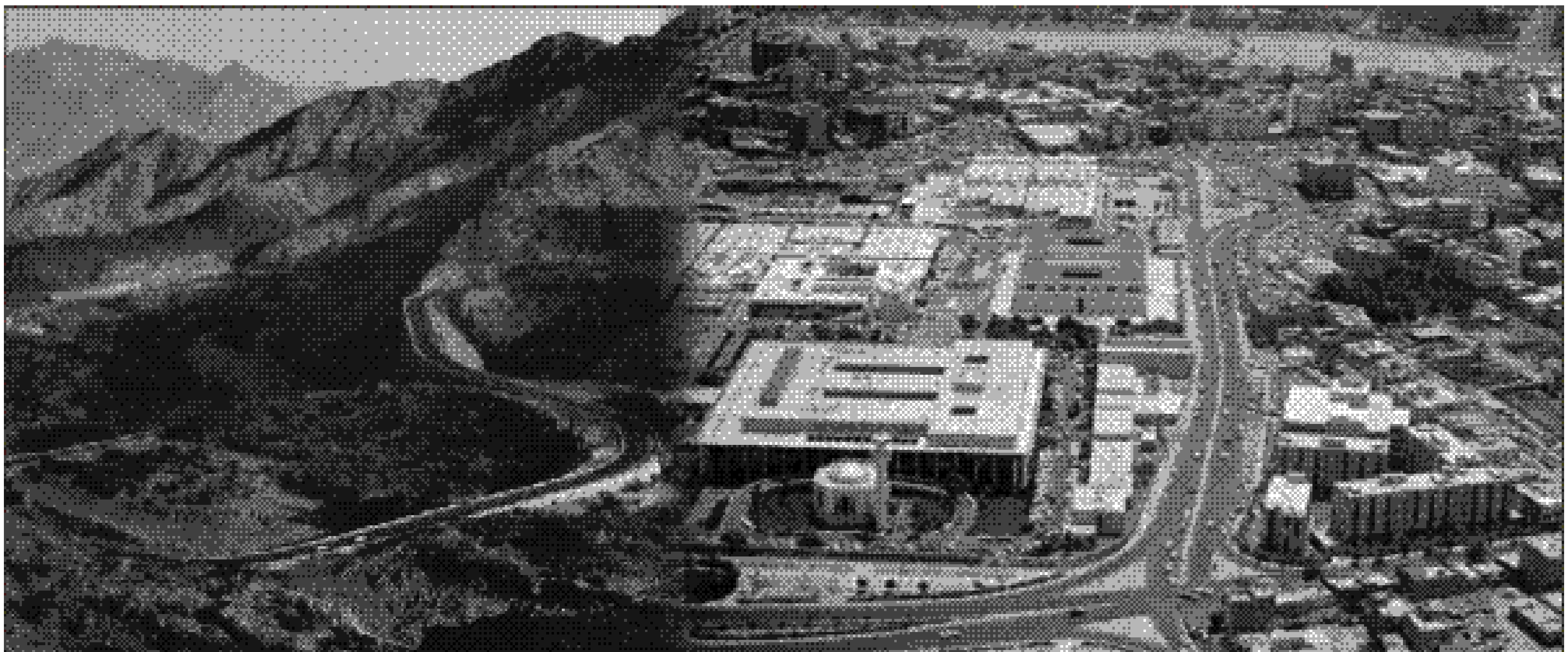

مضامین	صفحہ نمبر
تیسرا خواب اور اس کی تعبیر	197
چوتھا خواب اور اس کی تعبیر	197
باب 4	
مدینہ میں دس (10) سالہ قیام نبوی کے اہم واقعات اور وفات	199
تعمیر مسجد نبوی ﷺ	199
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	200
فاضل راہب کا اسلام	200
نماز	201
مواخات (بھائی چارہ)	202
اذان	203
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	204
تحویل قبلہ	204
زکوٰۃ	209
زکوٰۃ اور تمدنِ انسانی	210
زکوٰۃ و صدقات کا مال	211
غلامی کی تائید عیسائیت کی تعلیم میں	211
رمضان 2ھ مقدس	213
روزہ اور چاند کی تاریخیں	214
ام الخبائث شراب کو اسلام نے حرام کیا	214
ولادت و شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	215
ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ سردار نجد کا مسلمان ہونا	215
آپ ﷺ کا جانی دشمنوں سے حسن سلوک	216
صلح حدیبیہ 6ھ مقدس	216
حملہ کرنے والے اسی (80) اعداء کو معافی	218
برکاتِ معاہدہ	218
ابو جندل کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے؟	219
صلح کا حقیقی فائدہ	219
مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لئے جانا اور اس کے نتائج	220
جنگ خیبر	220
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	224
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	224
حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	224
عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	224
عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ	225
حج اسلام کا پانچواں رکن	226

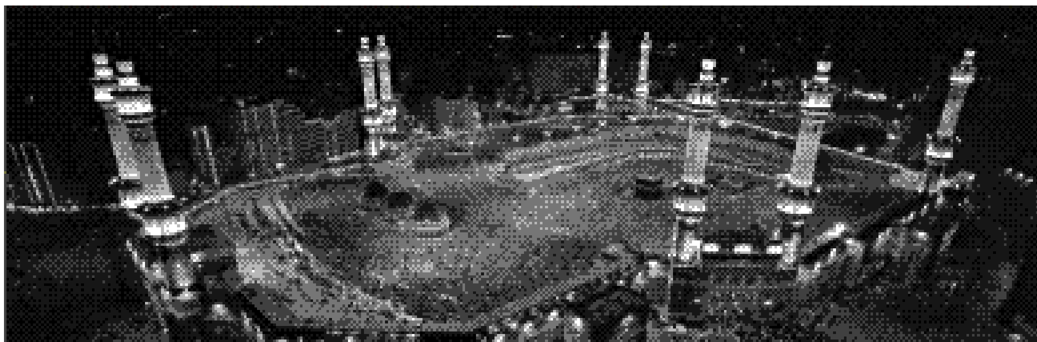

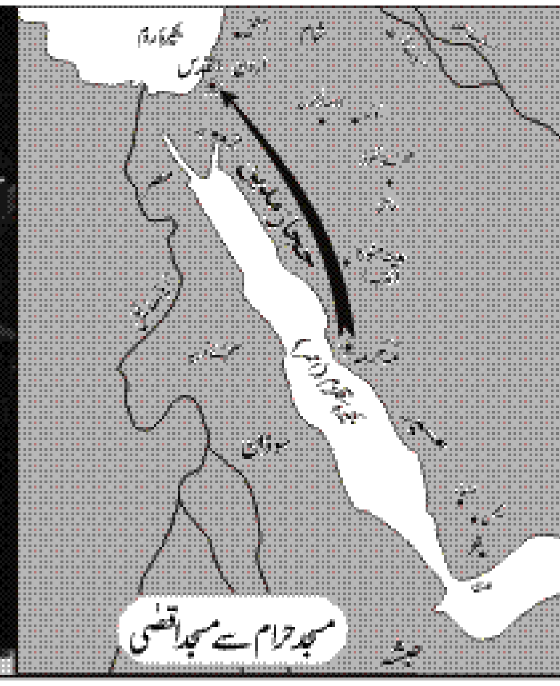

مضامین	صفحہ نمبر
حج کے فوائد عظیمہ	227
10 ہجری	227
نبی ﷺ کا حج	227
نبی ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع	230
خطبہ غدیر	237
11ھ	237
آغاز مرض	238
آخری ہفتہ	239
پانچ یوم قبل از رحلت	239
چار یوم قبل از رحلت	240
پنجشنبہ مغرب	240
پنجشنبہ عشاء	240
دو یا ایک یوم قبل از رحلت	240
ایک یوم قبل از رحلت	241
آخری دن	241
حالتِ نزع رواں	242
غسل و تکفین	243
نماز جنازہ	244

مضامین	صفحہ نمبر
باب 5	
خلقِ محمدی ﷺ	245
سکوت اور کلام	247
ہنسنا رونا	247
غذا کے متعلق ہدایت	248
مرض اور مریض	248
طبیب نادان	248
عیادتِ بیماراں	249
علاج	249
خطبہ خوانی	249
صدقہ و ہدیہ	250
اپنی تعریف	250
اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح	250
مصلحت عامہ کا لحاظ	250
بشریت و رسالت	251
بچوں پر شفقت	251
بوڑھوں پر عنایت	251
ارباب فضل کی قدر و منزلت	251

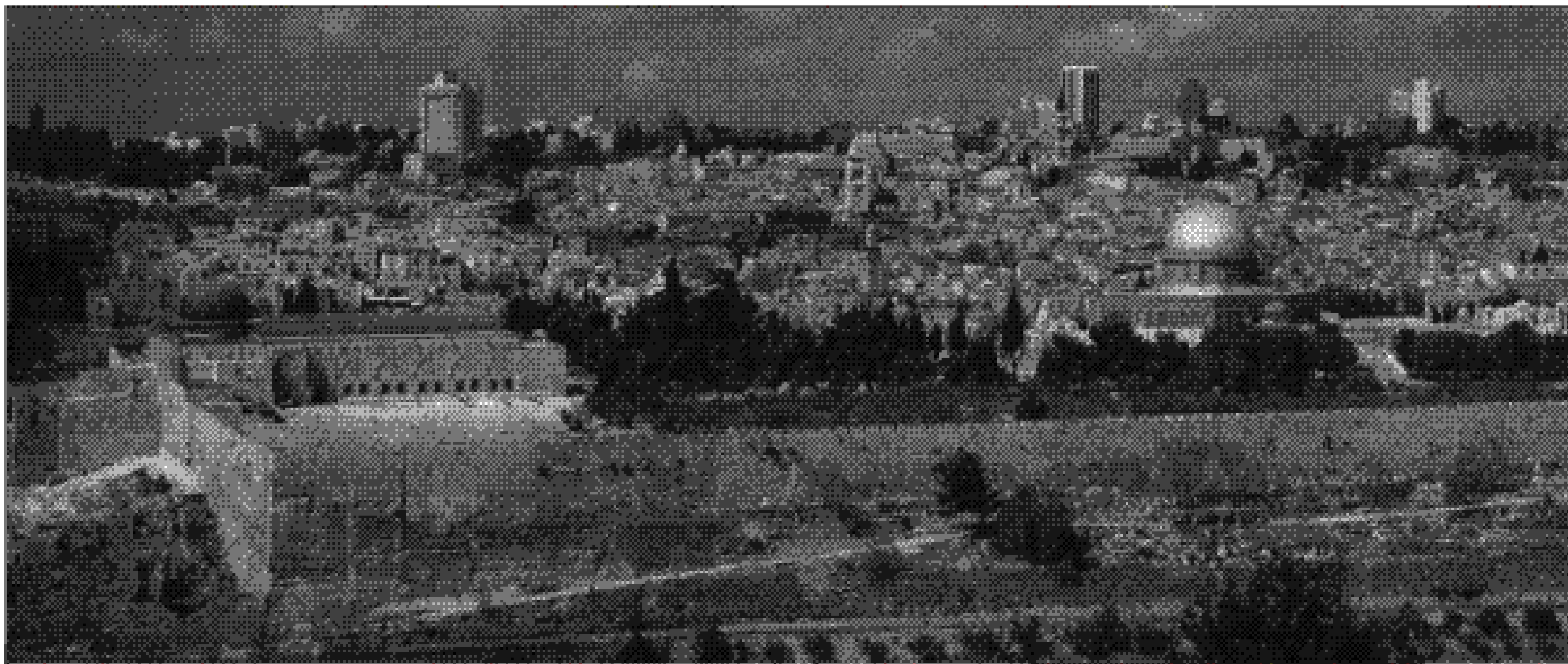

مضامین	صفحہ نمبر
خادم کے لیے دعا	252
ادب وتواضع	252
شفقت ورافت	253
عدل ورحم	253
اعداء پر رحم	254
جود وکرم	254
شرم وحیاء	255
صبر وحلم	255
عفو ورحم	255
صدق وامانت	256
عفت وعصمت	256
زہد	257
صنف ضعیف (عورتوں) کی اعانت اوران کی آسائش کا خیال	257
اسیران جنگ کی خبرگیری	258
مردانہ ورزشیں	258
تیر افگنی	258
گھوڑ دوڑ	258
مردم شماری	258
تعلیمات رسالت	259

مضامین	صفحہ نمبر
اللہ کا حق بندوں پر بندوں کا حق اللہ پر	259
رحمتِ الٰہیہ کا بیان	259
خدمتِ والدین	259
نصرت باہمی	259
مسلمان کون ہے؟	259
ایمان کا کمال	259
شیرینی ایمان	260
پسندیدہ اعمال	260
اعمال شاقہ سے ممانعت	260
محنت کی تعریف مانگنے کی برائی	261
کن لوگوں پر رشک کرنا چاہئے؟	261
بہترین اخلاق کی تعلیم	261
اخلاق رذیلہ سے نہی اور اخوت کا حکم	261
ہمسایہ اور مہمان کا حق	261
کلام اور خاموشی	261
نجات کے لیے رسول ﷺ کی ضمانت	262
صبر وشکر کی تعلیم	262
پہلوان کون ہے؟	262
منادیانِ اسلام کا فرض	262

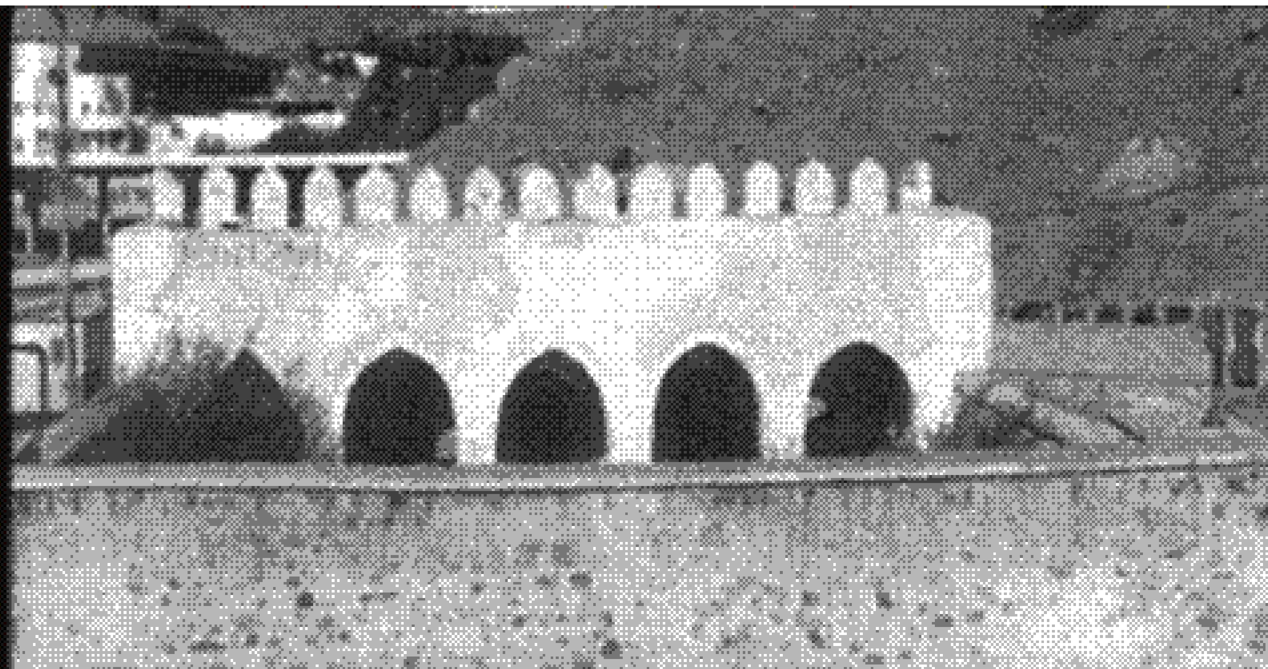

مکہ مکرمہ میں عقبہ (گھاٹی) کی مسجد جہاں بیعتِ عقبہ ہوئی

مضامین	صفحہ نمبر
اثرِ محبت	262
قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم	262
درخت لگانے کا ثواب	262
حیوانات سے ہمدردی کا حکم	263
لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر	263
لڑکیوں کی تعلیم وادب کا ذکر	263
منافق کون؟	263
مہاجر کون؟	263
قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟	264
بادشاہ کی اطاعت کا حکم	264
سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا	264
سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے	264
غیر مسلم زیرِ معاہدہ اقوام کی حفاظت	265
زیست کا درجہ قدرِ زندگانی	265
صحت اور فراخ دستی کا درجہ	265
ادائے قرضہ کی فضیلت	265
دولت مندی کی تعریف	265
مساواتِ عامہ	265
رحمِ عامہ	266
وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت	266
عورتوں کی مثال اور ان سے گزران کی ہدایت	266
عورت کا درجہ گھر میں	266
ماہر قرآن کا درجہ	266
اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام	266
قرآن مجید	267
الٰہیات	268
ذاتِ الٰہی کا عرفان	268
سچے دین کی تعریف	269
بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟	269
شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے	269
نبی کے فرائض	270
اعمال کی جزا وسزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی	270
سننِ الٰہیہ میں تبدیلی نہیں	270
انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لئے مثمر بنتی ہے	271
صبر اور پرہیزگاری کا درجہ	271
حکمت اور دانش کا درجہ	271
صبر کا ثمرہ	271

مضامین	صفحہ نمبر
قطع طمع	271
دنیوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا	272
تہلکہ سے بچنا	272
افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں	272
قطعی حرام چیزیں	272
اللہ کی عبادت الٰہی بپتسمہ ہے	272
تحریر وانشادانی کی تعریف	272
ارباب عقل ودانش کے لئے الٰہی نشانات	272
قسم کھانے کی ممانعت	273
صلح کلی کی دعوت	273
اصلاح باہمی کا حکم	273
عفو ودرگزر کی تعلیم	273
سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہوجاتی ہے	273
سلطنت کے اصول	274
حاکمان عدالت کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے	274
نقضِ امن کی ممانعت	274
ظلم باعث زوال ہے	274
نیکوکاری باعثِ قیام ہے	274
جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے	274
ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا	274
تعلیم وتعلم	275
علم وحکمت کی باتوں کا سننا، ان پر غور کرنا، بہترین صورت کو اختیار کرنا	275
غیر اقوام سے علم اخذ کرنا	275
نظام تبلیغ دین	275
دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے	275
ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہوسکتا ہے	275
تہذیب اخلاق	276
جنس اناث کی تعریف	276
میاں بیوی کی تعریف	276
میاں بیوی کے حقوق	276
کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں	276
بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں	277
بر و بحر پر تسلط کرنے بہترین و پاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے	277
انسان کا اشرف ہونا ہی ردِ شرک کی دلیل ہے	277

عرفات

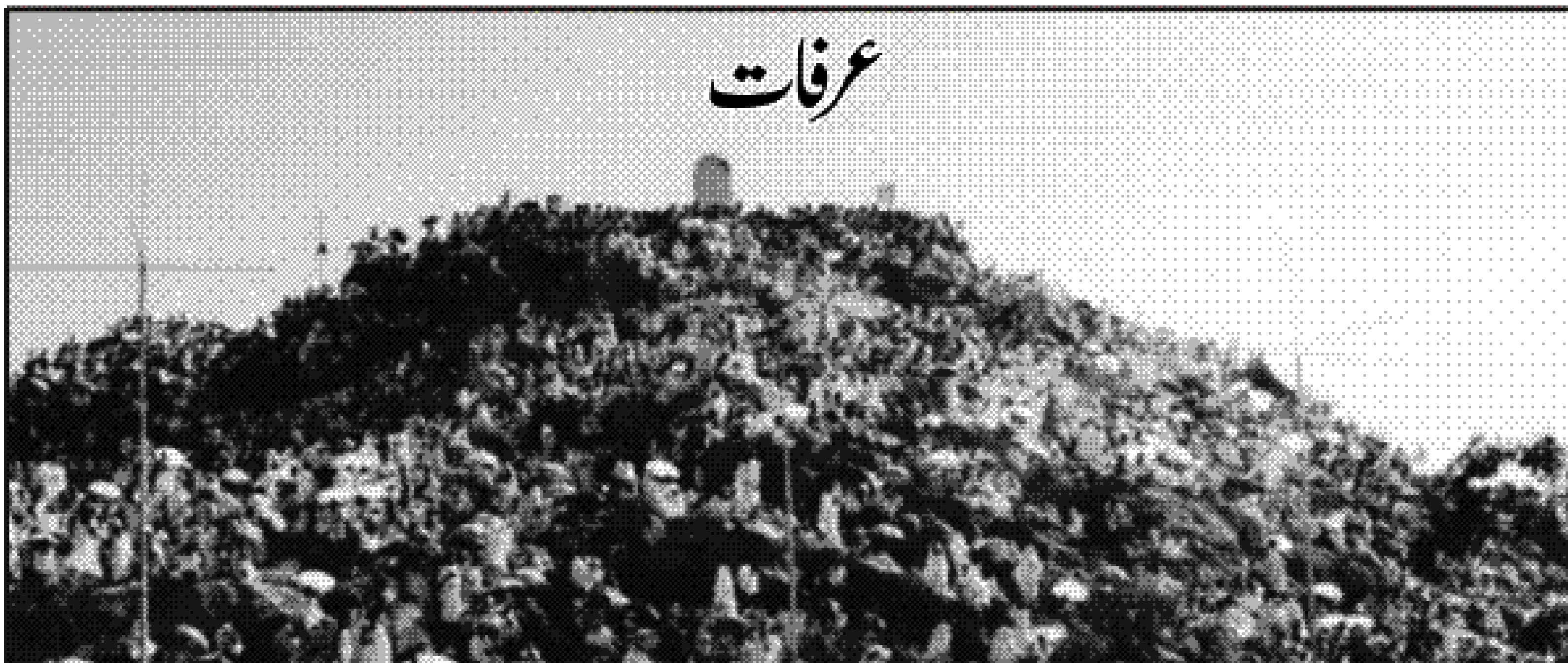

مضامین	صفحہ نمبر
انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہئے	277
دیکھنے والے کے لئے ہر چیز میں ایک نشان ہے	277
سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے	277
اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے	277
حرام چیزیں طیب نہیں، طیب چیزیں حرام نہیں	278
حلال طیب چیزوں کا ترکِ استعمال شیطانی ہے	278
بصیرت اور ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے	278
ایمان ہی کے ذریعہ سے ہر ایک اعلیٰ منزل پا سکتے ہیں	278
تمدن	278
چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا، لوازم حیات میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا	278
موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں	278

مضامین	صفحہ نمبر
لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں	278
سیاست مدن کا قیام اور انتظام	279
مساوات حقوق کا تاکیدی حکم، عدل کی تاکید	279
بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے	279
اخوت کی بنیاد	279
مال کی تعریف، دولت، قیام قومی کا سبب ہے	280
فقر و تنگ دستی کی برائی	280
اسراف کی برائی، بخل کا نہ ہونا بڑی بہبودی ہے	280
میانہ روی، رحمان کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے	280
بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے	280
اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کیلئے ہیں؟	280
قصیدہ در نعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	282

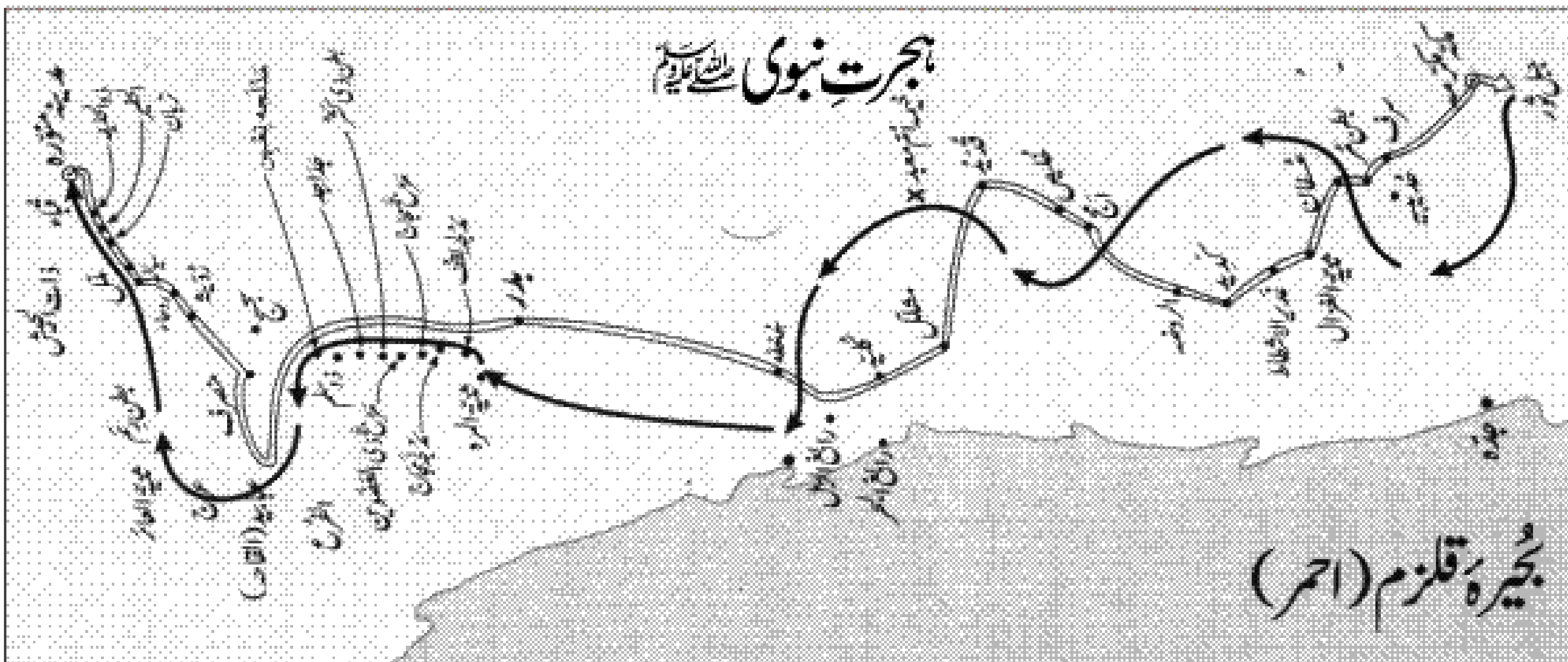

فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد دوم

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید از مصنف	287
باب 1	
النسب	289
فصل اوّل۔ شجرہ طیبہ	289
حصہ اوّل: از عبداللہ تا عدنان کا بیان	
ایسا شجرۂ نسب تمام دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے	289
حصہ دوم: فوق عدنان روایت کرنے کا جواز	289
حصہ سوم: آدم علیہ السلام سے تارہ تک کی اعمار اور بائبل کے بیان پر بحث	290
شجرہ از عبداللہ تک عدنان 21 پشت	290
شجرہ از اود تا قیدار از 22 تا 60 پشت	294
شجرہ از اسماعیل علیہ السلام تا آدم علیہ السلام از 61 تا 80 پشت	296
یسوع مسیح کا شجرہ	297
حصہ اوّل: لوقا و متی کا مقابلہ از یوسف تا زرو بابل	298
حصہ دوم: لوقا و متی و بائبل کا مقابلہ از سلاقی ایل تا داؤد	299
نتیجہ	301
حصہ سوم: از داؤد علیہ السلام تا ابراہیم علیہ السلام	301
فصل دوم: اشہر المشاہیر کے حالات	303
حضرت آدم علیہ السلام	303
حضرت نوح علیہ السلام	303
فرزندان نوح علیہ السلام کی شاخیں	304
سام کا حال اور سامی زبانوں پر بحث	305
حضرت ابراہیم علیہ السلام	306
ام المسلمین ہاجرہ علیہا السلام (حرہ یا امۃ کی بحث)	307
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام (ذبیح اللہ کون تھا؟)	311
بائبل میں اسحٰق و اسمٰعیل علیہما السلام کے فضائل	314
اقوام اسماعیلی	315
عدنان	317
معد	317
نزار (اسکی اولاد کا شجرہ، امام احمد ﷺ کا نسب)	318
مضر	318
الیاس	318

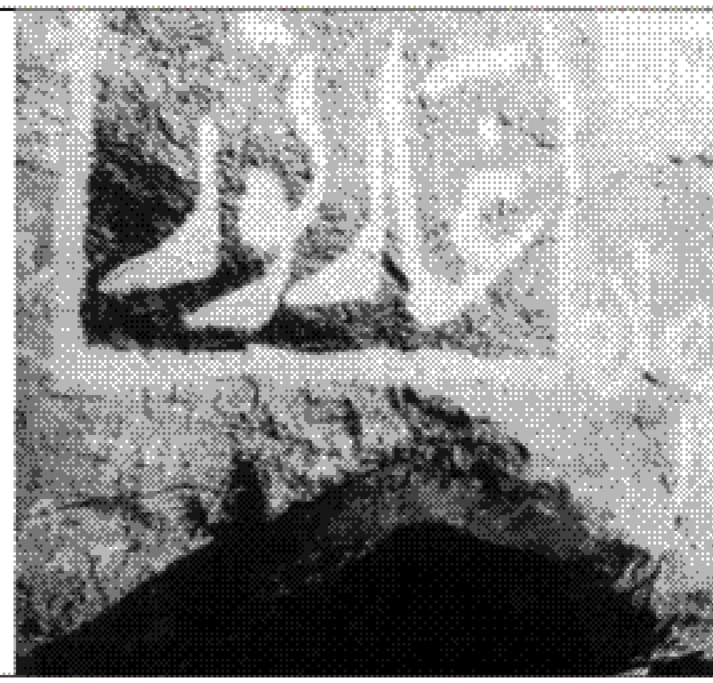

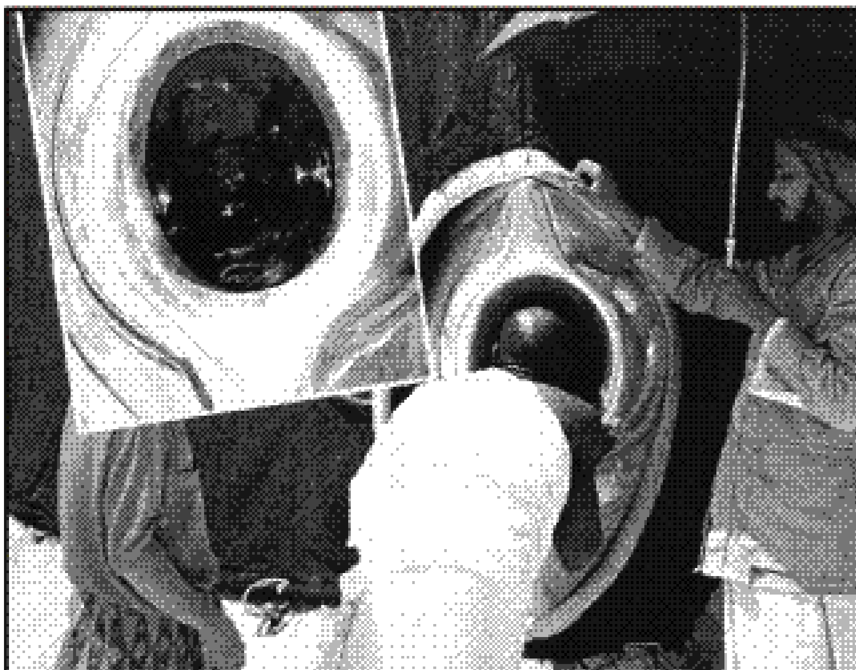

مضامین	صفحہ نمبر
مدرکہ	319
خزیمہ	319
کنانہ (حدیث صحیح مسلم)	319
نضر	320
مالک	320
فہر (لفظ قریش کی وجہ تسمیہ)	321
غالب	321
لوی	321
کعب (ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب)	322
مرہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وخالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نسب)	322
کلاب (سعد رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، سیدہ آمنہ کا نسب)	323
قُصَی (بیت اللہ پر قبضہ اقوام۔ قصی کے اصول حکومت)	323
شجرہ اولادِ قصی	324
عبد مناف (اشعار مدحیہ عبد مناف وشجرہ اولادِ عبد مناف)	324
زکوۃ	326
غنیمت فے کی بحث آیات تقسیم	327
نقشہ (احکام تقسیم صدقات غنیمت، فے مع آیات قرآن مجید)	328
ہاشم	329
نقشہ اولادِ ہاشم	330

مضامین	صفحہ نمبر
عبدالمطلب	330
نقشہ اولادِ عبدالمطلب	331
حارث عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد	332
ابوسفیان مغیرہ ابن عم النبی ﷺ	333
ابوسفیان کے اشعار بر وفات رسول ﷺ	333
ابوطالب عم النبی ﷺ اور ان کے فرزندان ودختران	334
عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	335
جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	335
سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور علوی فرزند	336
وفات علی رضی اللہ عنہ پر بکر بن حماد کے اشعار فاطمہ (والدۂ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	337
اولادِ علی کا نقشہ مع اسماء زوجات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	338
عباس علمدار اور ان کی اولاد کا شجرہ	339
عمر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	340
ابوالقاسم محمد بن علی واولاد محمد بن الحنفیہ کا شجرہ	340
ابوبکر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	341
ام ہانی دختر ابی طالب	341
جمانہ دختر ابی طالب	342
حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ	342

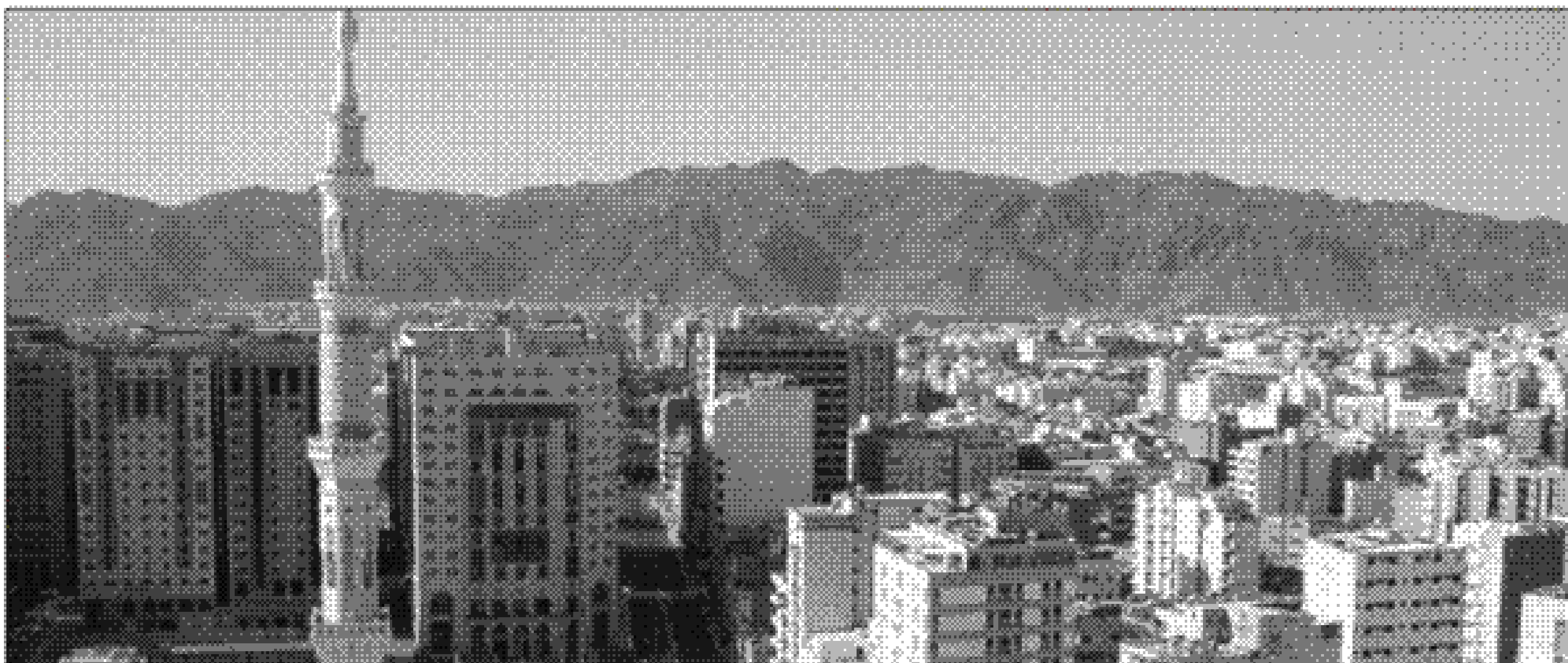

مضامین	صفحہ نمبر
دختر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حضانت پر زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دعاوی	343
ابولہب بن عبدالمطلب اور اس کی اولاد	344
عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد	344
زبیر عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد	347
عمات النبی ﷺ	347
بیضاء عمۃ النبی ﷺ	347
امیمہ عمۃ النبی ﷺ	347
عاتکہ عمۃ النبی ﷺ (اس کا خواب)	348
صفیہ عمۃ النبی ﷺ (قوت ایمانیہ صفیہ رضی اللہ عنہا)	348
برۃ عمۃ النبی ﷺ	348
اروی عمۃ النبی ﷺ (اروی کے اشعار)	348
سردار عبداللہ والد النبی ﷺ (ان کے ذبح کا قصہ)	349
ابوطالب کے اشعار	349
سیدہ آمنہ اور ان کا شجرہ نسب	350
سیدہ آمنہ کے اشعار دعائیہ بشانِ نبی ﷺ	351
سیدہ آمنہ کے اشعار وفات شوہر پر	352
فصل	
آل النبی ﷺ	353

مضامین	صفحہ نمبر
ابناء النبی ﷺ	353
قاسم بن محمد النبی ﷺ	353
عبداللہ (طیب وطاہر)	353
ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ	353
جدول کسوف شمس	356
بنات النبی ﷺ زینب رضی اللہ عنہا، بنت رسول ﷺ اور ان کی اولاد	357
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	358
رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ (عبداللہ سبط رسول ﷺ)	361
ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ	362
سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ	363
ولادت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخوں میں اختلاف (حاشیہ)	363
مرویات سیدہ رضی اللہ عنہا	366
ابنائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	367
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	367
اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ	370
حضرت زید بن حسن رحمۃ اللہ علیہ	371
حضرت حسن مثنیٰ بن حسن رحمۃ اللہ علیہ	371
(سید الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب)	371

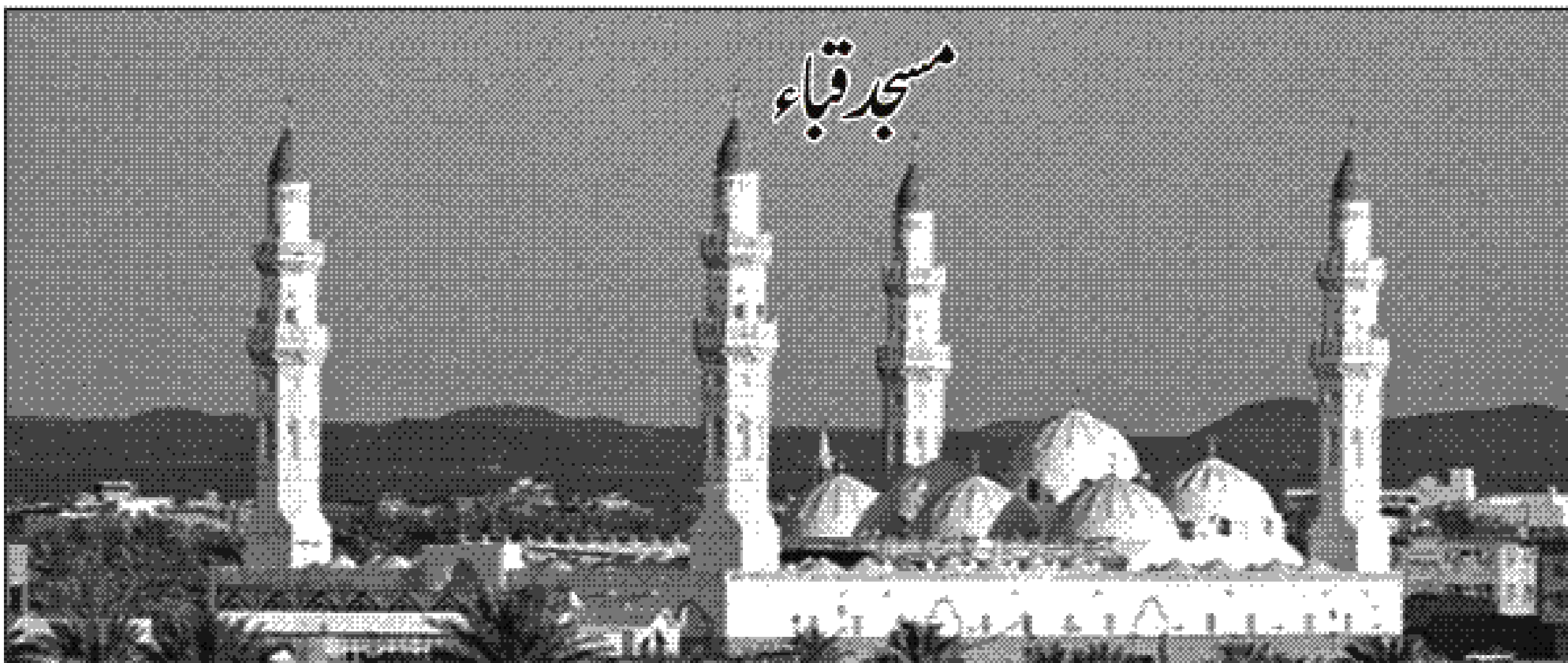

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	372
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اشعار	373
اہلیہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اشعار بر شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ	373
اولاد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	374
حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد	374
عبداللہ الباہر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	374
زید شہید بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	375
عمر الاشرف بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	375
حسین الاصغر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	375
علی الاصغر رحمۃ اللہ علیہ	375
حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ (صحیح مسلم میں ان کی ایک عجیب حدیث)	375
حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پانچ فرزند جن سے نسل جاری ہے	376
حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دس فرزند جن سے نسل جاری ہے	376
حضرت علی الرضاء رحمۃ اللہ علیہ	376
حضرت محمد الجواد رحمۃ اللہ علیہ، ان کے فرزندوں کی نسل	377
حضرت علی النقی رحمۃ اللہ علیہ	377
حضرت ابوعبداللہ جعفر کذاب	377
حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ	377
باب 2	
امہات المومنین (ازواج النبی ﷺ)	378
ایشیاء کے مشہور مذاہب	378
منہاج نبوت اور تعدد ازوجات	379
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویاں (3)	380
حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیویاں (4)	380
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیویاں (4)	380
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیبیوں کا جواز	380
حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں (9) اور دیگر ازواج وحرم	381
حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویاں (1000)	381
فصل اوّل: نبی ﷺ اور کثرت زوجات اور مصالح نکاح	383
نکاح ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا	383
نکاح ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا اور امن عام	384
ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد	384
ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے دینی فوائد	384
فصل دوم: ازواج النبی ﷺ کے فضائل	385
فصل سوم: ازواج کے ساتھ نبی ﷺ کا حسن سلوک	392
فصل چہارم: ازواج النبی ﷺ کا نسب میں نبی ﷺ	

مضامین	صفحہ نمبر
سے اتصال مع نقشہ	394
فصل پنجم: امہات المومنین کے جداگانہ حالات	395
ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	395
فرزندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا	397
اقارب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا	398
ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا و اقارب سیدہ رضی اللہ عنہا	398
ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا	398
(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر حال)	398
الشیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب (حاشیہ)	400
محبت کا امتحان	400
فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	401
مسئلہ فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	404
احادیث مرویہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	404
جہاد فی سبیل اللہ	405
اشعار حسان رضی اللہ عنہ بمدح صدیقہ رضی اللہ عنہا	405
امومتِ اُمت	406
ایک لغزش	406
اقارب سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	408

مضامین	صفحہ نمبر
ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح	409
ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	410
احادیث سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	411
اقارب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	412
خواجہ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب	412
ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	412
ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	412
اقارب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	413
مرویات سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	414
ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	415
حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر (نسب عالی)	415
ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے	415
رسم تبنیت کے کڑوے پھل (خرابیاں)	416
خاوند بیوی کا رشتہ	417
جواز تبنیت اور تاویل	418
عیسائی اس قصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟	418

مضامین	صفحہ نمبر
اقارب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	419
خواہران ام المومنین رضی اللہ عنہا	422
ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا	422
مرویات سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا	423
اقارب سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا	423
ام المومنین سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	423
خطبہ نکاح	424
مرویات سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	424
اقارب سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	425
ام المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا	425
ام المؤمنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا	426
مرویات سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا	427
نقشہ متعلق احوال ازواج النبی ﷺ	428
باب 3	
غزوات وسرایا	429
نقشہ جس میں 82 غزوات وسرایا کا ذکر ہے	431
جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت النبی ﷺ	450
غزوات وسرایا کی صراحت کہ وہ سب لڑائیاں ہی نہیں	453

مضامین	صفحہ نمبر
غزوات وسرایا کی تقسیم بلحاظ مقاصد	455
فریق ثانی (قبائل)	457
قبائل کے باہمی تعلقات قرابت	458
قبائل کی شرکت جنگ کی تاریخ نقصانات جنگ ہر دو فریق	459
اسیران غزوات کا انجام	461
یورپ کی جنگ عظیم اور ہلاکت نفوس	462
مذہبی لڑائیاں اور اتلاف نفوس	462
فہرست ان صحابہ پاک کی جو نبی ﷺ کے عہد مبارک میں شہید ہوئے	464
باب 4	
اساطیر کے معنی	481
پادریوں کے اعتراض قرآن اور مبلغ قرآن پر اور اس مضمون کا سیرت سے تعلق	481
حضرت آدم علیہ السلام، ان کا نسیان	481
قائن وہابیل فرزندان آدم علیہ السلام	482
حضرت نوح علیہ السلام	483
حضرت ابراہیم علیہ السلام	484
حضرت لوط علیہ السلام	486

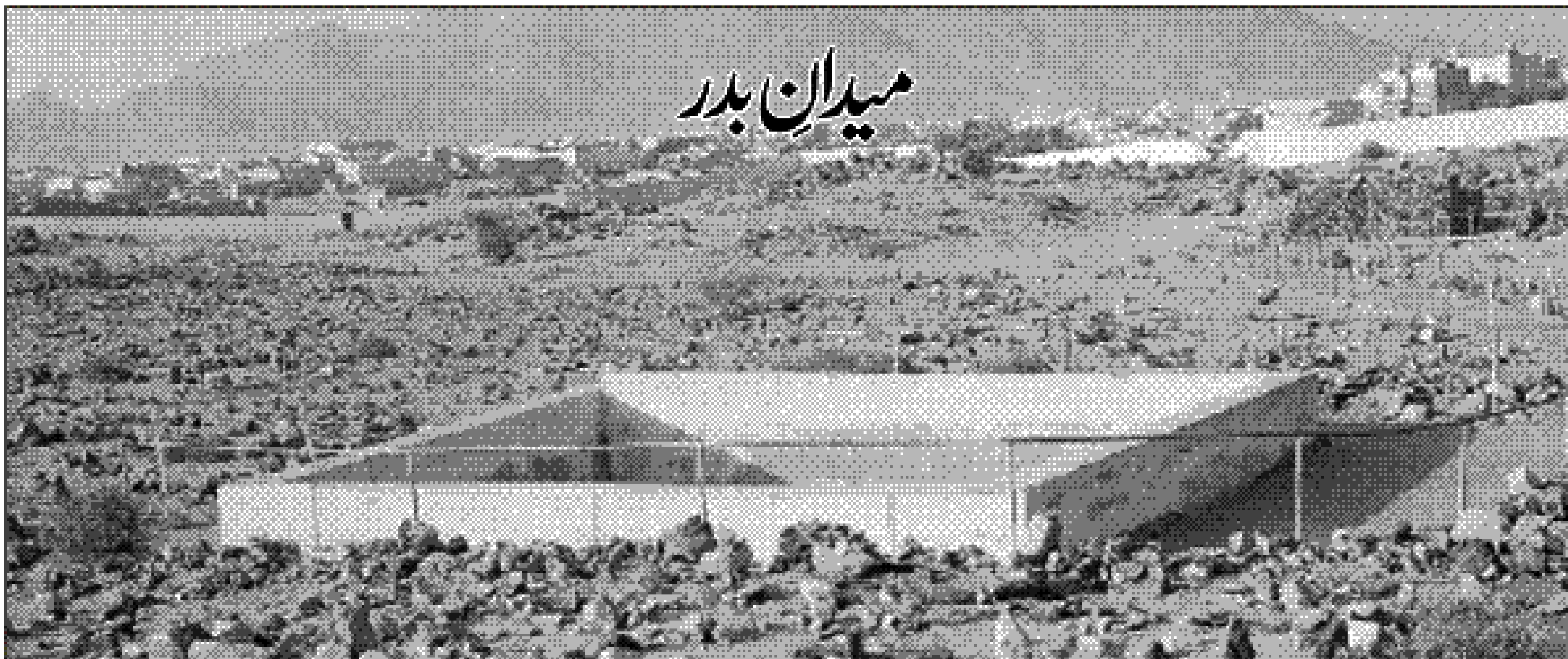

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت اسحاق علیہ السلام	486
حضرت یعقوب علیہ السلام	487
حضرت یوسف علیہ السلام	488
حضرت موسیٰ علیہ السلام	490
حضرت داؤد علیہ السلام	494
حضرت سلیمان علیہ السلام	494
حضرت ایوب علیہ السلام	495
حضرت زکریا علیہ السلام	496
حضرت یحییٰ علیہ السلام	497
حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام	497
باب 4	
افضلیت سید المرسلین ﷺ (تخییر و تفضیلات)	498
آدم علیہ السلام	499
تعلم آدم علیہ السلام و تعلیم محمد ﷺ	499
نسیان آدم علیہ السلام، عدم نسیان محمد ﷺ	499
کلمات بر آدم علیہ السلام و کلمات بر محمد ﷺ	500
شجر آدم علیہ السلام و شجر محمد ﷺ	500
سجدہ بر آدم علیہ السلام و صلوات بر محمد ﷺ	500
ادریس علیہ السلام	501
صدق ادریس علیہ السلام و صدق محمد ﷺ	501
رفعت مکان ادریس علیہ السلام و رفعت ذکر محمد ﷺ	501
الیاس علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام واحد شخص کے نام ہیں	501
بعل بت اور لات و مناۃ و عزیٰ	502
نوح علیہ السلام	502
انبیاء اولوالعزم کے اسماء اور نبی ﷺ کا تقدم	502
نبوت نوح علیہ السلام اور نبوت محمد ﷺ کی وسعت	503
نوح علیہ السلام اور محمد ﷺ کی جانب سے عدم اطرادِ غرباء	503
حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کی سلامتی و برکات	503
امت محمدیہ اور صلوٰۃ و تطہیر و اتمام نعمت	503
حضرت ہود علیہ السلام	504
ہود علیہ السلام اور محمد ﷺ کی بشریت	504
مؤمنین عہد ہود و عہد نبوی ﷺ	504
حضرت ہود علیہ السلام اور محمد ﷺ کا جواب	504
صالح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے مواعظ کے مضامین	505
خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام	505
اطفائے نار بر ابراہیم علیہ السلام و محمد ﷺ	506

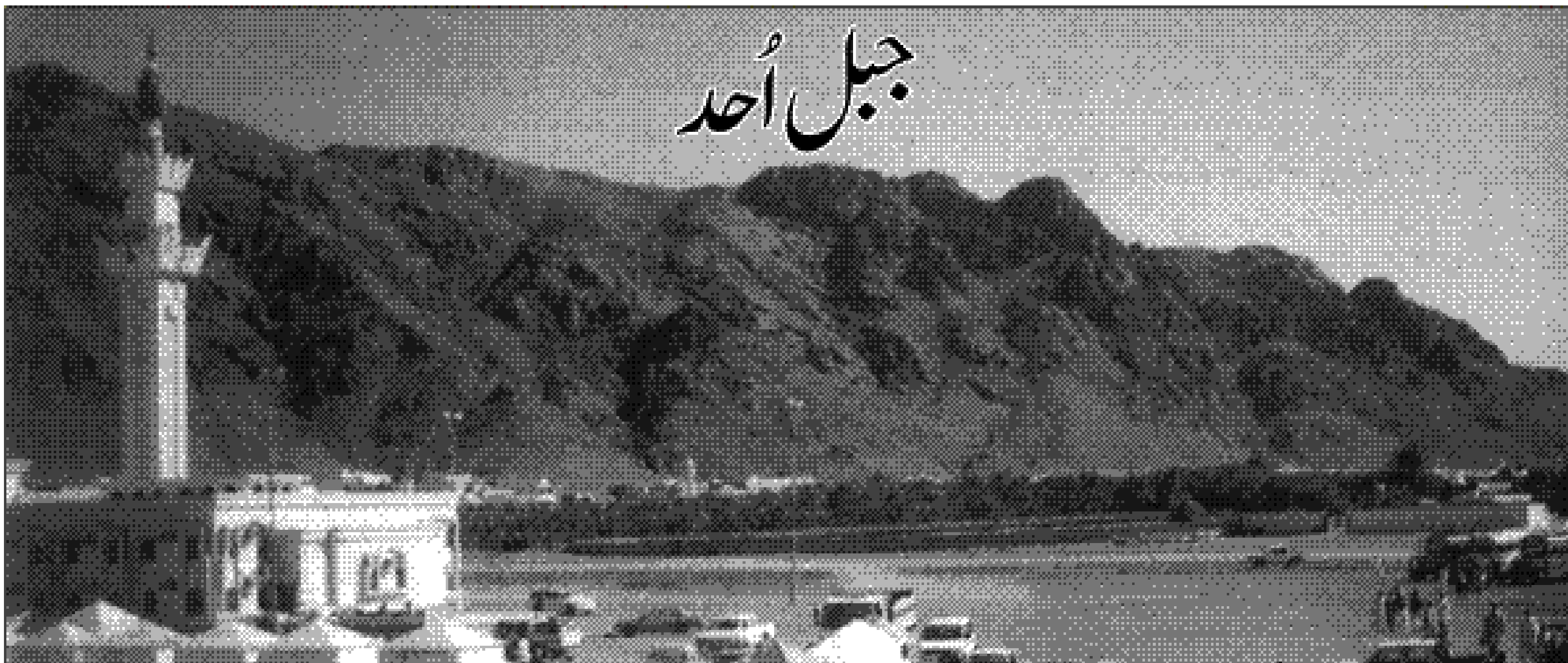

مضامین	صفحہ نمبر
تعمیر کعبہ وتقلب جہت کعبہ	506
بت شکنی وبطلان صنم پرستی	506
اذان برائے حج وفرضیت حج	506
ابراہیم علیہ السلام کا البغض للہ کی صفت میں اور محمد ﷺ کا الحب فی اللہ کی صفت میں اسوہ حسنہ ہونا	506
ابراہیم علیہ السلام کا اواہ وحلیم اور نبی ﷺ کا مالک خلق عظیم ہونا	507
ابراہیم علیہ السلام کی دلیل بر قدرت الٰہی محمد ﷺ کی براحیاء موتی	507
حضرت لوط علیہ السلام	508
قوم کی جانب سے اخراج لوط علیہ السلام واخراج محمد ﷺ کی دھمکیاں	508
قوم لوط علیہ السلام کا عمل بر خبائث، نبی ﷺ کا تحریم خبائث	508
لوط علیہ السلام اور محمد ﷺ کی امداد کے لئے فرشتوں کا نزول	508
حضرت اسماعیل علیہ السلام	509
صدق وعدۂ اسماعیل علیہ السلام وتصدیق وعدہ نبوی	509
اسماعیل علیہ السلام اور محمد ﷺ کی اصلاح اہل بیت	509
طہارت بیت اللہ اور بیت اللہ کا قبلہ ہونا	509
حضرت اسحاق علیہ السلام	509
حضرت اسحاق علیہ السلام کا فرزند بشارت ہونا اور محمد ﷺ کا بھی فرزند بشارت ہونا	509

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت یعقوب علیہ السلام	510
حضرت یعقوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کے مواعظ توحید یاس از رحمت کے خلاف یعقوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کی تعلیم	510
استغفار یعقوب علیہ السلام برائے فرزندان واستغفار محمد ﷺ برائے عاصیان	511
درود شریف کی فضیلت	511
حضرت یوسف علیہ السلام	511
خواب یوسف علیہ السلام وخواب نبی ﷺ	512
امرأۃ العزیز اور امرأۃ زید رضی اللہ عنہ	512
یوسف علیہ السلام کے قتل واخراج اور نبی ﷺ کے قید، قتل اور اخراج کے مشورے	512
قحط میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی امداد برائے غرباء	512
حضرت شعیب علیہ السلام	513
شعیب علیہ السلام اور محمد ﷺ کے احکام کیل ووزن پر	513
اخراج امت شعیب علیہ السلام واخراج مہاجرین رضی اللہ عنہم	513
انکار از فہم تعلیم شعیب علیہ السلام ومحمد ﷺ	513
سود وربا صلوٰۃ ایمان بعہد شعیب علیہ السلام ومحمد ﷺ	514

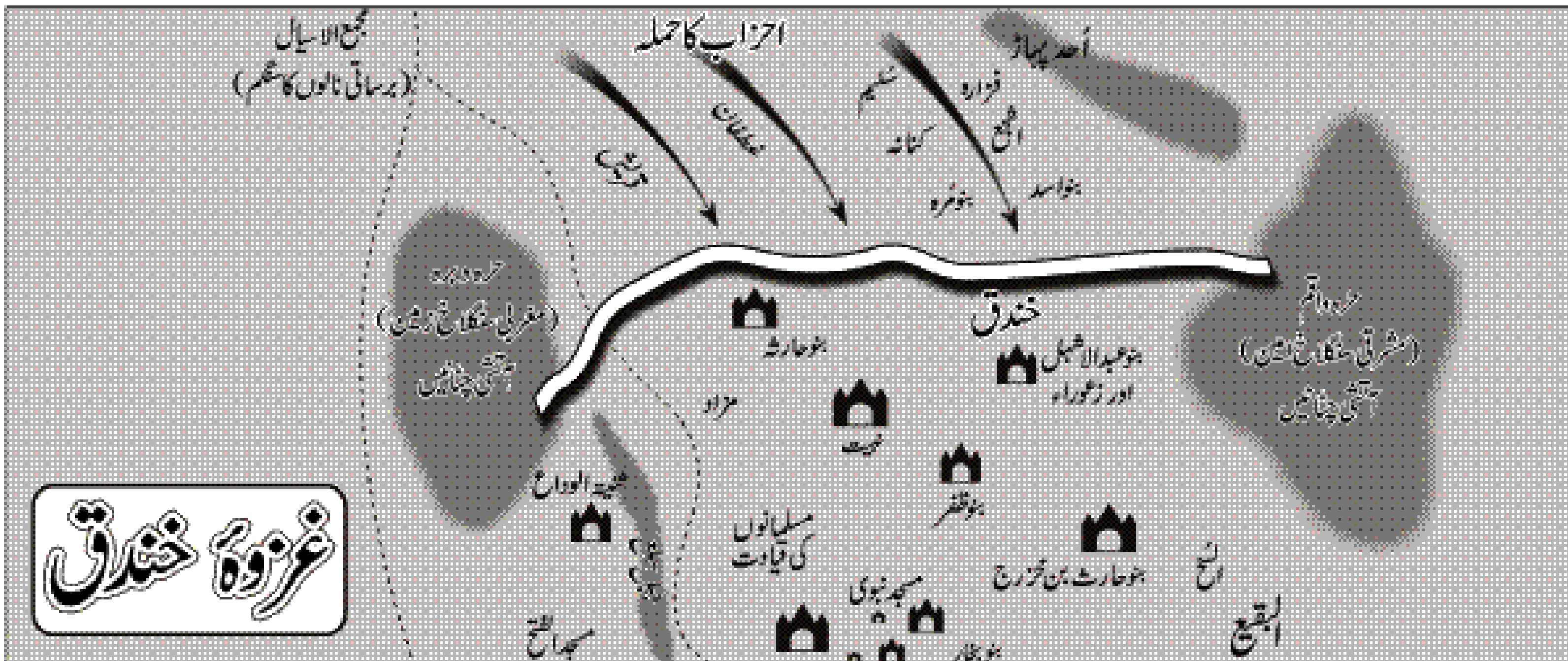

مضامین	صفحہ نمبر

- حضرت موسیٰ علیہ السلام 514
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یتیم ہونے کا گمان اور نبی کریم ﷺ کا یتیم ہونا 514
- موسیٰ علیہ السلام و محمد ﷺ کا مخالفین میں سے بسلامت نکلنا 515
- دختر شعیب علیہ السلام اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا 515
- تجلی بر موسیٰ علیہ السلام و معراج نبوی ﷺ 515
- تعاقب فرعون کے وقت کلام موسیٰ علیہ السلام 516
- تعاقب قریش کے وقت حدیث نبوی علیہ السلام جس کی روایت قرآن میں ہے 516
- تخلف بنی اسرائیل وتخلف اعراب از جہاد بعہد کلیمی ونبوی اور نتائج انجام اعدائے موسیٰ علیہ السلام ومحمد ﷺ 517
- شرح صدر موسوی ومحمدی 518
- وزارت موسیٰ علیہ السلام ورفع وزر محمد ﷺ 518
- رضا پر موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درجات 518
- حضرت ہارون علیہ السلام 519
- حضرت ہارون علیہ السلام اور نبی ﷺ کا امام نماز ہونا 519
- فصاحت ہارون علیہ السلام وفصاحت محمد ﷺ 519
- جوامع الکلم 519
- فتیٰ موسیٰ علیہ السلام اور زید رضی اللہ عنہ کا ہم صفت ہونا 519
- حضرت الیسع علیہ السلام 520
- خیریت الیسع علیہ السلام امت محمد ﷺ 520
- حضرت داؤد علیہ السلام 521
- علم داؤد علیہ السلام ومحمد ﷺ 521
- فضیلت داؤد علیہ السلام ومحمد ﷺ 521
- ارض موعود پر خلافت مومنین محمدیہ تلئین حدید وتلئین قلوب 522
- حضرت سلیمان علیہ السلام 523
- سلیمان علیہ السلام ومحمد ﷺ کی غنیٰ 523
- ریح السلیمان علیہ السلام وریحا وجنودا محمد ﷺ 523
- حضرت سلیمان علیہ السلام اور جن وانس وطیر 523
- حضرت محمد ﷺ اور جملہ مخلوقات 523
- حضرت یونس علیہ السلام 525
- یونس علیہ السلام اور شکم حوت 525
- محمد علیہ السلام اور بطن غار 525
- تسبیح یونس علیہ السلام وتقدیس محمد ﷺ 526
- حضرت ایوب علیہ السلام 526
- صبر ایوب علیہ السلام وصبر محمد ﷺ 526

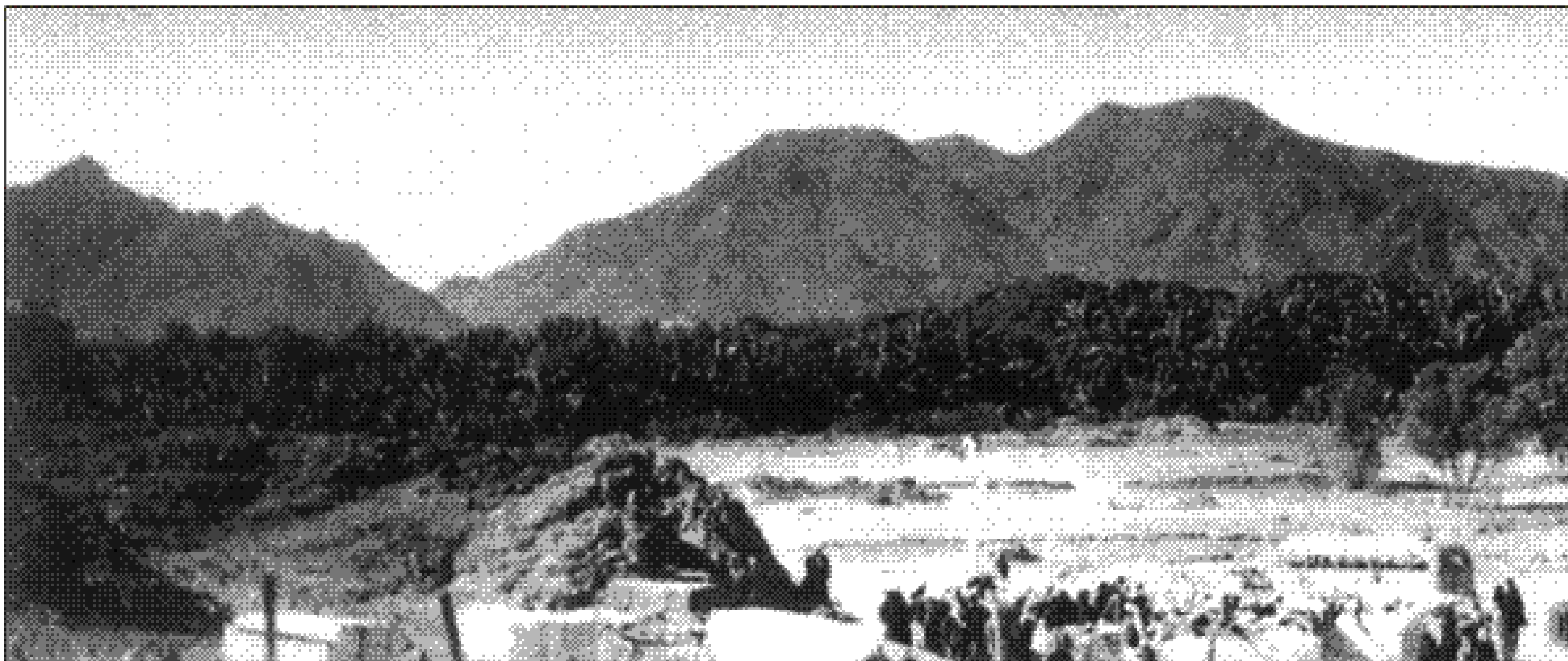

مضامین	صفحہ نمبر
عبدیت ایوب علیہ السلام اور محمد ﷺ	527
ایوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کا راجع الی اللہ ہونا	527
حضرت زکریا علیہ السلام	528
رحمت بر زکریا علیہ السلام و رحمت بر محمد ﷺ	528
دعا زکریا علیہ السلام والتجا محمد ﷺ	528
حضرت یحییٰ علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام کا دعائے زکریا ہونا اور محمد ﷺ کا دعائے ابراہیم ہونا	529
حضرت یحییٰ علیہ السلام مصدق بکلمۃ اللہ تھے اور محمد ﷺ مصدق لِمَا بَیْنَ یَدَیْہِ	529
یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کا سید ہونا	530
یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کا حصور ہونا	530
یحییٰ علیہ السلام کو نبی فرمایا گیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو 33 بار نبی کہا گیا	531
یحییٰ علیہ السلام کا اخذ کتاب	531
نبی ﷺ کا تعلیم الکتاب	531
یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کی نرم خوئی	531
یحییٰ علیہ السلام و محمد ﷺ اور زکوۃ و تزکی	531
یحییٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ اور صفت تقویٰ	531
احسان للوالدین	532

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام	532
جدہ مسیح علیہ السلام اور نبی ﷺ کی دعا و استعاذہ	532
مریم علیہ السلام و مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے ماویٰ کا ذکر	532
مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کی عبدیت اور اتیاء کتاب	533
مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ اور برکت	533
مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کو حکم عبادت تا حیات	533
عیسیٰ علیہ السلام اور تائید روح القدس اور محمد ﷺ اور تائید جنود الٰہی	533
عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مقصد بشارت نبوی ﷺ تھا	534
اسم پاک احمد ﷺ پر احادیث نبوی	535
اسم پاک احمد ﷺ پر اشعار عرب	536
قبل از بعثت	536
اسم پاک احمد پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ و کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار بحیات نبوی ﷺ	537
صحابہ رضی اللہ عنہم اور علی مرتضیٰ و سیدہ فاطمہ کے اشعار اسم پاک احمد ﷺ پر بعد از وفات نبوی ﷺ	538
نبی کریم ﷺ سے پیشتر کسی شخص کا اسم احمد ﷺ سے موسوم نہ کرنا	539
بعد از نبی ﷺ اکثر اکابر امت کا اس نام سے موسوم ہونا اور 53 مشہور اسماء کی فہرست نبی کریم ﷺ کی شاہد ہیں	539

مضامین	صفحہ نمبر
نبی ﷺ شاہد ہیں	542
نبی ﷺ مبشر و نذیر ہیں	543
نبی ﷺ داعیاً الی اللہ باذنہ ہیں	544
نبی کریم ﷺ سراجاً منیرًا ہیں	546
باب 6	
رحمۃ للعالمین ﷺ	548
قرآن مجید میں للعالمین کا لفظ کس کس کے لئے ہے؟	548
نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا قومی امتیازات سے بالاتر ہونا	549
نبی کریم ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا	550
نبی ﷺ کی رحمت مختلف اقوام پر و نبی کریم ﷺ کی رحمت مختلف طبقات پر	550
نبی کریم ﷺ کی رحمت یہود پر	551
نبی کریم ﷺ کی رحمت عیسائیوں پر	552
رحمۃ للعالمین ﷺ اخوت کی تعلیم دیتا ہے	553
رحمۃ للعالمین ﷺ خالص انصاف کا حکم دیتا ہے	553
رحمۃ للعالمین ﷺ شہادت کی توثیق فرماتا ہے	553
رحمۃ للعالمین ﷺ بیوی کا درجہ اور حقوق بتاتا ہے	554
رحمۃ للعالمین ﷺ انسان کی جان کی قدر و قیمت کا اندازہ ظاہر کرتا ہے	554

مضامین	صفحہ نمبر
رحمۃ للعالمین ﷺ جنگ میں بھی رحیمانہ اصول قائم فرماتا ہے	555
رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم والدین کی اطاعت پر	556
رحمۃ للعالمین ﷺ نے معافی کی فلاسفی ظاہر فرمائی	556
رحمۃ للعالمین ﷺ نے زنا کی برائی پر کیسی دلیل پیش کی	556
رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم حرمت شراب وقمار پر	557
رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت کا عالم کے لئے عام ہونا	557
رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت اور رافت کا خاص کیلئے خاص ہونا	557
باب 7	
حب النبی ﷺ	558
لفظ عشق کا استعمال قرآن وحدیث میں نہیں ہوا	558
عشق کے لغوی معنی، محبت اور عشق میں فرق	558
محبت کی صفت	559
جود وسخائے نبوی ﷺ	561
عدل وانصاف	562
نجدت وشجاعت	563
تواضع	564
حیاء	565

نبی کریم ﷺ کے خطوط کے عکس

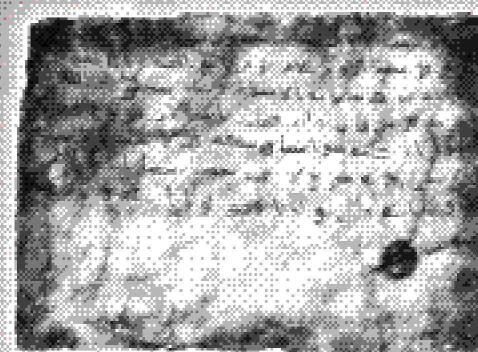
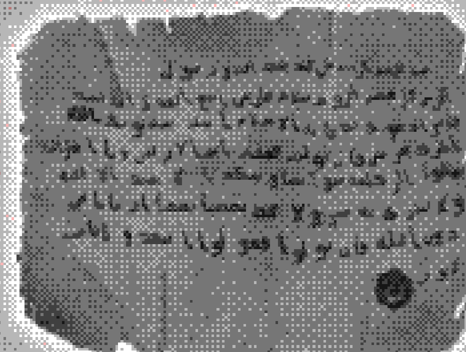
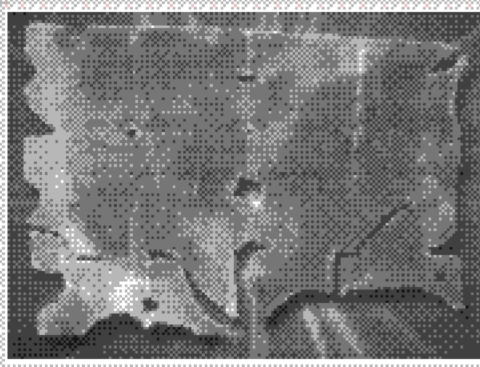

مضامین	صفحہ نمبر
شفقت ورافت	565
عفووکرم	566
زہد فی الدنیا	567
طریقہ نبوی کی جامع حدیث	569
عام اخلاق	569
محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بابت عروہ بن مسعود کا بیان	571
محبت نبوی ﷺ پر زید کا حلفیہ بیان	571
عبید اللہ بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ اور محبت نبوی ﷺ	571
ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کی محبت	572
انس وعثمان وغنی وعلی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور محبت نبوی ﷺ	572

مضامین	صفحہ نمبر
جذباتِ محبت	572
کن بزرگوں کی محبت عین محبت نبوی ﷺ ہے	575
دعائے محبت	576
باب ہشتم 8	
لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ والْحِسَابَ	577
دنیا کے مشہور سنین کی تاریخیں اور ہر ایک تاریخ کا سنہ ہجری سے تطابق	577
جدول آغاز شہور سنین نبوت ﷺ	578
قصیدہ درحمدِ باری تعالیٰ	593

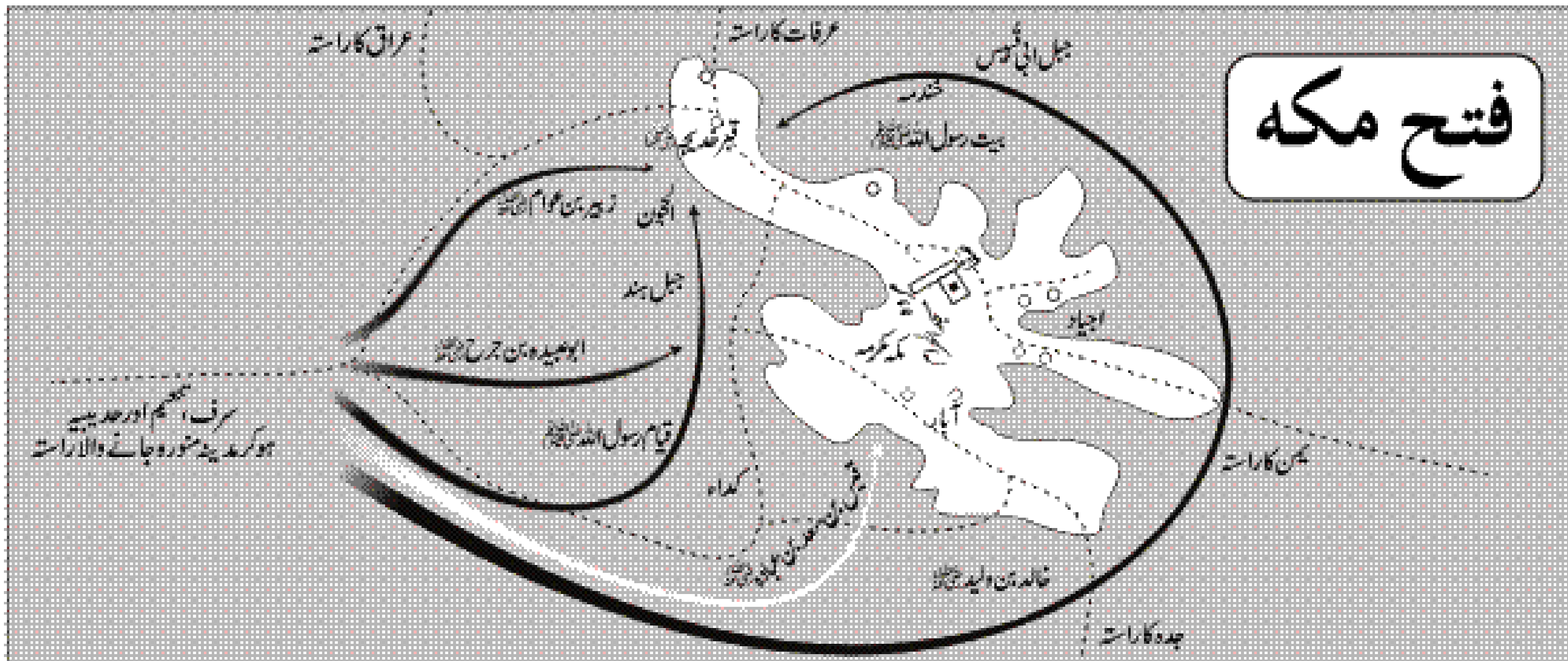

فہرست مضامین رحمة للعالمین جلد سوم

مضامین	صفحہ نمبر
مقدمہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ	599
تمہید از مصنف	602
باب 1	
خصائص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	603
خصوصیت نمبر 1	603
خصوصیت نمبر 2	607
خصوصیت نمبر 3	608
خصوصیت نمبر 4	609
خصوصیت نمبر 5	611
خصوصیت نمبر 6	613
خصوصیت نمبر 9,8,7	615
خصوصیت نمبر 10	618
خصوصیت نمبر 11	621
خصوصیت نمبر 12	624
خصوصیت نمبر 13	631
خصوصیت نمبر 14	634
خصوصیت نمبر 15	635
خصوصیت نمبر 16	640
خصوصیت نمبر 17	643
عرب	643
یہود	646
نصاریٰ	647
ہندو اقوام	649
مجوس	650
خصوصیت نمبر 18	651
خصوصیت نمبر 19	652
خصوصیت نمبر 20	656
خصوصیت نمبر 21	657
خصوصیت نمبر 22	659
خصوصیت نمبر 23	661
خصوصیت نمبر 24	664
خصوصیت نمبر 25	667

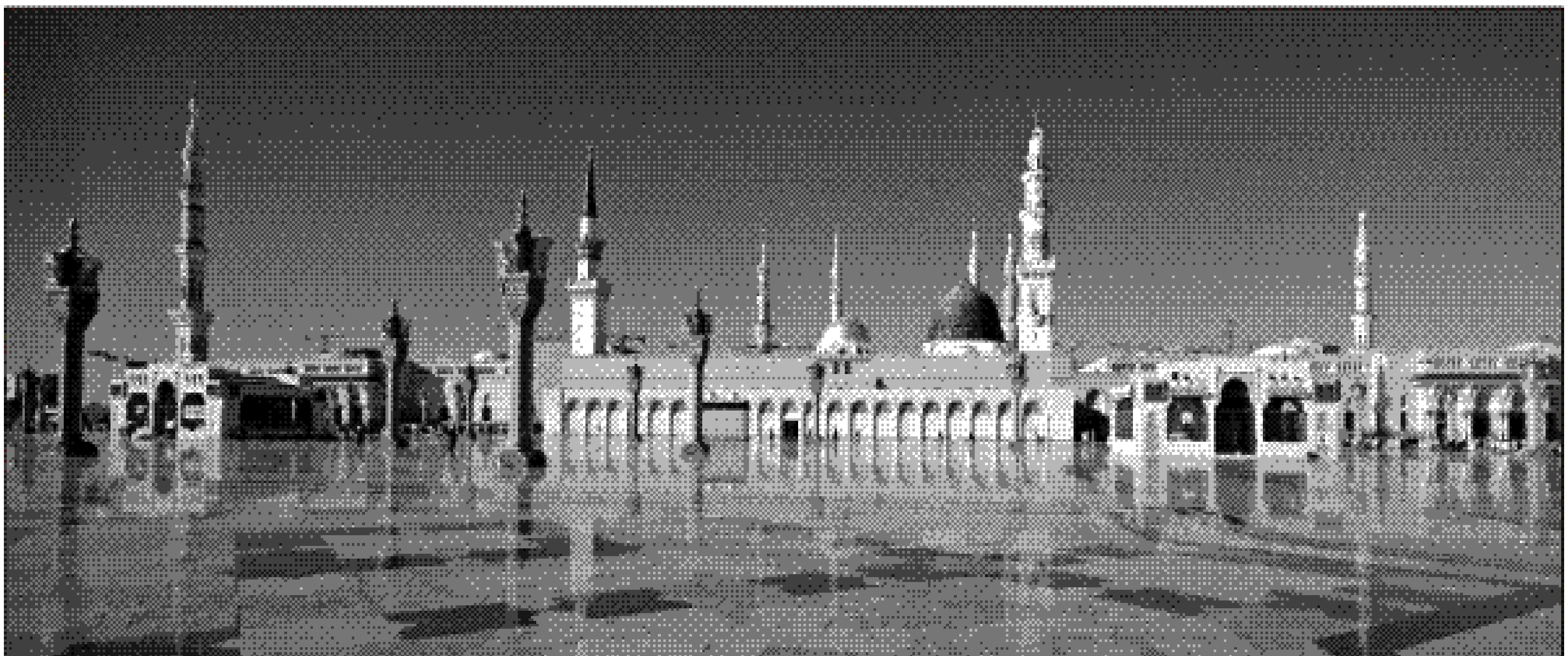

مضامین	صفحہ نمبر
خصوصیت نمبر 26	677
حالات نوح علیہ السلام	678
حالات ابراہیم علیہ السلام	678
حالات اسحاق علیہ السلام	679
حالات یعقوب علیہ السلام	679
حالات یوسف علیہ السلام	679
حالات داؤد علیہ السلام	679
حالات سلیمان علیہ السلام	680
حالات ایوب علیہ السلام	680
حالات موسیٰ علیہ السلام	681
حالات ہارون علیہ السلام	681
حالات زکریا علیہ السلام	681
حالات یحییٰ علیہ السلام	682
حالات عیسیٰ علیہ السلام	682
حالات الیاس علیہ السلام	683
حالات اسماعیل علیہ السلام	683
حالات الیسع علیہ السلام	684
حالات یونس علیہ السلام	684
حالات لوط علیہ السلام	684

مضامین	صفحہ نمبر
خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ﷺ	686
نصرت بالرعب	686
روئے زمین کا مسجد وطہور ہونا	688
حلت مغانم	689
عطائے منصب شفاعت	690
بعثت عامہ	692
جوامع الکلم کا عطیہ	692
معراج	693
ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء علیہم السلام کی ملاقات کا راز	702
قرآن کریم اور معراج شریف	703
بیداری وخواب کی بحث	705
معجزات نبویہ ﷺ	707
پانی کا معجزہ	711
دودھ کی برکت	715
تکثیر طعام	717
حنین جزع	719
حیوانات پر اثر	721
افلاک پر اثر معجزہ شق القمر	722
اس معجزہ کی توثیق	732

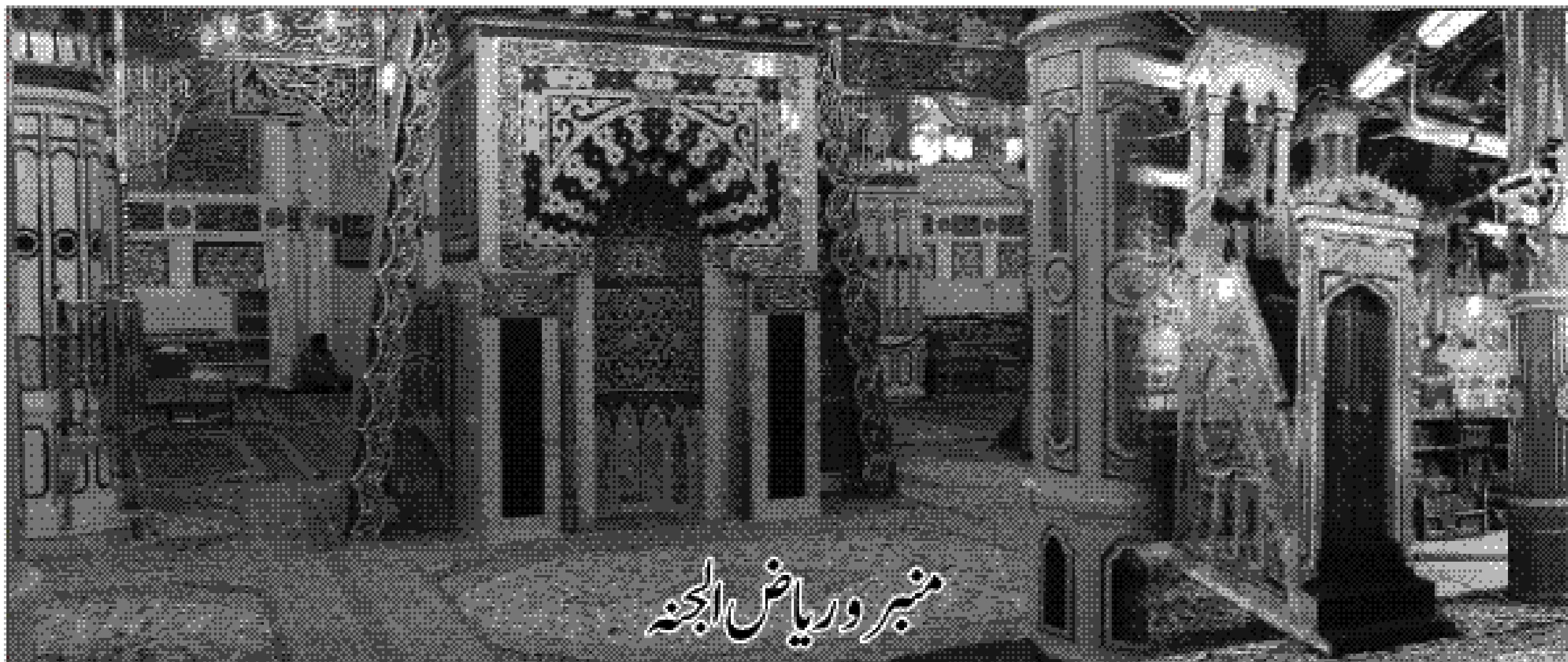

مضامین	صفحہ نمبر
معجزات قسم دوم	725
اطلاع اخبار مستقبلہ	726
جہاز بحری کی اطلاع	726
پیش گوئی	727
فتوحات ممالک کی پیش گوئی	727
فتح مصر کی پیش گوئی	728
ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیش گوئی	728
شاہ ایران کے متعلق پیش گوئی	729
معجزات قسم سوم	729
393 سال پیشتر کی پیش گوئی	729
654 سال پیشتر کی پیش گوئی	730
656 سال پیشتر کی پیش گوئی	731
700 سال پیشتر کی پیش گوئی	731
855 سال پیشتر کی پیش گوئی	731
1348 سال پیشتر کی پیش گوئی	731
زمانہ حال کی پیش گوئی	732
دورِ حاضر کی پیش گوئی	732
معجزات نبوی ﷺ	733
قتل سے مصئون رہنے کی دعاء	734
دعائے عفت	734
سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	735
عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	736
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	736
مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	736
تکبر کی سزا	736
شکستہ استخوان کی دُرستی کا معجزہ	736
اسماء الرسول ﷺ	737
سنت مصطفویہ ﷺ	755
اَلْمَعْرِفَةُ رَاسُ مَالِیْ	755
اَلْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ	757
وَالْحُبُّ اَسَاسِی	759
وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ	763
ذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ	764
اَلثِّقَةُ کَنْزِیْ	769
وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ	770
وَالْعِلْمُ سَلَاحِی	771
وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ	774
وَالرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ	779

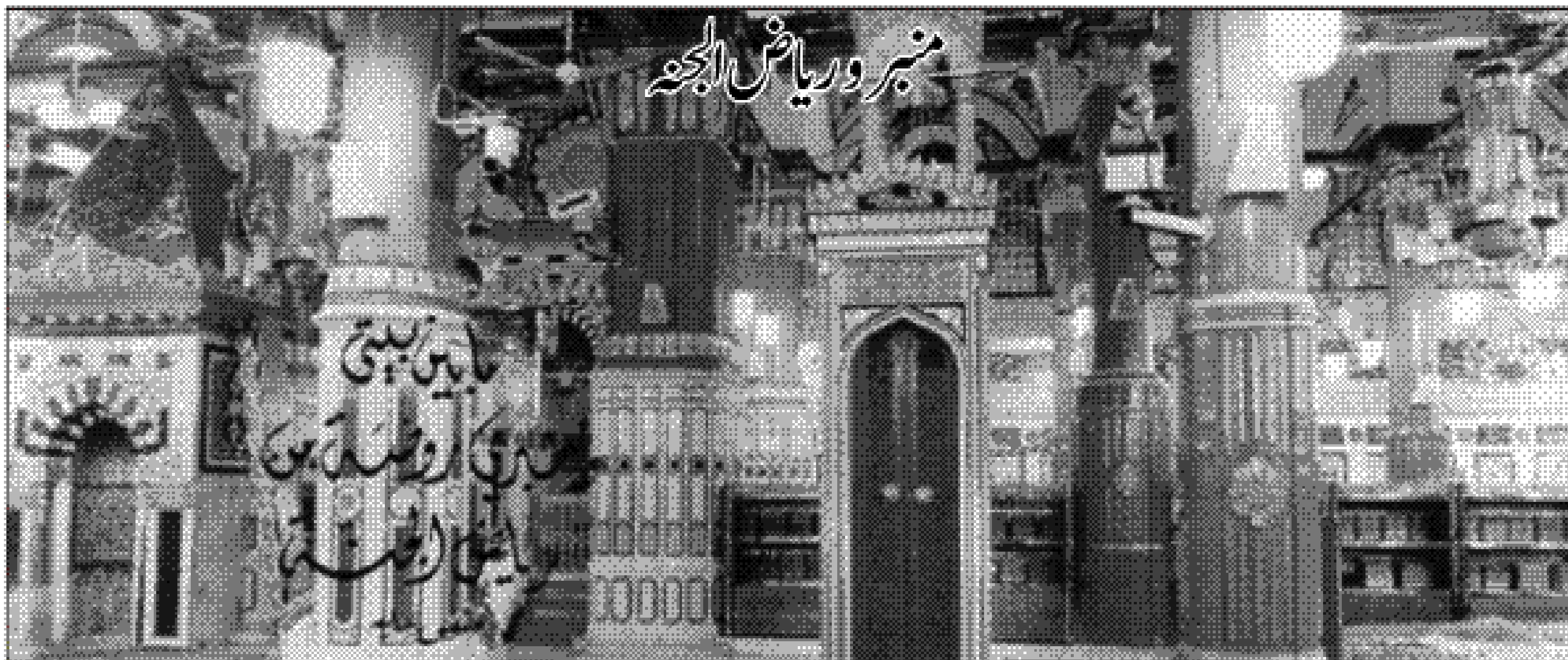

مضامین	صفحہ نمبر
وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ	781
وَالزُّهْدُ حِرْفَتِیْ	783
وَالْيَقِيْنُ قُوَّتِیْ	783
وَالصِّدْقُ شَفِيْعِیْ	785
وَالطَّاعَةُ حَسْبِیْ	786
وَالْجِهَادُ خُلُقِیْ	787
وَقُرَّةُ عَيْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ	789
باب 2	
خصائص القرآن	791
ضرورت قرآن	791
فصاحت وبلاغت قرآن	792
معانی عالیہ ومضامین نادرہ	803
تاثیر قرآن	804
نمونہ تعلیم قرآن	806
قبولیت قرآن	807
خصوصیت قرآن مجید	808
قرآن مجید کا مصنف	812
قرآن مجید کی پیش گوئیاں	814
قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں	814
پہلی پیش گوئی کہ اس کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا	814
دوسری پیشگوئی کہ قرآن مجید زمین پر ہمیشہ محفوظ رہے گا	815
نقشہ حروف تہجی	819
تیسری پیشگوئی بابت جمع قرأت قرآن مجید	822
چوتھی پیشگوئی کہ قرآن مجید کا حفظ رکھا جائے گا	822
پانچویں پیشگوئی کہ قرآن مجید کا حفظ کر لینا آسان ہوگا	822
چھٹی پیش گوئی کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی	823
ساتویں پیش گوئی کہ کوئی بطلان قرآن کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے گا	823
اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں	824
پہلی پیش گوئی	824
دوسری پیش گوئی	825
تیسری پیش گوئی	826
چوتھی پیش گوئی	828
پیش گوئی کہ لڑائیوں میں مسلمانوں کو ہی غلبہ رہے گا	829
پیش گوئی کہ روئے زمین پر مسلمانوں کو حکومتیں حاصل ہونگی	830
پیش گوئی کہ اہل ایمان کی دنیوی حالت اچھی ہو جائے گی	830
مہاجرین کے متعلق تین پیش گوئیاں	831
پیش گوئی کہ تنگدستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے	831

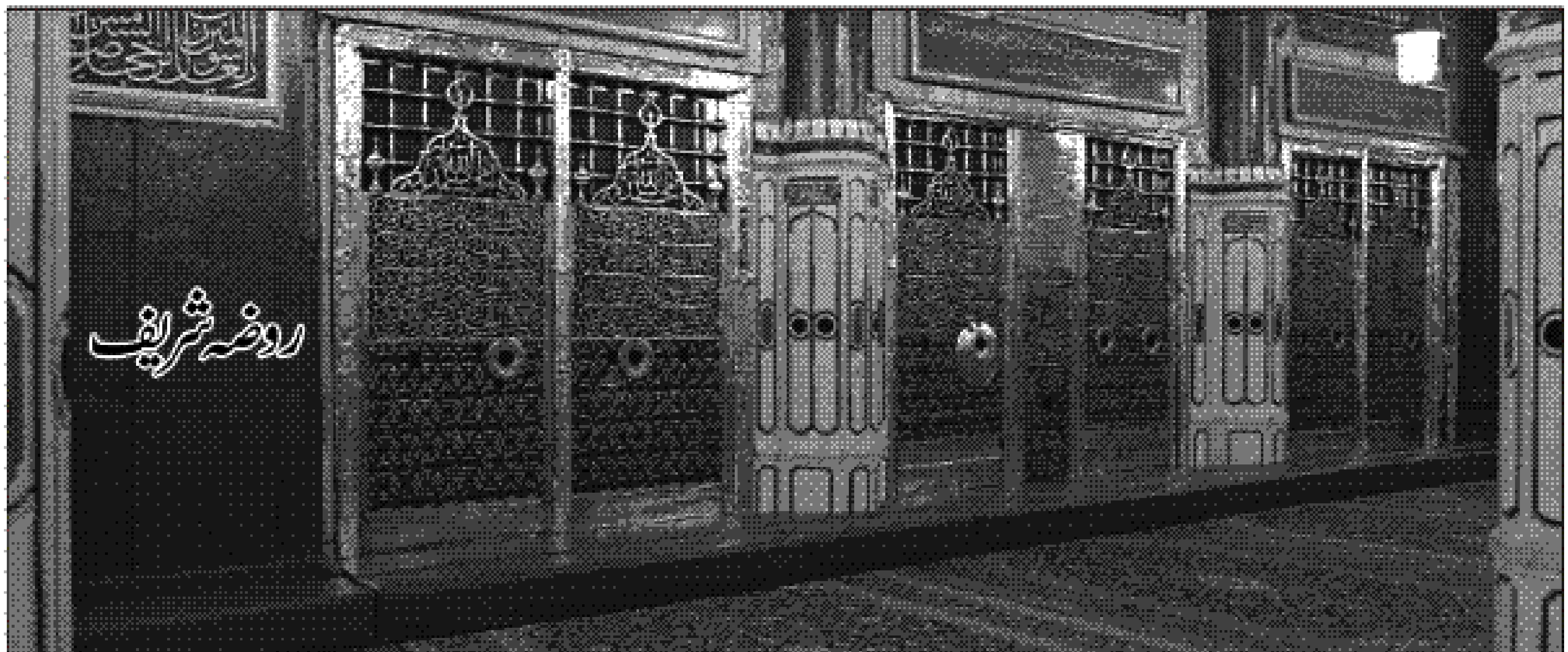

مضامین	صفحہ نمبر
پیش گوئی کہ عرب میں بت پرستی معدوم ہوجائے گی	832
پیش گوئی کہ مہاجرین کو دنیا میں اچھا ٹھکانا ملے گا	833
پیش گوئی کہ اصحاب رسول ترقی و کمال حاصل کریں گے	833
زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش گوئی	834
غیر اقوام کے مسلمان ہونے کی پیش گوئی	834
اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں	835
پیش گوئی کہ قرآن مجید کے مخاطبین اولی میں فتنہ عام برپا ہوگا	839
مستہزئین مکہ کے متعلق پیش گوئی	839
قریش کے دشمنوں کے متعلق پیش گوئی	841
کفار مکہ کے متعلق پیش گوئی	843
کفار عرب کے متعلق پیش گوئی	843
پہلی پیش گوئی کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کرسکیں گے	843
دوسری پیش گوئی کہ مشرکین عرب مرعوب ہوں گے	843
اہل مکہ کے خلاف دو پیشگوئیاں	844
ابولہب کے متعلق پیش گوئی	845
ابولہب کی عورت کے متعلق پیش گوئی	844
منافقین کے متعلق پانچ پیش گوئیاں	845
مخلفین جہاد کے متعلق دو پیش گوئیاں	848
غزوات نبوی ﷺ کے متعلق پیشگوئیاں	850
یہود اور منافقین کے معاہدات پر دو پیش گوئیاں	852
مسلمانوں کی تعداد کے متعلق پیش گوئی	854
یہودیوں کے متعلق 9 پیش گوئیاں	855
عیسائیوں کے متعلق تین پیش گوئیاں	858
سلطنت روما و ایران کے متعلق دو پیشگوئیاں	859
باب 3	
خصائص اسلام	862
اسلام ہی دین التوحید ہے	862
اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے	867
اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے	872
اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلہ کو حل کیا	877
اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے	879
تذئیل	884
اسلام ہی دین العمل ہے	885
اصول ارث و مواریث	886
اسلام ہی بانی اخوت ہے	889
اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند کیا	895

گنبدِ خضریٰ

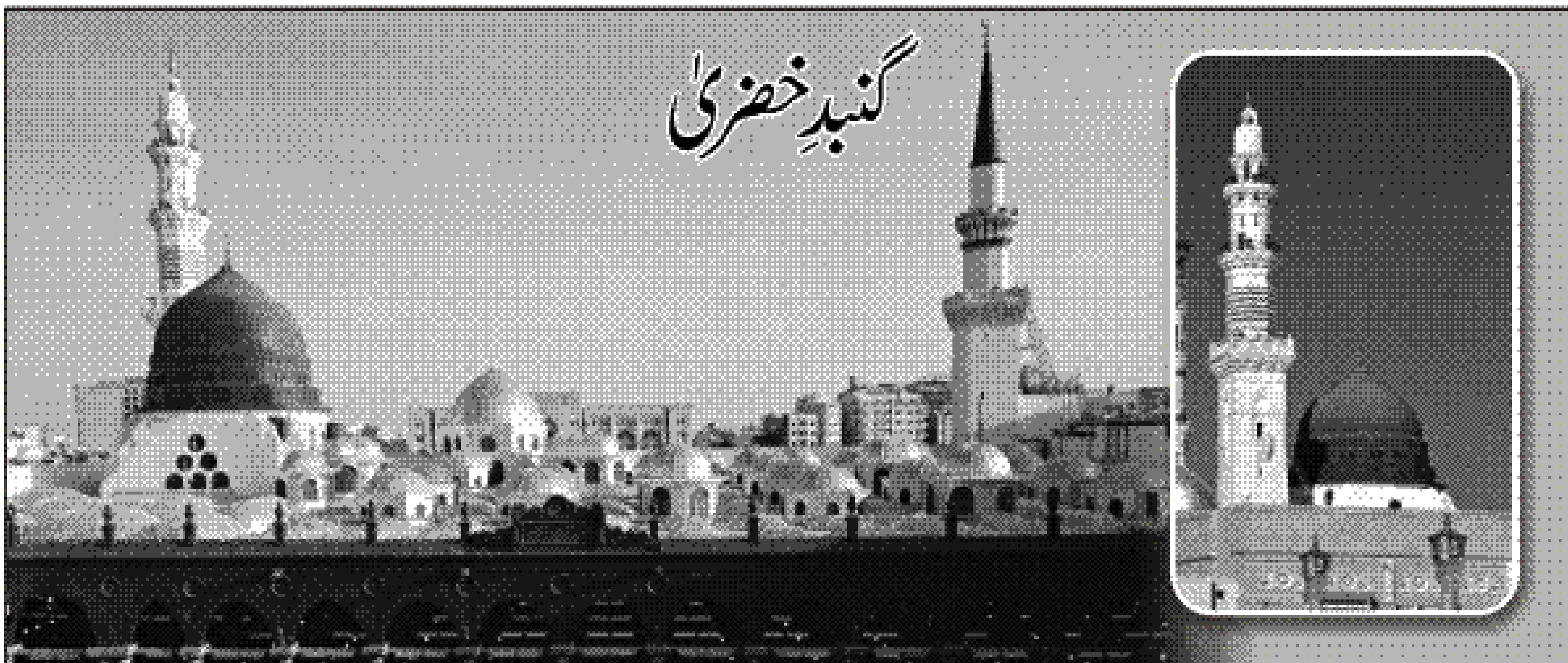

مضامین	صفحہ نمبر
اسلام ہی غیر متعصب دین ہے	898
اسلام ہی دین المحبت ہے	903
اسلام ہی مساوات کا بانی ہے	908
اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا	912
اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے	914
اسلام ہی اپنے مہدو گہوارہ میں آج تک قائم ہے	915
اسلام ہی دین تمدن ہے	916
اسلام ہی فیض رساں دین ہے	920
اسلام ہی نے ہدایت الٰہیہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کے لئے عام بنایا	923
اسلام دین البر ہے	927
اسلام دین التقویٰ ہے	928
اسلام دین الصدق ہے	931
اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے	933

لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة
Verily in the messenger of Allah ye have a good example
Lokasher

لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۃ الحرمین

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ایسا بابرکت، ایمان افروز اور پاکیزہ موضوع ہے، اس کا جتنا بھی مطالعہ کیا جائے کم ہے۔ ہر مسلمان کی یہ عزیز ترین متاع حیات ہے۔ اسوۂ حسنہ کی روشنی، ذہنی، فکری، اعتقادی اور عملی زندگی کی آبیاری کرتی ہے۔ مردہ دلوں کو زندہ، سرسبز وشاداب اور اپنی عطر بیزی سے اس کائنات کو معطر، منور اور مبارک کرتی ہے اور بنی نوع انسان کے قلب ودماغ کو روشن کرتی اور انکی تعمیری، فکری اور عملی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے اور برگشتہ انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے برسرِ عمل اور مستعد کرتی ہے۔

ہر وہ شخص جو اللہ عزوجل کی وحدانیت وحقانیت کا دل وجان سے اقرار کرتا ہے اور عبدیت کا حق ادا کرنا چاہتا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات، حسب ونسب، نجابت وشرافت، اخلاق وکردار، طور اطوار، اندازِ تمدن ومعاشرت، ذاتی، خانگی، اجتماعی، ملکی، ملی معاملات، اپنوں اور بیگانوں سے آپ ﷺ کا برتاؤ اور طرزِ عمل سیرت وکردار کے آئینہ میں ضرور جاننا چاہتا ہے۔ دوسروں سے آپ ﷺ کی ذات گرامی کا موازنہ اور حیات طیبہ ﷺ کے ہر ہر گوشہ کا مطالعہ اپنے ایمان ویقین کا حصہ تصور کرتا ہے۔ کیونکہ اس ذات بابرکات سے تعلق ہی آدمی کو ایک اچھا انسان اور راسخ العقیدہ مسلمان بناتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس زندگی کے ہر مرحلہ، موقع اور مقام پر انسانوں کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [33:الاحزاب:21]

''آپ کی حیات مبارکہ ہی سب سے بہترین نمونہ ہے''

نبی کریم ﷺ کا کام صرف احکام کی تبلیغ وارشاد ہی نہ تھا۔ بلکہ ان احکام وفرائض کا عملی اجراء ونفاذ بھی آپ ﷺ کے پیغمبرانہ واجبات اور تبلیغی ذمہ داریوں کا حصہ تھا۔ سب سے پہلے خود پیغمبر اسلام ﷺ نے اللہ عزوجل کے احکامات کو اپنی عملی زندگی میں لاگو کر دکھایا تاکہ بنی نوع انسان کے لیے کسی قسم کی استثنائی صورت پیدا نہ ہو۔ عداوت، مخالفت، طعن زنی معنوی اور مادی نقصانات کی پروانہ کرتے ہوئے آپ اپنے مشن کی تکمیل میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف رہے۔

اخلاق عالیہ، گفتار، کردار، معاملات معمولات، نرم دلی، عفو وحلم، انصاف، دادرسی، حقوق کا تحفظ، فرائض کی انجام دہی اور ملک وملت سے وفا، کس کامیاب انسانی معاشرے کی ضرورت نہیں ہے؟ ان سب معاملات میں سیرۃ النبی ﷺ ہماری رہنمائی کے لئے سب سے اولین اور زرّیں دستور حیات ہے۔ کیونکہ دین اسلام کے احکام اور وہ اعلیٰ وارفع ربانی تعلیمات جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو سکھلائی تھیں ان سب کا عملی اظہار در حقیقت قرآنی تعلیمات کی ہی عملی تفسیر اور تعبیر تھی۔ توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صبر واستقلال، توکل علی اللہ، جیسے اخلاق عالیہ پر عمل پیرا ہونا ہی توحید پرست انسان کی نجات کا بنیادی ذریعہ ہے۔ گویا آپ ﷺ ان اعمال واخلاق حسنہ کی عملی اور مجسم تصویر تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق اور معمولات بیان فرمایئے، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں کہ کیا آپ قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کرتے۔؟

كَانَ خُلُقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ الْقُرْاٰنَ ''آپ ﷺ قرآنی اخلاق سے متصف تھے۔''

قرآن کریم دراصل سیرۃ النبی ﷺ پر سب سے معتبر اور مستند کتاب ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک واقعہ قرآن کریم کی حقیقی ترجمانی، تفسیر، تعبیر اور عملی تصویر ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر امور اور احکامِ قرآنی پر کیسے عمل پیرا ہونا ہے؟ معروف و منکر کو کیسے جانچنا ہے؟ نیکی و بدی کے فرق کو کیسے معلوم کرنا ہے؟ فلاح و کامرانی کیسے اور کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ ان سب امور کی تشریح و توضیح کے لئے پیغمبر ﷺ کا اسوۂ حسنہ رہبری و رہنمائی کے لئے پوری آب و تاب سے موجود ہے۔

آپ ﷺ احکام الٰہی کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف و مشغول رہے۔ ان اعمالِ جلیلہ کی بجا آوری میں راستہ کی کسی مشکل اور رکاوٹ کو پرکاہ سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ آپ ﷺ کی تیئیس (23) سالہ زندگی اس مشن کی تکمیل اور اطاعت گزاریوں سے عبارت ہے۔

دعوتِ دین کے ساتھ ساتھ ستائے اور تڑپائے جانے والے احباب کی خبر گیری، دل جوئی، ان کے لیے مناسب حال بندوبست آپ کی خداداد مدبرانہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے بے خانماں مہاجرین کی آباد کاری، نومولود اسلامی سلطنت کا استحکام، مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں یہود اور دیگر قبائل عرب سے معاہدے، بیرونی خطرات، مسلط کی گئی جنگیں، دفاعی حکمتِ عملی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علمی و عملی تربیت، احکام دین کی تشریح و توضیح، رجالِ کار، مبلغین و دعاۃ کی فکری و نظری رہنمائی کے ساتھ ساتھ خاندانی اور خانگی امور کی باحسن بجا آوری جیسے تمام امور کی انجام دہی آپ ﷺ کے معمولات مبارکہ تھے، جسے آپ بڑی ذمہ داری اور خداداد قائدانہ صلاحیتوں سے سرانجام دے رہے تھے۔ مقدس زندگی کا ایک ایک گوشہ، جلوت خلوت، عملی زندگی کے تمام تر زریں اصول آج امت مسلمہ کے سامنے دن کے اجالے کی طرح واضح اور آشکارا ہیں۔ ان امور سے آگاہی اور اسے اپنی عملی زندگی بنانا اور حتی المقدور وہ اصول و قواعد جن پر نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں عمل فرمایا اسے اسوۂ حسنہ کے طور پر اپنانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہ دنیاوی کامیابی و کامرانی کے ساتھ ساتھ اخروی نجات اور اللہ احکم الحاکمین کی خوشنودی اور تقرب کا بھی باعث ہے۔

انسانی معاشرہ تجدد و تغیر پذیر ہے۔ نسلی و علاقائی امتیاز، حالات و مواقع، مزاج کی رنگارنگی، ترجیحات کا واضح فرق، دوسروں پر بالا دستی اور تفوق زمانے کا ایک عام دستور ہے۔ نبی اور رسول اسی دینی اور دنیاوی خرابیوں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ نبی کریم ﷺ آخری پیغمبر اور رسول تھے۔ ان پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب نہ تو کوئی نبی اس کائنات کی رہبری اور رہنمائی کیلئے مبعوث ہو سکتا ہے اور نہ قرآن کریم کے بعد کوئی آسمانی کتاب نازل ہو سکتی ہے۔ لیکن دنیا تو قائم ہے۔ یہاں بسنے والے انسانوں کو ہدایت و رہنمائی کی تو ہر وقت ضرورت ہے۔ اسلامی شریعت دائمی اور قیامت تک کے لئے ابدی ہے۔ جو تمام زمانوں اور تمام انسانوں کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ اس شریعت مطہرہ میں انسانی گروہوں کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، علاقائی سب مجبوریوں، ضرورتوں اور مصلحتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ عزوجل کی طرف سے نبی آخر الزماں ﷺ کی زندگی کو نمونۂ عمل نہ قرار دیا ہوتا تو آج گم گشتہ انسانیت کس کے دامن سے وابستہ ہوتی؟ اور اپنی انارکی، خلفشار، بدامنی اور بے دینی کا حل کیسے تلاش کرتی؟ اپنی خوش بختیوں اور سعادت مندیوں کے لئے کس کو اپنا رہبر تسلیم کرتی۔

آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ پندرہ (15) صدیاں گزرنے کے باوجود مسلمانانِ عالم بلکہ پوری نسل انسانی کی رہنمائی اور ہدایت کا سامان ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس اعتقادات، عبادات، ایمانیات، اخلاقیات، معاشرت، معیشت،

معاملات، انفرادی، ازدواجی، ملی، فکری، سیاسی غرضیکہ زندگی کے تمام طبعی مراحل ومنازل میں روشنی، عظمت، کامرانی اور نور کا مینار ہے۔

سیرت طیبہ ﷺ پر تصنیف وتالیف کا سلسلہ عہد اسلام کی تاریخ جتنا ہی قدیم ہے اور یہ ایسا موضوع ہے جس کی رعنائی و زیبائی اور عطر بیزی دنیا کی ہر زندہ زبان میں دیکھی اور محسوس کی جاسکتی ہے اور شاید ہی دنیا کی کوئی ایسی زبان ہو جو سیرت النبی ﷺ کے پاکیزہ ادب کی لطافتوں اور رعنائیوں سے محروم ہو۔

مؤرخانہ بصیرت، اسلوب بیان کی ندرت، مثبت انداز بیان، داعیانہ شیریں بیانی، جاندار اور پر حکمت اسلوب، شستہ انداز تحریر یہ تمام کمالات کا کسی شخصیت میں یکجا ہونا بظاہر ناممکن اور مشکل ہے۔لیکن اللہ عزوجل کا لطف وکرم اور اعزاز دیکھئے کہ ہمارے ممدوح قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ مصنف "رحمۃ للعالمین" اُن سب اوصاف حمیدہ اور اطوار جلیلہ سے متصف تھے۔ انہی اوصاف کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی تصانیف کو شرف قبولیت سے نوازا کہ پون صدی گزر جانے کے باوجود مصنف "رحمۃ للعالمین" آج بھی تصنیف وتالیف کی دنیا سے اپنا لوہا منوا رہے ہیں۔

قاضی صاحب نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا، اعتماد ویقین اور ذمہ داری سے تحریر کا حق ادا کیا۔ انداز تحریر میں تلخی تو بہت دور کی بات، پوری کتاب کا مطالعہ کر لیجئے ایک سطر بھی موضوع اور محل سے ہٹی نہ ہوگی۔ استدلال کی فراوانی اور موقع محل کی مناسبت سے آیات و احادیث کا برمحل استدلال تصنیف کی قدر ومنزلت میں اور بھی اضافہ اور شان پیدا کر دیتا تھا۔

اس کتاب "رحمۃ للعالمین" کو "رب العالمین" نے ایسی قبولیت وشرف عطا فرمایا کہ اس کی مثال اس پوری صدی میں ملنی نا صرف مشکل بلکہ محال ہے یہ خوش بختی وسعادت مصنف "رحمۃ للعالمین" کے ساتھ ہی خاص ہے۔

مصنف کے منفرد انداز نگارش، حسن بیان، حسن ترتیب، حسن انتخاب، عشق مصطفوی ﷺ، اثر انگیزی، دل آویزی معلومات کی ترتیب ویکجائی، روایت ودرایت، تحقیق وتبویب کے باعث جلالت علمی کا خوبصورت اظہار اور تصنیفی دنیا کا لازوال شاہکار ہے کہ لکھے ہوئے الفاظ زندہ حقیقتوں اور بولتی صداقتوں کا خوبصورت نمونہ نظر آتے ہیں کہ بے ساختہ قاری کے ہاتھ مصنف "رحمۃ للعالمین" کی بلندیٔ درجات کے لئے بارگاہ "رب العالمین" میں دعائے خیر کے لئے اُٹھ جاتے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایک منفرد، علمی، فکری، دعوتی اور تربیتی انسٹیٹیوٹ (Institute) ہے۔ جو دور حاضر کے تمام جدید وسائل وذرائع ابلاغ آڈیو، وڈیو، انٹرنیٹ کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مشن میں ہمہ وقت مصروف ہے۔

الحمدللہ! فتاویٰ آن لائن اور اس کا ٹول فری فون (0800-11777) نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا میں بسنے والے مسلمان خواتین وحضرات کی دینی، معاشی، روحانی، معاشرتی، سماجی مشکلات اور مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی کا فریضہ گزشتہ تین برس سے بڑی باقاعدگی سے سرانجام دے رہا ہے۔ وبنعمتہ تتم الصالحات

اس کے علاوہ "مرکز الحرمین الاسلامی فیصل آباد، پاکستان" تھوڑے ہی عرصہ میں تفاسیر، احادیث، فقہ، تاریخ، سیرت النبی ﷺ اور دیگر اہم موضوعات پر مشتمل لاکھوں روپے کی کتب انتہائی ارزاں (خرید اور لاگت سے کم) تبلیغی نرخوں پر پہنچانے کی

ذمہ داری بڑی عقیدت اور اخلاص سے ادا کر رہا ہے۔

ان تبلیغی کتب میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی سیرۃ النبی ﷺ پر شہرۂ آفاق اور انتہائی معتبر اور پسندیدہ کتاب "رحمۃ للعالمین" بھی ہے۔

مارکیٹ میں بے شمار پبلشرز کی طبع شدہ یہ کتاب عام دستیاب ہے۔ لیکن بد قسمتی سے کوئی بھی نسخہ اس خوبصورت کتاب کے حوالہ سے پورے طور پر مکمل نہیں۔ کتاب جس عنایت، علمی محبت، توجہ اور معیار کی محتاج تھی۔ اس طرف قطعاً کوئی قابل ذکر توجہ نہ دی گئی۔ بعض اداروں نے اس کتاب کو مختلف انداز سے شائع کیا ہے، لیکن کتاب جس تحقیق، تخریج، تعلیق، نئے پرانے نسخہ جات کا تقابل، ابواب کی صحیح تقسیم، آیاتِ قرآنی کا ترجمہ، اشعار کی تصحیح، اعراب کی درستگی، غیر مسلم محققین مصنفین اور مستشرقین کے صحیح نام، ائمہ اور اکابر ملت کا تذکرہ اور دیگر امور جو کتاب کی افادیت و اہمیت کو اور زیادہ خوبصورت اور کتاب کی قدر و منزلت اور افادیت میں اضافہ کا سبب بن سکتے تھے۔ قطعاً قابل اعتناء نہ سمجھا گیا اور نہ ان امور کی طرف کوئی خاص توجہ دی گئی۔

اس کمی کو پورا کرنے کے لئے "مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد، پاکستان" کے علمی رفقاء نے اس عظیم ذمہ داری کی سعادت کا بیڑا اُٹھایا۔ سابقہ حوالہ جات کی ترقیم و ترتیب، تبویب، تفہیم کے ساتھ ساتھ کچھ مزید مفید فٹ نوٹس کا اضافہ کیا۔ جو بہت حد تک سابقہ کمی کو پورا کرتا ہے۔ دو سال کی مسلسل محنت شاقہ کے بعد یہ علمی شاہکار اپنی معنویت، افادیت، تخریج، تحقیق تعلیق کے ساتھ ساتھ کاغذ، طباعت، ٹائٹل اور پرنٹنگ کے اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ ہے۔ جو "مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد، پاکستان" کے رفقاء و معاونین کی محبت، محنت، تحقیق، تخریج، تعلیق اور اخلاص کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دیگر اور بھی کئی کتب پر اسی نوعیت کا علمی، تحقیقی اور فکری کام ہو رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل ہمیں اپنے نیک مقاصد اور ارادوں میں کامیاب فرمائے۔

آخر میں اپنے برادر عزیز **محمد جاوید ناصر** کے لیے خصوصی دعا گو اور شکر گزار ہوں کہ جس کی ایک خواہش "مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد، پاکستان" کی بنیاد اور اساس ٹھہری کہ یہ ناچیز دین کی آبیاری، اعلاء کلمۃ اللہ اور تصنیف و تالیف کی دنیا میں مشنری جذبہ سے اپنی زندگی کی اصل منزل کی طرف کشاں کشاں گامزن ہو گیا۔ ناسپاسی ہوگی کہ میں اس کتاب کو مفید تر بنانے میں اپنے علمی و فکری معاون سماحۃ الشیخ عبداللطیف سرور حفظہ اللہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا نہ کروں جن کی قدم قدم پر رہنمائی اور علمی معاونت اس کتاب کو مفید تر بنانے میں میرے ساتھ رہی۔

برادرم رانا شبیر احمد، ایم انور جاوید، شیخ محمد عرفان، محمد یحییٰ فاروق اور دیگر معاونین اور رفقاء بھی بطور خاص ہم سب کے شکریہ اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔ جن کی علمی، فکری اور نظری رہنمائی کے ساتھ ساتھ مادی اور معنوی تعاون بھی اس کتاب کی اشاعت کا باعث بنا۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس کتاب کے مصنف کی بخشش کے ساتھ ساتھ ہماری اس عاجزانہ کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ ادارہ اس کے بانی، رفقاء، معاونین اور سب مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی محبت و اتباع کا سچا اور حقیقی جذبہ عطا فرمائے اور سیرۃ النبی ﷺ پر اخلاص و عقیدت سے عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

میاں طاہر

مرکز الحرمین الاسلامی فیصل آباد، پاکستان

قاضی محمد سلیمان سلمانؔ منصور پوری رحمہ اللہ

میاں طاہر

مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کی شخصیت علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ایک جید عالم، وسیع النظر مؤلف اور بلند پایہ سیرت نگار تھے۔ آپ دین داری، زہد و ورع، تقویٰ اور للھیت میں یگانہ روزگار شخصیت تھے۔ علوم اسلامیہ کے ساتھ عصری علوم سے بھی بہرہ ور تھے۔ عربی، فارسی اور انگریزی پر مکمل عبور کے ساتھ ساتھ ادیان و فرق باطلہ پر ان عقائد و نظریات کے ماننے والوں سے بڑھ کر معلومات رکھتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ متبحر عالم، محقق اور سیرت نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صاحب طرز انشا پرداز تھے۔ دین اسلام کی حقانیت اور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات سے انہیں خاص انس، لگن بلکہ جنون کی حد تک عشق و محبت تھی۔

''رحمۃ للعالمین'' ان کی ایک یادگار اور خوبصورت تحریر ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ عشق رسول ﷺ کی خوبصورت اور لطیف مہک سے معطر ہے۔ اس کتاب کی ایک ایک سطر کچھ اس قدر رچائی، محبت اور وارفتگی سے لکھی گئی ہے کہ قاری اگر ذمہ داری اور محبت و عقیدت سے اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اپنے آپ کو کبھی مکہ، کبھی مدینہ اور کبھی بدر و حنین کے میدانوں میں پائے گا۔ تحریر میں ایسی شگفتگی اور قلم میں ایسی روانی ہے کہ قاری کتاب پڑھتے پڑھتے عشق و محبت رسول ﷺ میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ ذاتِ رسول ﷺ سے محبت و عشق ان کی سیرت نگاری کا سب سے نمایاں اور خوبصورت عنوان ہے۔ محبت رسول ﷺ کا وہ توشہ کہ جس کے بغیر آخرت کی سعادت و خوش بختی اور خوش نصیبی کا تصور ممکن ہی نہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نالہ نیم شب اور آداب سحر گاہی کی لذت سے خوب آشنا تھے۔ مصنف ''رحمۃ للعالمین'' نے اپنی خوبصورت اور دل آویز نگارشات کے لئے اپنی محبت و عقیدت کے گلہائے عقیدت کے چناؤ کے لئے اسی مبارک اور با سعادت وقت کو موزوں جانا۔ پوری کتاب نمازِ تہجد اور نمازِ فجر کے دوران قلمبند فرمائی۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

دنیائے اسلام میں وہ کون ایسا اردو دان مسلمان ہوگا جو مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کے نام و مرتبہ سے ناآشنا ہو اور وہ کون سا عاشق رسول ﷺ اور متبع سنت ہوگا۔ جس نے سیرت النبی ﷺ کے تمام تر گوشہ، حیات پر محیط کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کا مطالعہ کرنے کی سعادت اور خوش بختی حاصل کر کے اپنے دل و دماغ کو منور اور اپنی زندگی کے چال چلن کو اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی مقدور بھر کوشش نہ کی ہو۔ قاضی رحمہ اللہ صالح، عبادت گزار، خلیق، ملنسار اور دیگر اوصافِ حمیدہ کے حامل، بڑے ہی وضع دار اور متوازن انسان تھے۔

نبی مکرم ﷺ کی دعوت و نبوت کی زندگی تیئیس (23) سالہ جہدِ مسلسل کا عنوان اور روزنامچہ ہے۔

مصنف ''رحمۃ للعالمین'' قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی سعادت و خوش بختی ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر حسین امتزاج اور حسن اتفاق ہے کہ ان کی اسوۂ رسول ﷺ پر مشتمل عدیم المثال کتاب ''رحمۃ للعالمین'' بھی تقریباً تیئیس (23) برس کی محنت شاقہ اور عرق ریزی ہی کا ایک جیتا جاگتا شاہکار ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصورپوری ؒ ایک نورانی چہرہ، بلند قامت، معزز و وجیہ، گوری رنگت، گھنی اور خوبصورت داڑھی، ستواں ناک، خوددار، متحمل مزاج، مسکراتا چہرہ، کشادہ اور باوقار پیشانی، نرم طبیعت، خوش طینت، ریاستی پگڑی اور چوڑی دار پاجامہ پہننے والے بزرگ تھے۔ عالمانہ سنجیدگی اور وقار جن کا اوڑھنا بچھونا، وعظ و ارشاد جن کی زندگی کا مشن تھا، آپ قلم و قرطاس سے منسلک تھے اور خدمت خلق اور اصلاح معاشرہ ایسے اہم فرض کو اپنی زندگی کا جزو ایمان بلکہ ایمان کامل تصور کرتے تھے۔ اپنی تحریر و تقریر میں وحدت و یگانگت کی عملی تفسیر اور تصویر مجسم تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصورپوری ؒ 1867ء کو منصورپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قاضی احمد شاہ بھی ایک صاحب علم اور نیک نام بزرگ تھے۔ وہ ریاست پٹیالہ کے نائب تحصیل دار کے عہدہ پر فائز تھے۔ اسلامیات کی بعض کتب آپ نے اپنے والد بزرگوار سے ہی پڑھیں۔

نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ، ولادت باسعادت سے اس جہان فانی سے رخصت کے آخری لمحات کی روئیداد اور کارہائے نمایاں کی سنہری تاریخ ہے۔ جس میں حیات نبوی ﷺ کا ایک ایک گوشہ خواہ امور سیاست سے متعلق ہو یا زندگی کا کوئی ایسا پہلو جو بنی نوع انسانی کے لئے خیر و برکت اور کامیابی و کامرانی کا باعث ہو بڑی عمدگی اور عقیدت کے ساتھ درج فرمایا ہے۔ واقعات کی صحت و صداقت کا اس قدر لحاظ و خیال رکھا کہ ایک ایک جزئی کی کتاب و سنت سے دلیل بہم پہنچائی کہ قاری کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے تسلسل اور شیرینی کلام کے باعث عہد زریں میں پہنچ جاتا ہے کہ جیسے وہ خود مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے اپنے دل و دماغ کی کیفیت و احساس میں نبی آخرالزماں ﷺ کی معیت میں گھوم رہا ہے اور لطف اندوز ہو رہا ہے۔ عورتوں، بچوں، غلاموں، غیر مسلموں غرضیکہ اپنوں اور بے گانوں کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن سلوک اور برتاؤ کے باعث اپنے آپ کو اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے آمادہ اور برسرعمل پاتا ہے۔

خانوادۂ نبوت ﷺ کا ذکر اور مختلف قبائل و خاندان سے نسبی اور خانگی تعلق جوڑنا اور ہر ہر جزئی پر سیر حاصل معلومات بہم پہنچانا قاضی ؒ پر بس ہے خاندان رسول اللہ ﷺ چچوں پھوپھیوں اور آباء و اجداد رسول ﷺ کا ذکر خیر نیز ایک ایک شخصیت کا تذکرہ شاید ہی کسی اور کتاب میں ایسی عقیدت و محبت سے کیا گیا ہو جو خوبصورت اور لطیف پیرایہ "رحمۃ للعالمین" میں اختیار کیا گیا ہے۔

ازواج النبی ﷺ کے ضمن میں مصنف "رحمۃ للعالمین" کا خوبصورت قلم ایک ایک زوجہ محترمہ کا تعلق اور آنحضرت ﷺ کا نسب ان کے ساتھ اس انداز اور خوبصورتی سے ملاتے اور ان پاک ہستیوں سے آنحضرت ﷺ کے انس و محبت کا تذکرہ، اس خوبی اور احسن پیرایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قاری عش عش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

فرزندان اور بنات نبی ﷺ کے حوالے سے بہت عمدہ، مفید و معلوماتی اور محققانہ بحث تحریر فرمائی ہے اور پھر ہر ہستی کا الگ الگ ذکر اور ان کی اولاد و احفاد کا ذکر کس عقیدت و عمدگی سے مرتب فرمایا اور اس کتاب کی تصنیف تک چند اکابر ملت، بزرگان اسلام اور مشائخ عظام کا ان عظیم اور مقدس ہستیوں سے نسب و تعلق اور قرابت داری کو جس محنت و عرق ریزی سے مدون فرمایا، یہ مصنف "رحمۃ للعالمین" ہی کا کمال ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں انبیاء کرام کو اس وقت کے حالات اور تقاضوں کے مطابق معجزات اور انعامات الٰہی سے نوازا گیا۔ لیکن پیغمبر اسلام محمد ﷺ کو ان تمام اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ سے بہرہ ور فرمایا گیا جو انبیاء سابقین

کو فرداً فرداً عطا ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کی زندگیوں کا تمام تر حسن اور ان کے کردار کی ایک ایک خوبی آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں سمٹ کر جلوہ افروز ہوئی تھیں

حسن	یوسف	دمِ	عیسیٰ	ید	بیضا داری
آنچہ	خوباں	ہمہ	دارند	تو	تنہا داری

غرضیکہ حیاتِ مبارکہ کا وہ کونسا گوشہ ہے جسے مصنف "رحمۃ للعالمین" نے اپنی تصنیفِ لطیف میں اپنے قلم کی جولانیوں سے واضح اور آشکار نہ کیا ہو۔ غزواتِ نبوی ﷺ اور اس میں ہونے والے بڑے بڑے عظیم حوادث، جنگوں کے اسباب، ان معرکوں میں ہونے والی ہلاکتوں اور نقصانات کو بڑی جامعیت اور دلائل و براہین کی روشنی میں مرتب فرمایا ہے تاکہ عالم کفر دیکھ لے وہ دین حنیف جس کے بارے میں دشمنانِ اسلام بالخصوص صلیبی دنیا کا یہ پروپیگنڈہ کہ اسلام وحشت و بربریت، سفاکی اور قتل و غارت گری کا دوسرا نام ہے، اعداد و شمار سے نہ صرف غلط ثابت کیا ہے، بلکہ حقائق سے واضح کیا ہے کہ اسلام کے خلاف دہشت گردی کا مذموم پروپیگنڈہ کرنے والے بذاتِ خود ایسے سفاک مظالم اور سنگین جرائم کے مرتکب ہیں۔ جن کے ذکر سے انسانیت شرم سے پانی پانی ہے۔ بلکہ اگر واضح الفاظ میں کہا جائے، تو ان انسانیت کے دشمنوں کا مکروہ چہرہ امت مسلمہ جسے وہ اپنا دشمن تصور کرتے ہیں کے ضمن میں بھیانک، داغدار اور سیاہ تو تھا ہی ان کا اپنوں کے ساتھ بھی برتاؤ نہایت گھناؤنا، ظالمانہ، سفاکانہ اور مکروہ تھا۔ بلکہ احترام انسانیت کے حوالہ سے قابلِ نفرت، حد درجہ مکروہ، سیاہ اور بھیانک تھا۔

"جان ڈیون پورٹ" (John Devonport) اپنی شہرہ آفاق کتاب "Aplogy for Muhammad and Quran" میں کس ذمہ داری اور دیانت سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ عیسائی دنیا کے غیر عیسائیوں پر مظالم اور بربریت تو ایک طرف، خود عیسائیوں کا اپنے عیسائی بھائیوں پر ظلم و ستم کچھ اس قدر اندوہ ناک اور قابلِ نفرت تھا کہ اپنے ہی سوا کروڑ (12500000) دینی، مذہبی، مسیحی بھائیوں سے مسلکی اور فروعی اختلافات کی بنا پر زندگی کا حق چھین لیا گیا اور نہ جانے اس جرم بے گناہی میں کتنے لوگوں کو زندہ آگ میں جلا کر سوختہ سامان کر دیا اور طرح طرح کے غیر اخلاقی و غیر انسانی مظالم روا رکھے گئے۔ صرف اسپین میں اپنے تین لاکھ چالیس ہزار (340000) ہم مذہب عیسائیوں کا بڑی بے دردی، وحشت و بربریت اور سفاکی سے قتل عام کیا گیا اور تیس ہزار (30000) انسان زندہ آگ میں جلا دیئے گئے۔

جب کہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں بیاسی (82) معارک اور غزوات میں دونوں طرف کے مقتولین کی کل تعداد مستند اعداد و شمار کے مطابق صرف ایک ہزار اٹھارہ (1018) ہے۔ جبکہ صرف ایک عالمی جنگ میں ہلاک ہونے والے افراد کی مجموعی تعداد تہتر لاکھ (7300000) نفوس سے متجاوز ہے، اسی طرح اپاہج اور زخمی ہونے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، جن کی زندگی موت سے بھی بدتر تھی۔

"رحمۃ للعالمین" کے بنگالی، فارسی، عربی اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم طبع ہو چکے ہیں۔ جو سیرۃ النبی ﷺ کی معروف کتاب "رحمۃ للعالمین" کے بہترین اسلوب نگارش اور قبولیت کی منفرد مثال ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزند قاضی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم یافتہ تھے، اردو، عربی، فارسی کے علاوہ انگریزی پر خاص دسترس رکھتے تھے۔ دیگر دینی و ملی خدمات کے ساتھ ساتھ "رحمۃ للعالمین" کو انگریزی قالب میں ڈھالنا ایک

عظیم اور خوشگوار فریضہ جسے پوری ذمہ داری، لگن، محبت اور احتیاط سے پورا کیا۔ اس ترجمہ پر قاضی عبدالباقی منصور پوری جو مصنف رحمہ اللہ کے پوتے تھے، نے نظر ثانی کے فرائض انجام دیئے۔

اعلیٰ زبان دانی، ادبیت، حوالہ جات کی ترتیب و تنقیح پر بہت محنت کی اور کئی برس کی مسلسل کاوش کے بعد 'رحمۃ للعالمین' کا یہ انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ زبان اتنی شستہ، خوبصورت اور جاندار ہے کہ یہ ترجمہ پاکستان کے معروف انگریزی روزنامہ پاکستان ٹائمز (Pakistan Times) میں (1959,1960,1961ء) متواتر تین سال بالاقساط طبع ہو کر انگریزی دان طبقہ سے داد تحسین وصول کر چکا ہے۔

کتاب 'رحمۃ للعالمین' کے حوالے سے عالم اسلام کی معروف علمی اور فکری شخصیت سید ابوالحسن علی الندوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''کاروانِ زندگی'' میں فرماتے ہیں کہ میری ابتدائی عمر میں ایک کتاب 'رحمۃ للعالمین' کا اشتہار طبع ہوا میں نے جھٹ پبلشر کو کتاب بھجوانے کا ایک خط پوسٹ کر دیا۔ چند ہی دنوں بعد یہ کتاب بذریعہ V.P گھر کے پتہ پر موصول ہو گئی۔ والدہ مرحومہ کے پاس اتنی رقم کہاں تھی کہ وہ ادا کر کے پوسٹ مین سے کتاب حاصل کر سکتی، میرا رونا دھونا اور کتاب کے حصول پر اصرار کے باعث ایک عزیز نے اپنی گرہ سے رقم ادا کر کے مجھے دی میں نے بڑی ہی محبت وعقیدت، توجہ، انہماک سے اس عظیم کتاب کا مطالعہ کیا اور آج میں برملا اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ ''رحمۃ للعالمین'' اپنی منفرد جاذبیت عناوین کی ترتیب اور خوبصورت پیرایہ اظہار کے باعث ان عظیم کتب میں سر فہرست ہے جنہوں نے اپنی مقناطیسیت اور کشش کے باعث نہ صرف میرے دل و دماغ کو جھنجوڑا بلکہ میری تصنیفی اور تالیفی صلاحیتوں کو بھی جلاء اور رہنمائی بخشی۔

مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ 'رحمۃ للعالمین' کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگرچہ اردو میں سیرت النبی کے موضوع پر بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں تاہم ان کتب میں چند ہی ایسی ہیں جن کے اندر واقعات کی صحت کا کما حقہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان گنی چنی کتب میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی 'رحمۃ للعالمین' سر فہرست ہے۔

معروف سیرت نگار اور مورخ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ 'رحمۃ للعالمین'' کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ سیشن جج (Session Judge) کے عہدۂ جلیلہ پر متمکن ہونے کے باوجود اپنی ظاہرداری، مہمان نوازی، اہل وعیال کی ذمہ داری، عزیز و اقارب کی دل جوئی اور دیگر مصارف کی وجہ سے بڑی وضع دار زندگی گزارتے تھے۔ عظیم اور بڑے عہدے پر متمکن ہونے کے باوجود تنخواہ میں بڑی تنگ دستی سے اپنی گزران کر پاتے تھے۔ لیکن مجال ہے کہ کبھی اپنے عہدہ کی وجہ سے ہزاروں روپے حاصل کر سکنے کے باوجود کبھی کسی شخص کی ایک پائی تک کے ناجائز روادار اور متحمل ہوئے ہوں۔ رشوت ستانی اور اپنے اختیارات سے تجاوز تو بہت دور کی بات ہے، کسی سے اپنے منصب کے باعث جائز فائدہ، بلکہ تحفہ تحائف سے بھی اپنی دینداری اور ذمہ داری کے باعث حد درجہ اجتناب کرتے تھے۔ حکیم محمد عبداللہ رحمہ اللہ ان کی ذاتی زندگی کا ایک ایمان افروز واقعہ ذکر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک ملزم کی سفارش کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ ملزم قطعاً بے گناہ ہے۔ لہٰذا آپ اسے رہا کروا دیں۔ اس درخواست کے ساتھ ہی اس ہندو دوست نے ایک بند لفافہ

حقوق کا تحفظ اور تعین کرتے رہے اور بڑی ایمان داری اور اللہ عزوجل کے ہاں جوابدہی کے احساس سے عدالتی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ ان کے بعض مقدمات کے فیصلے آج بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ذمہ داری، امانت، للّٰہیت، خویش واقارب سب کے ساتھ انصاف کی سنہری یاد تازہ کرتے ہیں اور حسن اتفاق دیکھئے کہ سرکاری ملازمت کی گوناگوں مصروفیات، سماجی اور ثقافتی تقریبات میں شمولیت، بے شمار خانگی اور سماجی بکھیڑے ہونے کے باوجود قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ پر اللہ عزوجل کا خاص کرم اور فضل تھا۔ درس قرآن، درس حدیث کی مواضبط کے ساتھ ساتھ تصنیفی اور تالیفی سرگرمیاں بھی عروج پر تھیں سماجی خدمات بھی ساتھ ساتھ جاری تھیں۔ ایک ایک لمحہ گنا چنا ہونے کے باوجود ایک بہت بڑا تخلیقی، تصنیفی، تحقیقی، تفسیری اور علمی ذخیرہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے چھوڑا۔ ملازمت کی مشکلات کے باوجود اوقات کی ایسی خوبصورت تنظیم فرمائی تھی کہ ہر کام کے لئے باقاعدگی اور ذمہ داری سے وقت نکال لیتے تھے اور سبھی کام پوری تندہی، دل جمعی، اطمینان اور کامل یکسوئی سے پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔

منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے ساتھ جمعیت اہل حدیث کے بھی عظیم رہنما تھے اس ناموری کے باوجود اپنی ہستی کے اظہار واعلان سے ہمیشہ دور بھاگتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ دوست دار آدمی تھے۔ دوستی کے آداب اور تعلقات بنانا بھی خوب جانتے تھے حتیٰ کہ دوستوں کی دلداری کی خاطر بعض اوقات اپنے گھر کی اشیاء تک بیچ ڈالتے تھے۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ سے بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے بڑے ہی خوبصورت، عالمانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ اس دوستی اور محبت میں دوطرفہ تعلق خاطر میں اور بھی اضافہ نظر آتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں مرحوم دوست بلند پایہ ادیب، شاعر، مصنف، مؤلف اور تعلیم وتعلم سے وابستہ تھے۔ دونوں عظیم ومقتدر ہستیاں اپنی معاشرتی وسماجی حیثیت کے باعث ساری زندگی عدل وانصاف کے حوالے سے انسانیت کی دادرسی فرماتے رہے ان میں ایک بیرسٹر ایٹ لاء (Barrister At Law) اور دوسرے سیشن جج (Session Judge) کے عہدہ جلیلہ پر متمکن تھے۔ دونوں مرحوم ہستیاں امت مسلمہ کے لئے بے پناہ تڑپ اور دردِ دل رکھنے والے تھے اور مسلمانان عالم بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی تعلیمی، دینی، سیاسی، سماجی اور تمدنی رہنمائی اور بہتری کے لئے عمر بھر کوشاں اور سرگرم عمل رہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ مفکر پاکستان حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت وخلوص سے پیش آتے تھے۔ جبکہ ان کی ملکی، علمی اور دینی خدمات کے باعث علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ بھی قاضی صاحب سے دل وجان کی گہرائیوں سے انسیت اور یگانگت سے پیش آتے تھے۔ قاضی صاحب کے سانحہ ارتحال پر انجمن حمایت اسلام کا ایک عظیم تعزیتی جلسہ حاجی شمس الدین مرحوم کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی باوقار، علمی، ادبی اور روحانی شخصیت کو اہالیان برصغیر کی طرف سے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس تعزیتی جلسہ میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے اپنے محب صادق اور عظیم دوست قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے متعلق اپنے خوبصورت اور جامع کلمات تعزیت کے ساتھ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی علمی وادبی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے چیدہ چیدہ اشعار بھی خود اپنے زبانی حاضرین کو سنائے، اور یہ وہی "انجمن حمایت اسلام" ہے جس کے سب عہدیدار مرحوم قاضی محمد

انجمن اور متعدد صلاحیتوں کے باعث ایک ادارہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ان کا اہم اور من پسند موضوع تقابلِ ادیان تھا۔

انہیں تاریخ پر بھی مکمل عبور تھا۔ دوسری بار جب اللہ عزوجل نے مصنف'' رحمۃ للعالمین'' کو حج بیت اللہ کی سعادت بخشی تو فرمانروائے مملکت سعودیہ خادم حرمین شریفین شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رحمہ اللہ سے ملاقات میں'' نجد'' پر بڑی تفصیلی اور سیر حاصل گفتگو کی۔ اس فکر انگیز اور تاریخی معلومات سے بھرپور گفتگو سے متاثر ہو کر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے قاضی محمد سلیمان منصورپوری رحمہ اللہ سے '' تاریخ نجد '' لکھنے کی خواہش کے ساتھ عربی زبان میں اس موضوع پر دستیاب چند قیمتی دستاویزات اور تاریخی کتب بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے حوالہ کیں۔اسی سفر مبارک سے واپسی پر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا،جس کی بنا پر یہ سب کام دھرے کے دھرے رہ گئے۔ وگرنہ آج قاضی صاحب کے موءِ قلم کا ایک اور دل پذیر تحقیقی و تاریخی شاہکار'' تاریخ نجد'' بھی مسلمانانِ عالم سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہوتی اور ان کی فکری اور تاریخی معلومات کا بھرپور اعتراف کر چکی ہوتی۔

جب خادم حرمین شریفین شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود سے مصنف'' رحمۃ للعالمین'' کی تاریخ نجد کے حوالہ سے تاریخی ملاقات ہوئی تو خادم حرمین شریفین نے غلاف کعبہ کا چار فٹ مربع پر مشتمل ایک خوبصورت تحفہ جس پر سورۃ اخلاص مکمل اور یااللہ باریک اور خوبصورت انداز میں چار مرتبہ لکھی ہوئی تھی۔اپنے معزز اور محترم مہمان قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جسے معزز مہمان نے نہ صرف بعد خوشی وانبساط قبول فرمایا بلکہ فرمایا کہ یہ عظیم اور مبارک تحفہ مجھے دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی اور عزیز ہے اور اس کا حصول میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش وخوش نصیبی ہے۔

1884ء میں مینڈرہ کالج جو پنجاب یونیوسٹی سے الحاق شدہ تھا، سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث یونیوسٹی بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔

1885ء میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے اور پٹیالہ کے سپرنٹنڈنٹ (Superintendent) برائے تعلیم متعین ہوئے۔

جب متحدہ ہندوستان کے حالات دن بدن بگڑتے چلے گئے۔چوری،ڈکیتی اور راہ زنی کی وارداتیں روز کا معمول بن گئیں۔ جسے سنبھالنا حکومت کے لیے مشکل اور محال ہو گیا تو قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کو 1900ء میں محکمہ تعلیم کی بجائے متحدہ پنجاب کے انسپکٹر جنرل(I.G.Police) ٹام کنسن کے ساتھ اصلاح احوال کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔آئی جی(I.G) پولیس آپ کی شخصیت وکردار،طرزِ فکر،حسن کارکردگی اور اسلوب کار سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے حکام بالا سے گزارش کی کہ کیوں نہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی خدمات محکمہ انصاف(Judiciary) کے سپرد کر دی جائیں۔

ٹام کنسن کے ساتھ کام کی وجہ سے آپ عدالتی باریکیوں اور قانونی موشگافیوں سے بہت جلد روشناس ہو چکے تھے۔یہ بات تاریخی اعتبار سے بہت ہی حیران کن ہے کہ قاضی رحمہ اللہ نے صرف چند ایام میں ہی ضابطۂ فوجداری کی تمام تر قانونی دفعات پر کامل دسترس حاصل کر لی تھی۔

مصنف'' رحمۃ للعالمین'' کی پہلی تقرری دفعہ 30 کے مجسٹریٹ(Megistrate) کے طور پر ہوئی،جلد ہی سول جج (Civil Judge) بنا دیئے گئے اور پھر ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے سیشن جج (Session judge) کے منصب جلیلہ پر جلوہ افروز ہو گئے۔

دین میں فروعی اختلاف سے کفر لازم نہیں آتا۔ اگر یہ اختلاف نیک نیتی، علمی، تحقیقی اور اصلاحی مقاصد پر مبنی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں فرقہ بندی، مسلکی اور فروعی اختلاف کی بنیاد پر کسی کی تکفیر اور تکذیب کی اسلام کسی بھی حیثیت سے نہ تو اجازت دیتا ہے اور نہ ہی ایسا کرنا اسلامی تعلیمات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم بعض مسائل میں شدید اختلاف یہاں تک کہ بعض امور حلت وحرمت کی حدود تک پہنچ جاتے تھے۔ پھر بھی ایک دوسرے کی اقتداء وامامت میں نماز ادا کرتے اور ان کے سماجی، معاشرتی اور اجتماعی معاملات آپس میں پیار ومحبت کی عملی شکل نظر آتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں مرحمت فرمایا تھا کہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے میں نے آج تک کسی مسلمان کے کفر کے فتوی پر دستخط نہیں کیے۔ میرا اس باب میں وہی نظریہ اور مسلک ہے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تھا۔

لَا نُكَفِّرُ اَهْلَ الْقِبْلَةِ (فتاویٰ ثنائیہ جلد 1 ص 263)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ بھی فرقہ بندی کی بجائے وحدت امت اور اتحاد عمل کے داعی تھے۔ فرقہ بندی مسلکی اور فروعی تعصب کی بجائے ''اسلام اور مسلم'' زندگی بھر ان کا عنوان تھا۔ ہمارے فاضل بزرگ دوست، مؤرخ، مصنف ومحقق محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ نے اپنی خوبصورت کتاب ''مصنف رحمۃ للعالمین'' (جواب تک قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے حالات زندگی پر لکھی گئی واحد تصنیف ہے) جس میں عصر حاضر کے علما کو مخاطب کرتے ہوئے عام مسلمانوں سے ان کی محبت ووارفتگی کے متعلق ایک خوبصورت واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ قاضی صاحب کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بے نماز شخص نے آپ کو گھر کھانے پر بلایا۔ قاضی صاحب کو بتایا گیا کہ یہ شخص بے نماز ہے۔ فرمایا، پھر کیا ہوا، مسلمان تو ہے اس کے گھر جائیں گے۔ اسے ملیں گے اور اس سے بات چیت کریں گے تو اللہ اسے نماز کی توفیق عطا فرما دے گا۔ قاضی صاحب اس کے گھر گئے اور ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ شخص دور ہو کر بیٹھ گیا قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ آپ دور کیوں ہو گئے ہیں؟ آیئے میرے ساتھ کھانا کھایئے۔ لیکن وہ گھبرا رہا تھا اور بے نماز ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھنے میں شرم محسوس کر رہا تھا۔ قاضی صاحب نے اصرار کیا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔ قاضی صاحب نے کھانے کے دوران اپنے اسلوب خاص میں چند باتیں کیں۔ کھانا کھا چکے تو عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ قاضی صاحب نماز کے لیے مسجد کو روانہ ہوئے تو باتیں کرتے کرتے وہ بھی ساتھ چلا آیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ پکا نمازی بن گیا اور تہجد پڑھنے لگا۔ پھر کتنے ہی لوگوں کو اس کی تبلیغ سے اللہ نے راہ ہدایت پر گامزن فرمایا۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ علمی وفکری رہنمائی اور کمالات کے ساتھ ساتھ ہر دل عزیز اور محبوب خصائل وصفات کے مالک تھے۔ پیار، محبت، اخلاص اور اپنائیت کے باعث احباب کا ایک وسیع حلقہ رکھتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ پندرہ (15) برس تک سیشن جج (Session Judge) کے عہدۂ جلیلہ پر عوام کی دادرسی،

حقوق کا تحفظ اور تعین کرتے رہے اور بڑی ایمان داری اور اللہ عزوجل کے ہاں جوابدہی کے احساس سے عدالتی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ ان کے بعض مقدمات کے فیصلے آج بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ذمہ داری، امانت، للّٰہیت، خویش واقارب سب کے ساتھ انصاف کی سنہری یادتازہ کرتے ہیں اور حسن اتفاق دیکھئے کہ سرکاری ملازمت کی گوناگوں مصروفیات، سماجی اور ثقافتی تقریبات میں شمولیت، بے شمار خانگی اور سماجی بکھیڑے ہونے کے باوجود قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ پر اللہ عزوجل کا خاص کرم اور فضل تھا۔ درس قرآن، درس حدیث کی مواضبط کے ساتھ ساتھ تصنیفی اور تالیفی سرگرمیاں بھی عروج پر تھیں سماجی خدمات بھی ساتھ ساتھ جاری تھیں۔ ایک ایک لمحہ گنا چنا ہونے کے باوجود ایک بہت بڑا تخلیقی، تصنیفی، تحقیقی، تفسیری اور علمی ذخیرہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے چھوڑا۔ ملازمت کی مشکلات کے باوجود اوقات کی ایسی خوبصورت تنظیم فرمائی تھی کہ ہر کام کے لئے باقاعدگی اور ذمہ داری سے وقت نکال لیتے تھے اور سبھی کام پوری تندہی، دل جمعی، اطمینان اور کامل یکسوئی سے پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔

منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے ساتھ جمعیت اہل حدیث کے بھی عظیم رہنما تھے اس ناموری کے باوجود اپنی ہستی کے اظہار واعلان سے ہمیشہ دور بھاگتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ دوست دار آدمی تھے۔ دوستی کے آداب اور تعلقات بنانا بھی خوب جانتے تھے حتیٰ کہ دوستوں کی دلداری کی خاطر بعض اوقات اپنے گھر کی اشیاء تک بیچ ڈالتے تھے۔

علامہ اقبال ؒ اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ

حکیم الامت علامہ محمد اقبال ؒ سے بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ کے بڑے ہی خوبصورت، عالمانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ اس دوستی اور محبت میں دوطرفہ تعلق خاطر میں اور بھی اضافہ نظر آتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں مرحوم دوست بلند پایہ ادیب، شاعر، مصنف، مؤلف اور تعلیم وتعلم سے وابستہ تھے۔ دونوں عظیم ومقتدر ہستیاں اپنی معاشرتی وسماجی حیثیت کے باعث ساری زندگی عدل وانصاف کے حوالہ سے انسانیت کی دادرسی فرماتے رہے ان میں ایک بیرسٹر ایٹ لاء (Barrister At Law) اور دوسرے سیشن جج (Session Judge) کے عہدہ جلیلہ پر متمکن تھے۔ دونوں مرحوم ہستیاں امت مسلمہ کے لئے بے پناہ تڑپ اور درد دل رکھنے والے تھے اور مسلمانان عالم بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی تعلیمی، دینی، سیاسی، سماجی اور تمدنی رہنمائی اور بہتری کے لئے عمر بھر کوشاں اور سرگرم عمل رہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ مفکر پاکستان حکیم الامت علامہ محمد اقبال ؒ سے بے پناہ محبت وخلوص سے پیش آتے تھے۔ جبکہ ان کی ملکی، علمی اور دینی خدمات کے باعث علامہ محمد اقبال ؒ بھی قاضی صاحب سے دل وجان کی گہرائیوں سے انسیت اور یگانگت سے پیش آتے تھے۔ قاضی صاحب کے سانحہ ارتحال پر انجمن حمایت اسلام کا ایک عظیم تعزیتی جلسہ حاجی شمس الدین مرحوم کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ کی باوقار، علمی، ادبی اور روحانی شخصیت کو اہالیان برصغیر کی طرف سے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس تعزیتی جلسہ میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال ؒ نے اپنے محب صادق اور عظیم دوست قاضی سلیمان منصور پوری ؒ کے متعلق اپنے خوبصورت اور جامع کلمات تعزیت کے ساتھ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ کی علمی وادبی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے چیدہ چیدہ اشعار بھی خود اپنے زبانی حاضرین کو سنائے، اور یہ وہی "انجمن حمایت اسلام" ہے جس کے سب عہدیدار مرحوم قاضی محمد

سلیمان رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ شیخ محمد شفیع رحمہ اللہ ''انجمن حمایت اسلام'' کے ایک جلسہ جس کے صدر مقرر قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ تھے کہا کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ جتنے گھنٹے تقریر کریں گے میں فی گھنٹہ 300 روپے بطور عطیہ انجمن کو دونگا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی اس خوبصورت تقریر کی خوشی میں ایک ہی مجلس میں اٹھارہ ہزار(18000) روپے بطور عطیہ انجمن کو دیا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب اتنی رقم یعنی ''اٹھارہ ہزار روپے'' سے کئی کلو خالص سونا خریدا جاسکتا تھا یہ بات قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی جلالتِ علمی کے ساتھ ساتھ سب مکتبہ ہائے فکر میں اپنی گوناگوں خداداصلاحیتوں، ہر دل عزیزی، اپنائیت اور یگانگت کی زندہ اور تابناک مثال ہے۔

ان تمام سرکاری اور تصنیفی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ اپنے اہل وعیال، عزیز و اقارب کی سب تقریبات میں شریک ہوتے۔ ان کی دل جوئی، حوصلہ افزائی اور جائز خوشنودی کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہر ایک کی عزت نفس کا خیال کرتے۔ امیر وغریب سب کی یکساں عزت افزائی فرماتے۔ مہمان نوازی بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کا خاص وصف تھا۔ مہمان کے آرام وآسائش اور ان کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنا اپنے دین وایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ دوست واحباب جو بعض ناگوار عادات یعنی حقہ نوشی وغیرہ کی لت میں پڑے ہوتے، ان کی ضروریات بھی پوری فرماتے تھے اور ماتھے پر شکن تک نہ ڈالتے تھے۔

قاضی محمد سُلیمان منصورپوری رحمہ اللہ کی چند یادگار تصانیف اور ان کا اجمالی تعارف

معارف الاسماء شرح اسماء اللہ الحسنٰی

اللہ عزوجل کے اسماءِ مبارکہ پر قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی وہ یادگار تصنیف جس میں اللہ عزوجل کے اسماء حسنٰی پر بڑی شرح وبسط سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تصنیف لطیف آج سے پون صدی قبل مصنف رحمہ اللہ کی ہی حیات مبارکہ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منصہء شہود پر جلوہ گر ہوکر عارفان الٰہی اور محبان دین سے داد وتحسین وصول کرچکی تھی۔ اپنے موضوع پر اولین بے نظیر، منفرد اور خوبصورت تصنیف ہے۔ گو بعد میں اس موضوع پر متعدد کتب زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ لیکن اولیت کا شرف قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ ہی کو حاصل ہے۔ اس کتاب میں مصنف رحمہ اللہ نے اللہ عزوجل کی توحید وعظمت، حاکمیت، وحدانیت اور دیگر صفات واوصاف کو بڑی باریک بینی اور شرح وبسط سے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح فرمایا ہے۔ چونکہ مصنف خود بھی عالم باعمل اور صاحب زہد وورع، اخلاص وللّٰہیت کے ایسے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ اس لئے ان کی یہ تصنیف اللہ عزوجل کے اسماء و صفات کی معرفت کے ساتھ ساتھ مسنون اذکار ووظائفِ قرآنی اور نبوی دعاؤں کا ایک خوبصورت، مستند اور دل آویز مجموعہ ہے۔

یہ کتاب شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ الاستاذ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کی نظر ثانی اور خوبصورت مقدمہ کے ساتھ ''طارق اکیڈمی'' بڑے ہی خوبصورت انداز میں زیور طباعت سے آراستہ کرچکی ہے۔ حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ سے بندہ ناچیز کو شرف تلمذ حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ جن دنوں وہ ملک کی معروف علمی، روحانی، تربیتی درسگاہ ''جامعہ تعلیمات اسلامیہ'' فیصل آباد میں جس کے بانی ملک کی معروف دینی، سماجی، سیاسی، علمی شخصیت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ تھے۔ مسند تدریس پر متمکن تھے فضیلۃ الشیخ حضرت حافظ عبدالعزیز حفظہ اللہ کے

والد گرامی حافظ احمد اللہ ؒ جو خود بھی زندگی کے آخری لمحات تک شیخ الحدیث کی مسند جلیلہ پر متمکن رہے۔ نیز ان کے بھی بیٹے بھی شیوخ الحدیث کی مسند جلیلہ پر فائز ملک وملت کی رہنمائی اور تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں

ایں سعادت بزور بازو نیست

الجمال والکمال

مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کی ایک خوبصورت اور یادگار تصنیف ''الجمال والکمال'' ہے۔ درحقیقت یہ قرآن مجید کی 'سورۃ یوسف' کی تفسیر ہے۔ اور جلیل القدر پیغمبر کریم ابن کریم ابن کریم یوسف علیہ السلام کے حالات کا تفصیلی ذکر، جسے اللہ احکم الحاکمین نے اپنی کتاب میں ''احسن القصص'' سے تعبیر فرمایا ہے، کی جامع ودلنشیں تفسیر وتشریح ہے۔ اس میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ نے بڑی عمدگی، ذمہ داری، علمی اور تاریخی سلیقہ سے قصہ یوسف علیہ السلام کی ایک ایک جزئی کو دلائل وبراہین کی روشنی میں بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے اسی لئے یہ کتاب اس موضوع پر اپنے محققانہ اسلوب بیان دلنشین انداز اور علمی استدلال کے باعث ایک بھرپور تفسیری اور تحقیقی تصنیف ہے۔ کیونکہ اس میں مصنف ؒ نے روایت ودرایت اور صحیح وضعیف روایات کی بڑے محققانہ اور فاضلانہ اسلوب بیان اور شستگی سے تنقیح وتوضیح کی ہے کیونکہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ ایک محقق اور مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث فن تفسیر میں بھی غیر معمولی ملکہ اور مقام رکھتے تھے۔

''الجمال والکمال'' قاضی محمد سلیمان ؒ نے اپنے پہلے سفر حج میں مناسک کی تکمیل، حرمین شریفین کے علماء وفضلاء سے ملاقات اور دیگر گوناگوں مصروفیت کے باوجود صرف چند ہفتوں میں قلمبند فرمائی تھی۔ جو مرحوم کی وسعت علمی کی جیتی جاگتی تصویر اور مصنف کی تحقیقی شاہکار اور یادگار تصنیف ہے۔ اس کتاب کے بعض ابواب تو واقعی تفسیری حسن وجمال کے اعتبار سے مصنف کی مفسرانہ بصیرت اور مجتہدانہ طرز استدلال کی غماز ہیں۔

مہر نبوت ﷺ

مصنف ''رحمۃ للعالمین'' نے جہاں محققین اور پڑھے لکھے طبقہ کے لئے لازوال کتب تصانیف فرمائیں، وہاں وہ دعوت وتبلیغ کے حوالہ سے تمام قارئین بالخصوص کم پڑھے لکھے لوگوں اور نونہالان امت کو بھی اپنی محبتوں، فیاضیوں اور علمی لطافتوں سے نوازتے رہے۔ ''مہر نبوت'' اسی سلسلہ کی ایک زندہ وجاوید یادگار تصنیف ہے۔ طرز ادا دلنشین اور زبان اپنی شیرینی ولطافت کے باعث ایک خاص جاذبیت اور کشش لئے ہوئے ہے۔ جو اپنی دلنشینی اور خوبصورت انداز تحریر اور چھوٹے چھوٹے پرتاثیر جملوں کے باعث بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں میں بھی پسند کی جاتی ہے۔ مختصر لیکن اپنے موضوع پر ایک مکمل اور جامع کتاب ہے۔ طبع اول کو ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی اسلوب بیان کے باعث عوام وخواص دونوں طبقوں میں پسندیدہ ہے۔ کئی دیگر پبلشرز کی طرح اس کتاب کو فیصل آباد کے معروف اشاعتی ادارہ ''طارق اکیڈمی'' نے بڑے خوبصورت، جاذب نظر، دورنگ، اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ

آٹھویں صدی کے عظیم اور جلیل القدر امام ابن قیم ؒ کی درود وسلام کے احکام ومسائل پر مشتمل انتہائی مفید واہم تصنیف ''جَلاءُ الْاَفْهَامِ فِی الصَّلَاةِ وَ السَّلَامِ عَلٰی خَيْرِ الْاَنَامِ'' کا اردو ترجمہ ہے۔ ابن قیم ؒ عظیم محدث، امام وفقیہ اور بلند اقبال محقق و

مصنف تھے۔امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہ صرف شاگرد رشید بلکہ ان کی مسند علم و تحقیق کے حقیقی علمبردار اور وارث تھے۔ان کی تصانیف میں محدثانہ رنگ غالب اور فکر و استدلال میں فقیہانہ انداز نمایاں پایا جاتا ہے۔مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں درود و سلام کے ہر پہلو پر قرآن وسنت سے تفصیلی، مدلل اور واضح روشنی ڈالی ہے۔قاضی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اس گرانقدر علمی کتاب کا بڑی عمدگی سے اردو زبان میں ترجمہ کیا جو شگفتگی اور سلاست کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے مصنف کی محبت اور عقیدت وانسیت کا ثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ مترجم کی اردو، عربی زبان دانی اور فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد اور خوبصورت کاوش ہے کیونکہ یہ کتاب دراصل سیرت النبی ﷺ ہی کا ایک اہم باب ہے،جس میں صلوٰۃ وسلام کے متعلق احکامات،قرآن وسنت کی روشنی میں مستند،مسنون اور درود کے صحیح الفاظ اور اس کے فضائل وآداب کو بڑی عقیدت اور سلیقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

اصحاب بدر رضی اللہ عنہم

''بدرالبدور'' المعروف اصحاب بدر،غزوۂ بدر میں شمولیت اختیار کرنے والے تین سو تیرہ (313) جلیل القدر مجاہدین، غازیوں اور شہداء کرام رضی اللہ عنہم کا خوبصورت اجمالی تذکرہ ہے،جنہوں نے اس معرکۂ حق وباطل میں نبی کریم ﷺ کی قیادت وسیادت میں اپنی جانبازی اور جانفروشی کی خوبصورت داستان اور سنہری کارنامے انسانی تاریخ میں رقم کیے تھے۔

غزوۂ بدر ہجرت نبوی ﷺ کے دوسرے سال پیش آیا تھا۔مسلمان مہاجر وانصار کی بے سروسامانی، اسلحہ سے تہی دامنی، ذرائع ووسائل کی قلت،مجاہدین کی عدم تیاری،افرادی قوت کی کمی،کفار کے لشکر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد واضح فرق سے محسوس کی جارہی تھی۔لیکن متبعین رسول اللہ ﷺ نے ان سب باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی۔بلکہ رضا الٰہی کے حصول کی خاطر سپہ سالار اعظم محمد ﷺ کی قیادت میں دشمنان دین وایمان کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے کہ اللہ عزوجل نے ان کو فتح ونصرت سے ہمکنار کیا۔انہوں نے قوت ایمانی سے یہ ثابت کیا کہ قلت وکثرت نظریاتی قوموں کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس معرکہ یوم الفرقان میں شامل ہونے والے تین سو تیرہ (313) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خوبصورت گلدستہ شاید ہی کسی اور اردو کتاب میں اس قدر خوبصورت مفصل اور اچھوتے انداز میں دستیاب ہو۔

چونکہ یہ سب جانثار اور جانباز فدائی ملت اسلامیہ کے روشن اور تابندہ ستارے ہیں اور ان کی بے لوث وبے مثال زندگی ہر مسلمان کے لئے مشعل راہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔

کیونکہ وہ جانتے تھے اصل بات اللہ سے تعلق ہے۔اگر وہ پیدا ہو جائے تو اس روئے زمین پر بسنے والی تمام ابلیسی اور طاغوتی طاقتوں کے مقابلے میں آسمانی لشکر ہماری مددگاری کے لئے اتریں گے اور ان دشمنوں کو نیست ونابود کردیں گے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

سبیل الرشاد (سفر نامہ حج)

اس کتاب میں سفر نامہ حج اور زیارت حرمین شریفین کا ذکر ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے اپنی حیات مبارکہ میں دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ 1923ء میں پہلے سفر حرمین شریفین سے واپسی پر جغرافیائی حالات اور بین الاقوامی اہمیت وحیثیت، حج بیت اللہ کی فرضیت وحکمت، اس سے حاصل ہونے والی روحانی و مادی برکات، اس اہم فریضہ کے اسرار ورموز کتاب وسنت اور دیگر آسمانی کتابوں کی رہنمائی اور شواہد میں بڑی خوبی سے واضح فرمائے ہیں۔ مدینہ منورہ کا سفر ''مسجد نبوی ﷺ'' کی برکات واحساسات اور روضہ اقدس ﷺ کی زیارت کا شرعی طریقہ اور وہاں ملحوظ رکھے جانے والے آداب ومعاملات کو بڑی لطافت، باریک بینی اور مدلل انداز میں واضح فرمایا ہے۔ کیونکہ ان مقامات مقدسہ کا ادب واحترام بالخصوص مسجد نبوی ﷺ کی زیارت اور ایک سچے عقیدت مند موحد مسلمان کے لئے ان آداب کا پاس اور لحاظ رکھنا ایمان کا جزو، نجاتِ اُخروی اور شفاعت نبوی ﷺ کا باعث ہے۔

درحقیقت یہ سفر نامہ حج روئیداد حج کی بجائے ان انوار وتجلیات کا جو مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کے دل ودماغ پر وارد ہوئے اور ان روحانی اور قلبی ادراک واحساسات کا مظہر ہے، جس کا دوران سفر حضرت الشیخ کے قلب ونظر پر نزولِ اجلال ہوا تھا۔ اپنی فکر ونظر کی گہرائی اور لطافتِ تحریر کے باعث یہ دینیات کی ایک مکمل کتاب معلوم ہوتی ہے۔

خطبات سلیمان

ہر بڑے رتبے مقام اور حیثیت والے فرد کو مختلف تقریبات میں شرکت کے لئے مدعو کیا جاتا ہے اور وہ حسب موقع اپنے تاثرات کا اپنے خصوصی اور صدارتی خطاب میں اظہار بھی کرتا ہے۔ اسی طرح قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ اپنے منصب جلیلہ سماجی حیثیت اور بالخصوص اپنی مثبت ملی اور دینی سوچ کے باعث مختلف انجمنوں اور تنظیموں کی دعوت پر اعلاءِ کلمۃ اللہ اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے محبت، محنت، تیاری اور عقیدت سے ایسی مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ خطبات اپنی جامعیت اور موضوع پر مکمل احاطہ کے باعث ایک یادگار تاریخی اور علمی حیثیت رکھتے ہیں۔ ویسے تو قاضی صاحب ان مجالس میں فی البدیہ تقاریر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات حسب ضرورت تحریری خطبے بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ خطبات اپنی علمی، تحقیقی، واقعاتی حقیقت پسندی کے باعث بڑی دلچسپی اور محویت سے سنے جاتے تھے۔ ان دس (10) مطبوعہ خطبات میں سے زیادہ وہ ہیں جو آپ نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مختلف جلسوں اور کانفرنسوں کے مواقع پر ارشاد فرمائے تھے۔ تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر میں بھی ان کا ایک خاص مرتبہ اور مقام ہے۔ زمانہ اس بات کا معترف ہے کہ قاضی صاحب تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر کے بھی دھنی تھے۔ اور تحریری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ تقریر میں بھی بڑا معتبر نام رکھتے تھے۔

غایت المرام۔ تائید الاسلام

قادیانیت وہ خنجر ہے۔ جو انگریز حکومت نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر متحدہ ہندوستان میں اپنے جبری اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے امتِ مسلمہ کے سینے میں گھونپنا چاہا تھا اور اس مذموم مقصد کے حصول کی خاطر ایک نام نہاد اور انگریز کے خیر خواہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو جو گھر کا بھیدی تھا، امتِ مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لئے تمام تر طاغوتی، مادی اور معنوی قوتوں کے سہارے میدان عمل

میں اتارا۔ جس نے روشنی کے نام پر تاریکی، ہدایت کے نام پر گمراہی، اسلام کے نام پر کفر والحاد، اتفاق واتحاد کی بجائے، منافرت اور تفرقہ کو امت مسلمہ میں رواج دینے کی کوشش کی۔

یہ دونوں کتابیں دراصل خود ساختہ نجی نبوت کے دعویدار غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت اور نبوت کے دور میں تحریر فرمائی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی ذات، شخصیت، اپنے دعاوی اور الہامات میں ایک ایسی گتھی ہے کہ جسے جاننا اور سمجھنا ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ مذکورہ شخص کبھی مسیح موعود ہے، کبھی مریم، کبھی نبی مرسل اور کبھی کچھ اور۔ مرزا نے اپنی تصنیفات میں اپنی ذات کو کچھ اس قدر پر پیچ، گنجلک اور چوں چوں کا مربہ بنایا ہوا ہے کہ عام آدمی کے لئے یہ عقدہ لاینحل ہے۔ لیکن برصغیر پاک وہند میں بڑی بڑی نامور علمی ہستیوں نے اس مکروہ چہرہ کا بڑی ذمہ داری اور حقانیت سے پردہ نا صرف چاک کیا بلکہ عام مسلمانوں کو ان کے مکروہ دجل وفریب سے آگاہ فرمایا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی اس سعادت میں ہراول دستہ کے جرنیل کی حیثیت اور مقام رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں کتابیں اس جھوٹے مدعی نبوت کی مختلف کتابوں دعویٰ مسیحیت فتح السلام، توضیح المرام اور ازالہ اوہام کا ایک مسکت اور شواہد ودلائل سے بھرپور علمی اور تحقیقی جواب ہے۔

کتاب کے متعلق پیش گوئی جو درست ثابت ہوئی

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے پر پرزے نکلنے کی ابتداء ہی تھی جب قاضی صاحب نے یہ کتاب لکھی اور اس الہامی پیش گوئی کے ذریعے قادیانی مکروفریب کے تار و پود بکھیر دیئے آپ نے اس کتاب کے حوالے سے ایک پیش گوئی فرمائی جو بعد میں بالکل درست ثابت ہوئی۔ قاضی صاحب نے فرمایا تھا کہ مرزا غلام احمد اس کتاب کا جواب نہیں دے سکے گا اس کے بعد قاضی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں پورے یقین سے یہ بات کہتا ہوں مرزا غلام قادیانی اپنی زندگی میں حج نہیں کر سکے گا اور یہ اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے قاضی صاحب نے ''غایت المرام'' میں اس کا اعلان بھی کر دیا اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال زندہ رہا لیکن نہ وہ اس کتاب کا جواب دے سکا اور نہ ہی حج کر سکا۔

یہ دونوں کتابیں انیسویں صدی کے اختتام سے قبل ہی زیور طباعت سے آراستہ ہو کر تشنگان حق کی آبیاری کی سعادت حاصل کر چکی تھیں اور قاضی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خداداد تصنیفی، تالیفی، تحقیقی، صلاحیتوں کا اعتراف کروا چکی تھیں۔

تاریخ المشاہیر

نوجوان نسل کو اپنے دینی، علمی اور ثقافتی ورثہ سے ایک خاص تعلق، دلچسپی اور لگن ہوتی ہے اور یہی تعلق کسی انسان کو اپنے نظریہ، اعتقاد، نصب العین اور مشن کو آگے بڑھانے کے لئے مہمیز کا کام کرتا ہے۔ آج اگر ہماری نئی نسل صحیح اسلامی تعلیمات اور مثبت فکر سے آراستہ ہو جائے تو دعوت وتبلیغ کی بے شمار منزلیں آسانی سے طے ہو جائیں۔ اخلاق وکردار کے حوالہ سے ایک نیا ولولہ، جذبہ اور جوش مارتا ہوا خون پھر سے امت مسلمہ کی رگوں میں دوڑنے لگ جائے اور بظاہر ناکارہ اور بیمار نظر آنے والا معاشرہ علم وعمل اور ترقی کی نئی منزلوں پر رواں دواں اور گامزن نظر آئے۔ اسلامی فکر ونظر سے آگاہی کے لئے ائمہ الاعلام اور مشاہیر اسلام کا تذکرہ اور دین اسلام کی آبیاری اور اس کی اشاعت وترقی اور ترویج کے لئے ان ارواح قدسیہ کی عظمت وکردار اور ان کی بے لوث وبے مثال قربانیوں کا تذکرہ بھی اس مشن کو کامیابی کی طرف لے جانے میں بنیادی کلید ہے۔ کیونکہ ائمہ سلف اور ایسی گراں قدر اور معزز بزرگ ہستیوں کا ذکر خیر، ولولہ تازہ کا باعث

بنتا ہے اوراسلاف کی ان کوششوں کا ذکر نیک طینت انسان کے لئے مشعل راہ اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

امرتسر کے ایک معروف ہفت روزہ ''وکیل'' میں جس کے کسی زمانے میں امام الہند ابوالکلام آزاد ؒ بھی مدیر التحریر ہوا کرتے تھے، قاضی سلیمان ؒ چونکہ انتہائی راسخ العقیدہ، پکے، سچے اور کھرے مسلمان تھے انہوں نے جب ''الوکیل'' میں تصاویر کی اشاعت دیکھی تو ہفت روزہ کے مالک منشی غلام محمد سے استدعا کی کہ آپ ان بے مقصد اشیاء کو ترک کر دیں تو میں اس صحافتی خلا اور کمی کو مشاہیر اسلام کے تذکرہ سے پورا کروں گا۔(ان شاءاللہ) اور پھر حسب وعدہ وخواہش قاضی ؒ نے اس کو بڑی ہی ذمہ داری سے پورا فرمایا اور حسب موقع آپ نے ائمہ اربعہ یعنی ''امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل ؒ ایسے عظیم ائمہ ومجتہدین کے تذکرے اپنے خاص صحافتی اسلوب بیان سے قلمبند فرمائے۔ ان عظیم شخصیات کے احوال، علاقائی ماحول، ان کی خداداد صلاحیتوں، ان کے تفقہ کے جلیل القدر تذکرے، ان کی زندگیوں کے اخلاق وکردار، دینی لگن، تڑپ، علمی، تحقیقی اور مجتہدانہ کارہائے نمایاں سے مسلمانانِ برصغیر کو آگاہ کیا۔

یہ خوبصورت کتاب ان ائمہ عظام کے ساتھ ساتھ بے شمار اسلامی اور تاریخی عمائد وعظام کی زندگیوں کے بھرپور تذکروں سے بھی معمور ہے اور یہ تذکرہ اصحاب علم وفضل، اپنی نادر تاریخی معلومات اور دل نشین اسلوب نگارش کے باعث ایک یادگار علمی شہ پارہ ہے۔

شخصیات کا یہ خوبصورت تذکرہ خود مؤلف ؒ کی حیات مبارکہ ہی میں ''الوکیل'' میں چھپنے کے بعد ایک خوبصورت کتاب کی صورت میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر عام قارئین کے ہاتھوں تک پہنچ کر قاضی ؒ کی علمی اور فکری صلاحیتوں کا لوہا منوا چکا تھا۔

مکاتیب سلیمان

قاضی محمد سُلیمان منصور پوری ؒ بڑے زود نویس، احباب کی دل جمعی و دل جوئی، احوال واقعی سے آگاہی اور دوست و اقارب سے خط وکتابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ شاید اس دور میں خط وکتابت ہی باہمی تعلق ارتباط اور آپس کے حالات سے آگاہی کا ایک موثر ذریعہ تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ بڑے فاضلانہ، عالمانہ اور محققانہ مکتوب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ان کے بعض مکتوبات تو تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک کسی مسیحی کے سوال کا جواب تھا جو ''استقامت'' کے نام سے طبع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بڑا مبسوط خط غازی محمود دھرم پال کے جوابی خط میں تحریر فرمایا تھا۔ اس طرح یہ مکاتیب جس کی مجموعی تعداد چونتیس (34) ہے، ایک خوب معلوماتی نادر اور تحقیقی مجموعہ ہے۔

سید البشر ﷺ

قاضی محمد سُلیمان منصور پوری ؒ کی اور بھی بے شمار خوبصورت مطبوعات ومؤلفات ہیں جن میں سید البشر سیرۃ النبی ﷺ پر دیئے گئے چار (4) لیکچرز کا مجموعہ ہے جو انہوں نے متحدہ پنجاب کے مشہور شہر امرتسر کے ایم اے او (M.A.O.) ہائی سکول میں ارشاد فرمائے تھے اور مصنف ہی کے بھتیجے قاضی حبیب الرحمٰن مرحوم نے کتابی صورت میں ترتیب دیئے تھے جو ایک سچے عاشق رسول ﷺ کی عقیدتوں کا والہانہ اظہار ہے۔ اس خوبصورت کتاب کو پاکستان کا معروف اشاعتی ادارہ ''طارق اکیڈمی'' چھاپنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔

المسح علی الجوربین

نویں صدی ہجری کے متبحر عالم اور لاتعداد کتب کے مصنف ومؤلف علامہ سید جمال الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف عربی کتاب ''المسح علی الجوربین'' کا مسلمانانِ برصغیر کے افادہ کے لئے سلیس اور شستہ اردو زبان میں ترجمہ کیا جو ان کے اعلیٰ علمی وادبی ذوق ومہارت کا آئینہ دار ہے۔ یہ کتاب بھی کئی دفعہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

برہان

ایک مسیحی پادری نے جولائی 1914ء میں غازی محمود دھرل پال مرحوم کے معروف رسالہ ''المسلم'' جو لدھیانہ سے نشر ہوتا تھا، کے توسط سے شق وار چار سوالات پر مشتمل ایک توضیحی خط قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ارسال کیا تھا۔

1. صحف انبیاء، توریت، انجیل اور قرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟
2. حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام اور محمد ﷺ کے مدارج کیا ہیں؟ آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟
3. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس بات میں نمونہ ہیں اور حضرت محمد ﷺ کس بات میں؟
4. حضرت محمد ﷺ کی ذاتی زندگی کے برتاؤ کا انسانی حاجتوں میں کس زمانے کے لوگوں سے مقابلہ کریں تاکہ وہ عمدہ اور اعلیٰ ثابت ہو؟

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً (5) ماہ بعد بھٹنڈہ میں جہاں ان دنوں موصوف اپنی سیشن جج (Session Judge) کی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں تعینات تھے، ان تمام وضاحت طلب سوالات کے تشفی بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ پادری کے خط کا جواب بڑا فاضلانہ، عالمانہ، محققانہ اور کتبِ سماوی بالخصوص تورات وانجیل پر آپ کی کامل دسترس کا آئینہ دار تھا۔ جب ریاست پٹیالہ کے مسلمانوں نے اس خط کو افادۂ عام کے لئے طبع کروانا چاہا تو قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بصد خوشی ومسرت طباعت کی مشروط اجازت مرحمت فرمائی کہ مصلحتاً پادری صاحب کا نام ظاہر نہ کیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذکورہ فاضل پادری ایک مصلح عالم کے کردار واخلاق اور تسلی بخش جوابات سے متاثر ہو کر نہ صرف حلقہ بگوش اسلام ہو گیا بلکہ بہت بڑا داعی اور مبلغ اسلام بن گیا۔

اس کے علاوہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور بھی خوبصورت تحریریں مختلف رسائل وجرائد کی زینت بنتی رہی ہیں۔

معراج المومنین، اسلام اور تلوار، تبلیغ اسلام، واقع کربلا، قرآن، انجیل اور تورات میں تقابل۔ ان کی دیگر مؤلفات ہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ''اے میرے مولا مجھے ایسے وقت میں اپنے حضور بلانا جب میں دنیا کی ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوں'' دنیا فانی ہے سب نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ عارضی بندھن اور وقتی سہارے سب چھوٹ جانے ہیں۔ بالآخر وہ گھڑی جو ہر ذی روح پر آنے والی ہے، وقت موعود پر آ پہنچی۔ 30 مئی 1930ء کو مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کے لئے ''اللہ رب العالمین'' کی طرف حاضری کا بلاوہ آن پہنچا۔ دوسرے سفرِ حج سے اپنے وطن ہندوستان لوٹ رہے تھے۔ داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ روحانیت سے مالا مال، دنیاوی مال ومتاع سے تہی دامن یہ مسافرِ حرم ﴿يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ کی عملی تصویر بنا کشاں کشاں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ اپنی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ، دینِ اسلام کی علمبرداری، قرآن کریم کی حاکمیت اور سیرت النبی ﷺ کے یادگار اور انمٹ نقوش چھوڑنے والا وقار واحتشام کے ساتھ معرکہ حق میں کامیابی اور اپنی زندگی کو بامقصد گزارنے کا پرمسرت و پرکیف احساس لئے اعلیٰ علیین کی طرف رختِ سفر باندھ گیا۔

عارف باللہ ولی کامل، خاندان غزنویہ کے فرشتہ صفت، ممتاز عالم مولانا محمد اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ نے بحری جہاز پر ہی ان کی نماز جنازہ ادا کی اور" رحمۃ للعالمین " کے مصنف کو "رب العالمین" کے حضور پیش کر دیا۔ علم و تقویٰ کی مجسم تصویر کو جمعۃ المبارک کے روز سمندر کے حوالہ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی مرحوم کی زندگی کا باب آخری کنارہ تک پہنچا۔

مصنف " رحمۃ للعالمین " کو آج ہم سے بچھڑے پون صدی سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ لیکن اپنے تعمیری، تخلیقی، تحقیقی، تصنیفی ذخیرہ کے باعث وہ آج بھی مسلمانانِ عالم کے دلوں میں دھڑکتے اور محسوس کیے جاتے ہیں۔ ان کی خوبصورت اور عالی مرتبت نگارشات آج بھی امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ اور سنگ میل ہیں۔

پٹیالہ جہاں مصنف پیدا ہوئے، عمر عزیز کا خوبصورت حصہ گزارا۔ ریاست کے عظیم منصب پر متمکن رہے۔ خبر وفات کے ساتھ ہی کہرام مچ گیا۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر شخص غم واندوہ کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ اپنے بیگانے سب دل گرفتہ اور مغموم تھے۔ خالصہ ہائی سکول میں تعزیتی جلسہ ہوا۔ ریاست پٹیالہ کے مہاراجہ بوپندر سنگھ چونکہ ان دنوں لندن میں تھے اس لئے وزیر اعظم راجہ گوردوت سنگھ نے اس عظیم الشان تعزیتی اجلاس میں ان کی تعزیت کی۔ عزیز و اقارب ہم مذہب و ہم مسلک حاضرین کے ساتھ دیگر ادیان و مذاہب کے ماننے والے بھی نہ صرف اس جلسہ میں شامل ہوئے بلکہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ کے مختلف نہاں خانوں کو بڑی عقیدت و عمدگی سے عوام کے سامنے آشکارا کیا۔

مسٹر ڈنلوپ سمتھ، لارڈ ماؤنٹ بیٹن، لارڈ کرزن، جوگندر سنگھ، یہ سب لوگ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے سانحہ ارتحال پر بہت غمگین اور افسردہ ہوئے یہ سب قاضی صاحب کی اپنی اور بیگانوں اور حتی کہ غیر مسلموں تک سے حسن سلوک، اسلامی رواداری اور اعلیٰ اخلاق کے باعث تھا قاضی صاحب برصغیر پاک و ہند جمعیت اہل حدیث کے عظیم رہنما اور لیڈر تھے۔ لیکن سبھی سے باوقار تعلقات رکھتے تھے۔ اپنے تعلقات کے باعث جب اسلم سراجپوری جو مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز کے استاد و مرشد تھے، جب پٹیالہ جامع ملیہ کے چندے کے لئے آئے تو قاضی صاحب کا ہی دولت کدہ ان کا راحت کدہ بنا۔

قاضی صاحب اپنی ملازمت سے 1924ء میں ریٹائرڈ ہو گئے تھے۔ پھر بھی ریاست نے ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند قاضی عبدالعزیز کو انسپکٹر آف سکولز پر متمکن کر دیا۔

قاضی صاحب بڑے متواضع، شگفتہ طبع، خوش مذاق، شیریں مزاج، نہایت خوش اخلاق، شائستہ مزاج، فرشتہ سیرت اور عظیم انسان تھے۔ اسلامی آداب و اخلاق سے مزین، شرافت و وضع داری کے پیکر مجسم تھے۔ ان کے اخلاص، للّٰہیت، زہد و ورع، ذمہ داری، دین داری اور تقویٰ کی قسم کھائی جا سکتی تھی۔ معمولات اور معاملات میں احکام الٰہی کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کا بھی بڑے سلیقے سے اہتمام کرتے تھے اور دل و جان کی گہرائیوں سے اس پر عمل کرتے تھے۔ صاحب ذکر و فکر، ظاہری اور باطنی ہر دو اعتبار سے ایک حسین ہستی تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کے درجات کو بلند فرماتے ہوئے انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی قبر کو روشن کرے اس پر رحمت کی برکھا برسائے، رہتی دنیا تک ان کا فیضان جاری و ساری رہے۔ آمین

صَلَّی اللہُ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدِ ‌الْمُصْطَفٰی اِمَامُ الْاَنْبِیَآءِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحٰبِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

امابعد! سالہا سال سے میری یہ آرزو رہی ہے کہ حضرت سید ولد آدم محمد النبی الامی ﷺ کی سیرۃ پر تین کتابیں لکھ سکوں:

☐ مختصر ☐ متوسط ☐ مطول

1899ء میں مختصر کتاب لکھ کر شائع کر چکا ہوں اس کا نام ''مہر نبوۃ'' ہے۔

متوسط کتاب کا نام ''رحمۃ للعالمین'' تجویز کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہوئی۔ یہ پہلی جلد ہے۔ جسے قارئین مطالعہ فرما رہے ہیں۔ دوسری جلد 1921ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی ان شاء اللہ جلد شائع ہوگی۔ ان کے بعد پھر سیرت النبی ﷺ پر ایک کتاب پورے شرح وبسط سے لکھی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالی)

میں جانتا ہوں کہ میری یہ کتاب آنحضرت ﷺ کے محامد ومحاسن کا اظہار اس قدر کر سکتی ہے، جس قدر ذرۂ بے مقدار آفتاب عالم تاب کے انوار کو آشکارا کر سکتا ہے۔ تاہم میں اس کتاب کے پیش کرنے کی جرأت صرف اس لیے کرتا ہوں کہ شاید کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پہنچ سکے۔ مضامین کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری کوشش وسعی کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی سے بتضرع والتجا یہ دعا ہے کہ وہ میری اس ناچیز محنت وعمل کو قبول فرما کر اس کا ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم (المتوفی 18 محرم 1328ھ) کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

المذنب

راجیٔ شفاعت وغفران

قاضی محمد سلیمان عفی اللہ عنہ

سپیشل مجسٹریٹ درجہ اول متوطن منصور پور

علاقہ ریاست پٹیالہ جمادی الاولی 1330ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی لم يتخذ ولدا و لم يكن له شريك فی الملك ولم يكن له ولی من الذل و كبره تكبيرا۔ فلله الحمد رب السموٰت ورب الارض رب العالمين۔ وله الكبرياء فی السموت والارض وهو العزيز الحكيم۔ واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له كلمة قامت بهاالارض والسموت وخلقت لاجلها جميع الموجودات و بها ارسل الله رسله و انزل كتبه و شرع شرائعه و لاجلها نصب الموازين ووضعت الدواوين واشهد ان محمدا عبده و رسوله الذی يجدونه مكتوبا عندهم فی التوراة والانجيل يامرهم بالمعروف وينههم عن المنكرو يحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم إِصْرَهُمْ والاغلال التی كانت عليهم ارسله الله بالهدیٰ و دين الحق ليظهرهٗ علی الدين كله شاهدا علی الخلائق اجمعين ونذيرا مبينا ورحمة للعالمين و مبشرا للمؤمنين بان لهم من الله فضلا كبيرا فصلی الله تعالیٰ علی نبيه امينه علی وحيه و خيرمن خلقه سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ امام الخير وقائد الخير ورسولهٗ الرحمة المبعوث بالدين القويم والمنهج المستقيم وعلی السابقين الاولين من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه۔

اهدی اليه الهنا متواترًا دار الصلوٰة الزهرا الغراء
والی معاشر صحبه العالين والآل الكرام السادة الكبراء
ما اهتزت الارواح من نفس الصبا و تنفس الارواح بالاضواء

امابعد: کتاب ’’رحمۃ للعالمین‘‘ کی جلد اول ہے جو1912۔1916ء کے بعداب سہ بارہ بعدصحت چھپوائی گئی ہے۔ یوم اشاعت سے اس کتاب کومحدثین ومؤرخین ادباء وفضلاء نے جس محبت اور عزت سے دیکھا اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں، رسالوں اور مضامین میں نقل کیا گیا اور جس شغف سے طالب علموں، واعظوں اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی اور اقصائے ملک تک جس طرح اس کی اشاعت ہوئی صلحاء امت نے جس تواتر کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا میں اس کے لیے اپنے مالک حکیم العلیم کے افضال عظیمہ اور نعم متکاثرہ کا نہایت درنہایت شکر گذار ہوں۔ ’’جامع اوراق‘‘ کو اس امر کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہ ناچیز محنت اس طرح پر قبول کی جائے گی۔

﴿ وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ۡ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (القصص:68-70)

طبع سوم میں چند در چند معلومات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب دعا ہے کہ رب العالمین بقیہ کتاب کے بھی جلد شائع ہونے کی توفیق فرمائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

محمد سلیمان کان اللہ لہ

ذی قعدہ 1342ھ / جون 1924ء

مُقَدِّمَہ

حضرت مسیح علیہ السلام سے قریباً دو ہزار (2000) سال پیشتر کا ذکر ہے کہ سلطنت بابل نہایت عروج پر تھی، سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیر اور امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت و غرور اس قدر بھر دیا تھا کہ اس نے سلطنت کے مَعبدِ اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا کہ مخلوق اسی کو سجدہ کرے اور اسی سے منت و نذر و نیاز مانگی جایا کرے۔

رب العالمین نے ان کی ہدایت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضور ﷺ کا سلسلہ نسب واسطے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی کیوں کہ اس کے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھرانا بھی جو بادشاہ رس تھا' اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہو گیا، قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر انھوں نے وطن چھوڑ دیا۔ سارہ رضی اللہ عنہا جو بیوی تھی اور لوط بن فاران علیہ السلام جوان کا برادر زادہ (بھتیجا) تھا۔ دونوں نے مہاجرت میں ان کا ساتھ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی گزران کے لیے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ اللہ نے ان میں برکت دی اور وہ بڑھ کر بہت سے گلے بن گئے۔

امساک بارش سے وہ سرسبز میدان، جہاں ان کے گلے رہتے اور پلتے تھے جب کفِ دست بیابان بن گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے۔

مصر پر اس وقت جو بادشاہ حکمران تھا اس کا نام رقیون [1] تھا۔ وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا (ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہم وطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو۔)

بادشاہ مصر نے بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لیے پسند کیا' لیکن اسے اللہ نے جلد معلوم کرا دیا کہ وہ اللہ کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نے نہایت قدر و منزلت کی اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ کر دی [2] تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آئندہ آرزو کے پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ اللہ نے انھیں پہلوٹا بیٹا اسی کے بطن سے عنایت کیا۔ اس کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔

بی بی سارہ رضی اللہ عنہا سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام اسحاق (علیہ السلام) رکھا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام کو

---

[1] خطبات احمدیہ ص: 109 دکتور رئی الآداب حسن ابراہیم حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ عمرو بن العاص مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر جلد 2 ص 182 میں اس بادشاہ کا نام طوطیس بن مالیا اور اس کے دار الخلافہ کا نام منف لکھا ہے۔ ص: 183 پر طوطیس کو سا طیس لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رقیون اس کا اصلی نام اور طوطیس اس کا شاہی نام تھا۔ اس مؤرخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی بادشاہ نے سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا تک مصر کا غلہ پہنچانے کے لیے دریائے نیل سے بحر احمر تک نہر نکالی تھی جس کی بعد میں اور یان قیصر مخوس دارا نے بھی تجدید کرائی اور بالآخر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے از سر نو کھدوایا تھا۔

[2] ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو صرف یہی شرف حاصل نہیں کہ وہ شہزادی ہیں بلکہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ہاں بھی ان کا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش 16/(7-11)' 17/21 سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اسے پہنچایا کرتے تھے مگر سارہ بی بی کے سامنے بھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ پیدائش 18/10 سے ثابت ہے کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معرفت دی۔

بتلا دیا تھا کہ دونوں بیٹے بڑے بابرکت ہوں گے [1] اور بڑی بڑی قوموں کے جداعلیٰ ہوں گے اوران کی اولاد کثرت کی وجہ سے گنی نہ جائے گی۔اس لیے باپ نے اللہ کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر ان کے لیے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کردیے تھے۔شام کا ملک اسحٰق علیہ السلام کو دیا کیوں کہ بابل اس کے مشرق میں تھا اور اسحٰق علیہ السلام کو اپنے ننھیال سے قرب کا موقع ملا۔

عرب کا ملک اسماعیل علیہ السلام کو دیا۔کیوں کہ مصر اس کے مغرب میں تھا اور اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ننھیال سے قریب تر رہنے کا موقع مل گیا اور بایں ہمہ دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا تا کہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد واعانت کرتا رہے۔ [2]

اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنوجرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔بنوجرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرمانروا تھا [3] اور اسحٰق علیہ السلام کی شادی اپنے ننھیال میں ہوئی تھی۔اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بعد بڑھتا رہا لیکن رب العالمین وقتاً فوقتاً اس بعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دور فرماتا رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی اور پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دے کر لائے۔تب بیابان عرب ہی میں انھوں نے چالیس (40) سال پورے کیے تھے۔

حضرت داود علیہ السلام جب بادشاہ سموئیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے تو عرب ہی میں آکر ٹھہرے تھے۔

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا تو انھیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسماعیل علیہ السلام کی بابت بہت کچھ اشارے کیے ہیں۔اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ آباد ہے۔مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنادی تھی اور اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے۔انھیں کھانے کے لیے عمدہ عمدہ میوے ترکاریاں ملتی رہیں۔ [4] اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے

---

[1] حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہے۔

1	خدانے دردوغم کو سنا ہاجرہ کے (16-11 پیدائش)	خدانے دردوغم کو سنا سارہ کے 18-14 پیدائش
2	خدانے نام رکھا ہاجرہ کے فرزند اسماعیل کا (16-11 پیدائش)	خدانے نام رکھا سارہ کے فرزند اسحاق کا (17-19 پیدائش)
3	خدانے برکت دی ہاجرہ کے فرزند اسماعیل کو (17-20 پیدائش)	خدانے برکت دی سارہ کے فرزند اسحٰق کو (17-19 پیدائش)
4	خدا ساتھ تھا اسماعیل کے (16-11 پیدائش)	خدا ساتھ تھا اسحاق کے (26-24 پیدائش)
5	قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسماعیل (25-16 پیدائش)	قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسحاق (25-16 پیدائش)

[2] پیدائش باب 25 درس 9 میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کے بیٹے اسحٰق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے دفن کیا۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔ [3] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو (Sade) صفحہ 23 [4] جولوگ مکہ جاتے ہیں ان کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں: (1) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی (2) مکہ کے بازاروں میں سبز وتر میوے اور ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ اللہ نے دعا کے دوسرے جزو یعنی رسول پیدا کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔نبی موعود کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونا تورات کی کتاب استثنا 17-18-19 (18-باب) سے اور مکہ (فاران) سے ظاہر ہونا استثنا 2/23 سے ثابت ہے۔

ایک عظیم الشان رسول بھی اسی مقام پر پیدا ہو۔

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بارہ (12) بیٹے ہوئے [1] انھوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا اور وہ بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جو ان کا ننھیال تھا جا ملے اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے۔ جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا اور شمال کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں جہاں ان کے بھائی بنو اسحٰق آباد ہوئے تھے۔

اسی طرح ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک ہو گئے اور بحر ہند و بحیرہ احمر کی ایسے بندرگاہوں پر ان کا قبضہ ہو گیا جہاں سے اس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے اور عرب کا اندرونی حصہ بھی ان کے پاس آ گیا جو غیر اقوام سے بچاؤ کے لیے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انھوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ سے پورا کیا جو دنیا کے لیے توحید کی پہلی درسگاہ تھی۔

قیدار کی اولاد میں 37 پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے اس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کرلی تھی۔

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے تاہم بنو جرہم نے ان کو 207ء میں مکہ سے نکال دیا تھا کیوں کہ بنو اسماعیل نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔

لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے پندرہویں پشت میں ہے پھر مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا اور اس نے مکہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد 440ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کیے:

① رفادہ ② سقایہ ③ حجابہ ④ قیادہ ⑤ قومی نشان بنایا جسے ''لواء'' کہتے تھے۔

⑥ نیز قومی مجلس قائم کی جسے ''ندوہ'' یا ''دارالندوہ'' کہتے تھے۔

قصی کے بعد اس کا فرزند عبد مناف [2] پھر اس کا فرزند ہاشم [3] پھر اس کا فرزند عبدالمطلب [4] (المولود 497ء) پھر اس کا فرزند ابوطالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ جن کی سیرت پاک پر یہ متوسط کتاب لکھی گئی ہے عبدالمطلب کے پوتے تھے۔

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں کہ عرب میں بسنے والے کون تھے اور ان کا اپنے ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق

---

[1] حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہ السلام کے بھی بارہ (12) بیٹے ہوئے۔ بی بی لیاہ کے بطن سے چھ: راؤبین، شمعون، لاوی، یہودہ، اشکار، زبلون۔ بی بی راخل کے بطن سے دو: یوسف، بنیامین۔ زلفہ کے بطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی دو: جد، آشر۔ بلہہ کے بطن سے جو بی بی راخل کی لونڈی تھی دو: دان، نفتالی۔ پیدائش 30/29 ب انھی بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں، جنھیں حضرت یعقوب، موسیٰ، داؤد، مسیح، یوحنا نے برکت یافتہ بتلایا ہے۔ اگر عیسائیوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ کی لونڈی تھیں، جسے سارہ نے اپنے شوہر سے بیاہ دیا تھا تب بھی بنی اسماعیل پر وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ جد۔ آشر۔ دان۔ نفتالی پر اور ان کی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے جو بلہہ اور زلفہ لونڈیوں کے بیٹے ہیں۔ [2] عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ پیدائش کے بعد ان کو مناف بت کے مندر میں لے گئے تھے۔ اس لیے ''عبد مناف'' مشہور ہو گئے تھے۔ [3] ہاشم کا نام عمرو تھا۔ یہ شوربا میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے۔ اس لیے ''ہاشم'' نام پڑ گیا۔

[4] ان کا نام شیبہ تھا۔ جب پیدا ہوئے تو سر کے چند بال سفید تھے۔ اس لیے ماں نے ان کا نام شیبہ (بوڑھا) رکھا۔ مطلب ان کا چچا تھا جس نے یتیمی کے دنوں میں انھیں پالا تھا۔ اس شکر گزاری میں یہ تمام عمر ''عبدالمطلب'' کہلائے۔

تھا؟ لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے۔

عرب کا محل وقوع

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحیرہ احمر اور جنوب میں بحر ہند، مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے اور مصر سے آبنائے سویز جو چالیس (40) برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی، الگ کرتی ہے، ہندوستان اور عرب میں خلیج بحیرہ عرب ہے۔

عرب کی سرزمین

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب و گیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے۔

عرب کی سیاسی حالت

ہم جس ستودہ صفات ﷺ کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کر رہے ہیں ان کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا کہ اس کے جنوب میں سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔ [1] اندرونی ملک بزعم خود آزاد تھا، لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لیے ساعی تھی۔

عرب کی اخلاقی حالت

اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خود مختاری سے خودسری پیدا ہو گئی تھی۔ انھوں نے اپنی شجاعت وجرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ بیکاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کر دی اور طبیعت ثانی بنا دی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان اور نسل بے شک کھری تھی لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خودستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لیے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کر دی تھی اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔

جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کر دی تھی اور بت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے اور اس طرح وہ اللہ کی عظمت وجلال کو فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت بھی بھول چکے تھے۔ اس لیے انسانی حقوق کے لیے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لیے کوئی قانون تھا، قتل انسان، رہزنی، حبس بے جا، تصرف ناجائز، مداخلت بے جا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے بھگا لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا اسی شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔

---

[1] تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو (Sade) ص:40

برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت اور ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کے دین سے بہتر کوئی دین ہو ہی نہیں سکتا۔

عرب کی مذہبی حالت

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی [1] عیسائی [2] صابی ایسے مذاہب ہیں جن کے نام سن کر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونے بھی پائے جاتے ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ و شعیب و صالح علیہم السلام پیغمبروں کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔

عام عیسائی ایک مسیح علیہ السلام کو ''ابن اللہ'' کہتے ہیں، لیکن عرب کے عیسائی مریم کو اللہ کی جورو اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے اور بت پرست تو لات و عزّیٰ کو مؤنث اللہ (لات مونث ہے الٰہ کا اور عزّیٰ مؤنث ہے عزیز کا) بھی کہا کرتے تھے۔

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو توریت کے از بر لکھ دینے سے ''ابن اللہ'' کہا کرتے تھے۔ مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو اللہ کے بیٹے، بیٹی، پیارے، پیاری کہا کرتے تھے۔

آتش پرست غالباً بیٹی، بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے مگر عرب کے ملحد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوروؤں کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے۔

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے عاری، تمدن سے ناواقف، مصالحت اور معاشی سے ناآشنا تھے۔

ملحد اور دہریے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے۔

اللہ کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور، نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مرتب ہونا ان کے نزدیک قابل تسخیر خیال تھا۔ ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔

عرب کا کرۂ ارض کے وسط میں وقوع

اگر ہم عرب کو کرہ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے [3] کہ اللہ نے اسے ایشیا و یورپ

---

[1] یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقہ سے نکالا تو وہ عرب کی طرف چلے آئے اور بنو اسماعیل نے (اپنے ان چچا زاد بھائیوں کا) خیر مقدم کیا اور ان کے مذہب نے حجاز اور نواح خیبر و مدینہ میں اچھی اشاعت پائی۔ (از کتاب خلاصۃ تاریخ العرب ص 38)

[2] عیسائیت کو 330ء میں بنو غسان نے قبول کیا اور پھر عراق عرب، بحرین اور صحرائے فاران و دومۃ الجندل اور فرات و دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا اور اس دین کی اشاعت میں نجاشی اور قیصر نے باہم مل کر کوشش کی۔ 395ء تا 513ء میں اس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا اور یمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھیں۔ (ایضاً ص 39)

[3] کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ 40 درجہ عرض البلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ 80 درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ 120 اور نصف 60 ہوا۔ جب 60 کو 80 درجے شمالی سے تفریق کریں تب 20 رہ جاتے ہیں اور جب 60 میں سے 40 درجہ جنوبی کو تفریق کر دیں تب بھی 20 (درجہ شمالی) رہ جاتے

وافریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی وتری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے، اس لیے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا اور جہالت کی حکومتِ اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لیے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لیے موزوں ہے۔ خصوصاً اس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ، یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔

رب العالمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لیے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو عرب میں پیدا کیا اور ان کو بتدریج قوم اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔

نبی ﷺ کے اعلیٰ کام

قارئین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کر سکیں گے کہ نبی ﷺ کا کام کس قدر مشکل تھا اور انھوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی' صبر و حلم' استقامت اور تحمل سے شروع کیا۔ کیوں کر تہذیب و تمدن اور علم و اخلاق کو پھیلایا۔ کیوں کر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی اور انسان کے دل پر عظمت و کبریائی کا نقش قائم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء واسباب کا خادمِ انسان ہونا ثابت کر دیا۔

وحدتِ تعلیم

رسول کریم ﷺ نے کس طرح نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک ومقام کی حالتوں اور امیری وغریبی کے امتیازوں اور فاتح ومفتوح کی تفاوتوں مختلف زبانوں' مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی سے سب کو دین واحد کے رشتہ میں متحد و یکساں و مساوی ہم سطح و ہم خیال' ہم اعتقاد و ہم آواز بنایا۔

اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے، بندوں کو اللہ سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت و عداوت کی جگہ نصرت واخوت کو بٹھلا چکے' ظلمت وجہالت کو نکال کر ان کے دل و دماغ پر نورِ صداقت و علم کو متمکن کر چکے تب کیسی فارغ البالی' کشادہ پیشانی اور مسرت کے ساتھ دنیا سے سدھار گئے۔

اسلام اور مختلف طبقات

نبی ﷺ کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کے لیے دیکھو کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا جو اس کا نیک پھل

ہوتے جاتے ہیں اور مکہ معظمہ ساڑھے 21 درجے پر آباد ہے۔ اس لیے کرۂ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

(1) یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لیے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔

(2) اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب 15 سے 35 درجہ ہائے عرض بلد (شمالی) پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و منگول اور مغرب میں حبشی و ہامائٹ (نسل عام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالباً اس لیے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ ﴾ (البقرۃ 143) "ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ قوموں کے سامنے تم اللہ کی شہادت ادا کرو۔"

لائے تھے۔

نجاشی ملک حبشہ، جیفر ملک عمان، اکیدر شاہ دومۃ الجندل۔

نجد کے وحشی، تہامہ کے بدو اور یمن کے مسکین دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں۔

مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیت اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ عیسائیت اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت کو چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کیے جانے پر متفخر ہیں۔

مساواتِ ظاہری واخوتِ باطنی

یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مِنَّا اَھْلُ الْبَیْتِ [1] کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی، جس کی سطوت و ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا، سید سید (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین، قومیت کا تفرقہ، ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا۔ حسب و نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمینگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں، ایک ہی جوش طبیعتوں میں ایک ہی خیال دماغوں میں ایک ہی آواز توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے۔

دشمنوں کا دوست بن جانا

دشمن دوست بن گئے اور جان ستان، جان نثار ثابت ہوئے ہیں۔ وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹراڈیشن (Exterdition) مجرموں کے حاصل کرے۔ [2] چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی ﷺ کی خدمت میں لاتا ہے۔

وہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ لات و عزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا اور اسلامی فتوحات میں گرمجوش جنرل کا درجہ پاتا ہے۔ وہی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ منورہ میں حاضر ہوتا ہے اور اپنی قوم میں دعوت اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہی سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جو معاہدہ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا اور جس نے عہد نامہ میں اسم پاک محمد ﷺ کے ساتھ لفظ "رسول اللہ" لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی ﷺ کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلوں میں سکینت اور ایمان بھر دیتی ہے۔

وہی عمر رضی اللہ عنہ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرت ﷺ کا سر قلم کرنے کے لیے نکلا تھا۔ وفات نبوی ﷺ کے دن شمشیر برہنہ لے کر کہہ رہا ہے کہ جو کوئی کہے گا کہ آنحضرت ﷺ نے وفات پائی۔ اس کا سر قلم کر دیا جاوے گا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو مارا۔ کلیجہ

---

[1] الطبرانی: 261/6، حاکم 6539، 6541، الطبرانی فی التفسیر: 85/2، اسد الغابہ: 514/2، ابن سعد: 59/1

[2] غیر ملکی مجرموں کو ملک کے مجاز حاکموں کے حوالے کرنا۔

نکالا، اعضاء کاٹے، جنازہ بے حرمت کیا تھا، کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا، شرم و خجالت سے منہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔

وہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب جو حقیقی تایا کا بیٹا ہو کر بھی نبی ﷺ کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبہ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور جنگ حنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی ﷺ تھامے نظر آتا ہے۔

وہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب جو سات (7) برس تک برابر آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لاتا اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ طفیل دوسی رضی اللہ عنہ جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمد ﷺ کی آواز کان میں نہ پہنچے بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا اور محمد ﷺ کی آواز پہنچاتا تھا۔ وہ عبد یالیل ثقفی رضی اللہ عنہ جس نے طائف میں غلام بچوں کو پتھراؤ کرنے کے لیے نبی ﷺ کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان و ایقان لایا تھا۔ وہی بریدہ رضی اللہ عنہ بن الحصیب اسلمی جو قریش سے سو (100) شتر سرخ [1] کے انعام کا وعدہ لے کر آنحضرت ﷺ کی گرفتاری کے لیے ستر (70) سواروں کی دوش لے گیا تھا چند گھنٹہ کے بعد نبی ﷺ کا علمبردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

معجزاتِ مادی و معجزاتِ علمی

یہ سب کرشمے اس پاک تعلیم کے تھے جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھلائے۔ لاٹھی سانپ، پتھر، دریا، آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا۔

لیکن نبی ﷺ (فِدَاهُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ) نے عظیم الشان معجزہ دکھلایا کہ دلوں کو بدل دیا اور روح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاٹھی انسان اور سانپ، انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے۔

اور وہی چیز ہے جو آج تک ان سب دماغوں کی حیرت و محویت کا موجب ثابت ہوئی ہے جنھوں نے نبی ﷺ کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے۔

کاش! مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش! وہ نبی ﷺ کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش! وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں۔ کاش! وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں، اپنے بچوں، اپنے باپ، پیر، بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

قارئین! نبی ﷺ کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے۔ اس لیے مسکینی و غربت ایسے اوصاف ہیں جو حضور ﷺ کے "توأم" ہیں۔ [2]

سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیات اور زندگی کے گوناگوں حالات

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے۔ اس لیے سادگی و بے تکلفی نے حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ نشو و نما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا جب کہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی۔ اس لیے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی

[1] مراد سرخ اونٹ ہیں۔ [2] جڑواں۔

قدر و منزلت شروع ہی سے حضور ﷺ کے خاطر نشین تھی۔

25 سال کی عمر تک حضور ﷺ نے شادی نہیں کی۔ تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوان شباب کا عالم تھا کمال عفت و عصمت، شرم و حیا سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے کہ حضور پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و باحیا تھے۔ [1]

آنحضرت ﷺ نے معاش کے لیے تجارت کو پسند فرمایا تھا اور اس طرح ان بلند حوصلہ لوگوں کے لیے جو ثبات و استقلال، معاملہ فہمی و ضرورت شناسی، حلم اور بردباری سے متصف ہوں۔ ہدایت فرمائی کہ تجارت سے بہتر اور کوئی معاش نہیں۔

مردانہ جمال میں کمال حسین، حسب و نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں حضور ﷺ سے پندرہ (15) سال زیادہ تھی، پہلا نکاح کیا اور اس سے عقد بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا۔ نیز واضح کر دیا کہ متاہل زندگی میں بھی ہم کیوں کر شہوانی خیالات کے تقید سے آزاد رہ سکتے ہیں۔

یہ بیوی نہایت متمول تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے اپنی قانعانہ طبیعت اور زاہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سرراہ ایک مشعل روشن فرمائی۔

آنحضرت ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا اور سب کے دلوں میں اپنے لیے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنالی تھی اور اسی طرح پر راستبازوں کے لیے ایک درخشندہ مثال قائم فرمادی کہ کیوں کر نیکی اور صداقت کی طاقت، ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی اور ان منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں اسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے زریں اصول کا سبق دیا۔

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت ﷺ نے بتلا دیا کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں تو ان کو کیوں کر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرمادیا کہ خدشہ جنگ کے ٹال دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان

آنحضرت ﷺ کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے۔

- آپ ﷺ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے۔
- آپ ﷺ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں اللہ کی آواز کو پہنچایا۔
- آپ ﷺ نے عیسیٰ رسول اللہ علیہ السلام کی طرح اللہ کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔
- آپ ﷺ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین (3) سال تک محصوری کے دن کاٹے اور پھر بھی آپ ﷺ کا دل اللہ کی شکر گزاری سے لبریز اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی۔

---

[1] بخاری: 3562، 6102، مسلم: 6032، ابن ماجہ: 4180۔

- آپ ﷺ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور اعلانیہ خلوت اور جلوت میں میلوں اور جلسوں، گزرگاہوں اور راہوں پر، پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور لوگوں کو ان کے افعال بد سے نفرت دلائی۔
- آپ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی اور وطن کو چھوڑ کر شجرہ طیبہ اسلام کے لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش میں رہ نوردہوئے۔
- آپ ﷺ شب ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔
- اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنھوں نے تین (3) دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نینویٰ میں منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین (3) دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا۔
- آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح (جنھوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا) شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند مملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔
- آپ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ منورہ میں اللہ کے لیے ایک گھر بنایا جو ہمیشہ کے لیے اللہ کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پرنور رہا ہے، جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کر سکا۔
- آپ ﷺ یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذارساں وستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے (بتوسط ثمامہ بن اثال) غلہ بہم پہنچایا اور بالآخر فتح مکہ کے دن ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ (یوسف:29) کا مژدہ سنا کر "اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ" کے فرمودہ سے انھیں پابند منت واحسان بنایا۔

وقت واحد میں آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت تھے اور ہارون کی طرح صاحب امامت بھی۔

ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی، ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی، یوسف علیہ السلام کی سی درگزر، داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات، یعقوب علیہ السلام کا سا صبر، سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری، یحییٰ علیہ السلام کا سا زہد، اسماعیل علیہ السلام کی سی سبک روحی کامل ظہور بخش تھی۔

اے کہ برتخت سیادت ز ازل جاداری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت ﷺ میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ للعالمینی کا رنگ وہ نور تھا کہ جس نے تمام رنگوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ وچیدہ (بیضاونقیہ) روشنی سے منور کر دیا ہے۔

ذرہ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ اس لیے سادہ ومختصر حالات پیش کر دیتا ہوں۔ رب کریم میری حسن نیت پر نظر فرما کر میرے زلات کو عفو فرمائے اور برادران اسلام میری کمی بضاعت کو ملحوظ رکھ کر تقصیر خدمت کو معاف فرمائیں۔ آمین!

خاکسار
محمد سلیمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

سیدنا محمد ﷺ (1) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرت کا نام محمد ﷺ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد (2) رکھا تھا۔ (3)

نبی ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام (4) (خلیل الرحمٰن وابوالانبیاء) کی اولاد سے ہیں جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہ مصر رقیون کی بیٹی تھی۔ اللہ کے ہاں ان کا ایسا درجہ تھا کہ اللہ کے فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے اور اللہ کے پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ (5)

ہاجرہ بی بی علیہا السلام کے فرزند کا نام اسماعیل علیہ السلام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کے لیے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا۔ (6)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ نے بارہ (12) بیٹے دیے تھے۔ ان میں سے قیدار بہت مشہور ہوئے ہیں۔ تورات میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے۔ (7)

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصی بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے نبی ﷺ کے دادا ہیں۔

نبی ﷺ کی ماں کا نام آمنہ ہے جو وہب کی بیٹی ہیں۔ وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب بہ قریش کے ساتھ جا ملتا ہے۔

اس لیے نبی ﷺ ددھیال اور ننھیال میں عرب کے بہترین قبیلہ، بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں۔

ہمارے نبی ﷺ موسم بہار (8) میں دوشنبہ (پیر) (9) کے دن 9 ربیع الاول (10) عام الفیل (11) مطابق 22

---

(1) لفظ "محمد" ﷺ حمد سے اسم مفعول ہے۔ یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیے آیا ہے اور "احمد" بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے۔ اسم محمد ﷺ سے حمد کی کثرت وکمیت اور اسم احمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے ؎

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ۔۔۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

"اللہ نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت محمد ﷺ ہیں۔"

واضح ہو کہ نبی ﷺ کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضور ﷺ کا نام محمد واحمد ہے اور حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام "محمود" ہے۔ امت محمدیہ کا نام "حمّادون" ہے اور آنحضرت ﷺ کے "لواء" کا نام "لواء حمد" ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا۔

(2) حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ﷺ اور آسمان پر احمد ﷺ ہے۔ توریت میں اسم مبارک محمد ﷺ اور انجیل میں احمد ﷺ ہے۔

(3) سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی علیہا السلام نے اسماعیل علیہ السلام کا نام (پیدائش 16/11) اور مریمؑ نے یسوع کا نام (لوقا باب 31 درس) رکھا تھا۔

(4) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم علیہ السلام رکھا۔ اس کا معنی قوموں کا باپ ہے۔ (پیدائش 17 باب 5 درس) بنی اسماعیل و بنی اسرائیل و بنو عیصو و بنی قیطورہ انہی کی اولاد ہیں۔ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ ان کے قول کے مطابق ابراہیم علیہ السلام قوموں کا باپ کیوں کر ثابت ہوئے۔ (5) کتاب پیدائش 16/7 تا 11 و 21/17۔ (6) زبور 84 باب 6،5،4 درس وکتاب صحیح بخاری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ و پیدائش 19/20 (7) یسعیاہ 16/ زبور 120/5 یسعیاہ 60/7 یرمیاہ 49/28 وغیرہ وغیرہ۔

(8) حضرت یحییٰ و داؤد علیہم السلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی۔

فوجهي والزمان و شهر و ضحى ۔۔۔ ربيع في ربيع في ربيع

(9) نبی ﷺ کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت، نبوت، ہجرت، وفات، سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے۔ (10) تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبری وابن خلدون نے 12 تاریخ اور ابوالفداء نے 10 لکھی ہے۔ مگر سب کا اتفاق ہے کہ ...

اپریل 571ء [1] مطابق یکم جیٹھ [2] سمت 628 بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق [3] وقبل از طلوع نیّر عالم تاب پیدا ہوئے۔حضور ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ [4] والد بزرگوار کا آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔

عبدالمطلب، آنحضرت ﷺ کے دادا، نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔اپنے چوبیس (24) سالہ نوجوان فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا؟ عبدالمطلب نے کہا: ''**محمد**'' ﷺ۔

محمد ﷺ نام رکھا گیا، قوم نے اس نام پر تعجب کیا

لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے۔ [5]

شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو جب کہ وہ آٹھ (8) دن کے ہو جاتے تھے دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے۔

ایام رضاعت

اسی دستور کے مطابق آنحضرت ﷺ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔وہ ہر چھٹے مہینے لا کر ان کی والدہ اور دیگر اقربا کو دکھلا جاتی تھیں۔دو برس کے بعد آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا۔مائی حلیمہ آپ ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔حضرت آمنہ نے اس خیال سے کہ (وہاں کی آب و ہوا حضور ﷺ کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو پھر مائی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا۔

والدہ مکرمہ کا انتقال

جب آنحضرت ﷺ کی عمر چار (4) برس کی ہوئی تو والدہ مکرمہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے پاس رکھ لیا، جب

...دوشنبہ کا دن تھا۔چونکہ دوشنبہ کا دن 9 ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا اس لیے 9 ربیع الاول ہی صحیح ہے۔تاریخ دول العرب والاسلام میں ''محمد طلعت بک عرب'' نے بھی 9 تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ [11] واقعہ عام الفیل کے 55 یوم بعد۔

[1] 22 اپریل گریگورین رول کے مطابق ہے۔جس پر ستمبر 1752ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق 9 ربیع الاول مطابق 19 اپریل 5284 جولین کے تھی اور گریگورین نے اس 19 کو 20 اپریل 571ء بروئے حساب قدیم قرار دیا۔

[2] واضح ہو کہ شمسی سال کی صحیح مقدار 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ 46 سیکنڈ ہے مگر سمت بروشد کے جاری کرنے والوں نے 23 منٹ 23 سیکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔اس زیادتی کی وجہ سے سمت بروشد سنہ عیسوی کے مقابلہ میں 23 منٹ 23 سیکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔سمت پروشد 1 کا آغاز یوم یک شنبہ (مطابق 14 مارچ 4657 جولین) ہوا تھا۔یعنی اعتدال ربیع سے 9 یوم پہلے مگر سمت 628 پروشد کا آغاز 22 مارچ 571ء کو ہوا تھا۔یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یوم بعد۔اور ہمارے زمانہ میں سمت 1927 پروشد 13 اپریل 1915ء کو شروع ہوا ہے۔یعنی اعتدال ربیعی سے 23 یوم بعد۔آئندہ بھی سمت پروشد میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہے گا۔یعنی ساڑھے 61 سال کے بعد سمت کا شروع ایک دن موخر ہوتا رہے گا۔غرض سمت پروشد میں جو غلطی متعلق مقدار سال شمسی کے ابتدائے قائمی سمت مذکور سے موجود ہے۔اسی کی وجہ یہ ہے کہ 628 سمت پروشد کا یکم جیٹھ مطابق 22 اپریل 571ء تھا اور سمت 1927 پروشد کا یکم جیٹھ مطابق 14 مئی 1915ء کے ہے

[3] یوم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع 4 بج کر 20 منٹ (دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے) یا 9 بج کر 57 منٹ (حساب مروجہ حال عرب سے) ہوا تھا اور آفتاب اس وقت برج حمل سے 31 درجہ 20 دقیقے پر تھا اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر 13 گھنٹے 16 منٹ گذر چکے تھے۔

[4] یسعیاہ 6/9 میں ہے: ''ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا'' یہ بشارت نبی ﷺ کی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی کیوں کہ انجیل متی سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام...

آنحضرت ﷺ کی عمر چھ(6) برس کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی، ① جب آنحضرت ﷺ کی عمر آٹھ برس 10 دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بیاسی (82) سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابوطالب کی تربیت

ابوطالب آنحضرت ﷺ کے تایا تھے اور آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی۔ اب وہ آنحضرت ﷺ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے۔ ②

بحیرہ راہب سے ملاقات

اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب بارہ (12) سال کے ہوئے تو اپنے تایا ابوطالب کے ساتھ، جب کہ وہ تجارت شام کو جاتے تھے، سفر میں گئے۔ بصرہ میں بحیرہ راہب نے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے۔ تایا سے کہا کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لے جاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں۔ شفیق تایا نے آنحضرت ﷺ کو بصرہ ہی سے واپس کر دیا③

① اس بارہ میں جو حدیث ترمذی وغیرہ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ تایا نے واپس کرتے وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ بلال ؓ کو بھیجا تھا۔ ابن قیم ؒ کہتے ہیں کہ یہ صریح غلطی ہے۔ اول تو اس وقت بلال ؓ نہ ابوطالب کے پاس تھا، نہ ابوبکر ؓ کے پاس۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان دنوں موجود ہی نہ ہو۔ ④

② قرآن مجید کی آیت ﴿ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ﴾[البقرۃ:89] ''یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر کافروں پر فتح اس کے ذریعہ سے پانے کی آرزو میں رہا کرتے۔ جب نبی ظاہر ہوا اور انھوں نے پہچان بھی لیا تب اس سے منکر ہو بیٹھے۔'' سے ثابت ہے کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح و نصرت ہوگی۔ یہ اعتقاد ان کا اس وقت تک رہا جب تک کہ حضور ﷺ کی بعثت نہ ہوئی۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیوں کہ اگر یہودی اس لڑکپن میں آنحضرت ﷺ کو پہچان لیتے تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضور ﷺ کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ راہب کی داستان ناقابل اعتبار ہے۔

تجارت کا خیال

جب نبی ﷺ جوان ہوئے تو آپ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہ ؓ تھی۔ وہ بہت مالدار تھی، اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی، اس نے آنحضرت ﷺ کی خوبیاں اور

[illegible] کی اور بھی بہنیں اور بھائی تھے اور وہ مریم کے اکلوتے بچے نہ تھے۔ ⑤ ابوالفدا ص:110 نیز یسعیاہ 6/9 ''وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب''

① ماخوذ از خطبات احمدیہ مصنف سر سید احمد خان: المتوفی 1415ھ زاد المعاد۔

② زاد المعاد، امام ابن قیم ؒ۔ ③ پادری صاحبان نے اتنی بات پر کہ بحیرہ نصرانی ملا تھا۔ یہ شاخ و برگ اور بھی لگا دیے کہ 40 سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرت ﷺ نے ظاہر کی تھی وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت ﷺ نے تثلیث اور کفارہ کا رد، مسیح علیہ السلام کے صلیب پر جان دینے کا بطلان اس راہب کی تعلیم ہی سے کیا تھا تو اب عیسائی اپنے اس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے۔

④ زاد المعاد مصنفہ علامہ ابن قیم (المتوفی 23 رجب 57ھ ص:17)

ان کے اوصاف سن کر اور آپ کی سچائی، دیانت داری، سلیقہ شعاری کا حال معلوم کر کے خود درخواست کر دی کہ اس کے روپے سے تجارت کریں۔ آنحضرت ﷺ اس کا مال لے کر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔

اس سفر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا، اس نے آنحضرت ﷺ کی ان تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا جو سفر میں خود دیکھی تھیں، ان اوصاف کو سن کر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کر کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھی۔

نکاح:- جب یہ نکاح ہوا تو آنحضرت ﷺ کی عمر پچیس (25) سال اور خدیجہ بی بی رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس (40) سال کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں وہ پچیس (25) سال تک زندہ رہیں، آنحضرت ﷺ ان کے مر جانے کے بعد بھی اکثر ان کا محبت سے ذکر کیا کرتے اور ان کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے، اس شادی کے بعد آنحضرت ﷺ کا تمام وقت اللہ کی عبادت اور بنی آدم کی بہبود وخیر اندیشی میں پورا ہوا کرتا تھا۔

قیامِ امن ونگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد

ان ہی دنوں میں آنحضرت ﷺ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی، راستوں کا خطرناک ہونا، مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہو گئی جس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تیم شامل تھے۔

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد واقرار کیا کرتے تھے۔

﴿1﴾ ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔ ﴿2﴾ ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔

﴿3﴾ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔ ﴿4﴾ ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔ [1]

اس تدبیر سے بنی آدم کے جان ومال کی بہت کچھ حفاظت ہو گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے کہ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لیے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار پایا جاؤں گا۔

ملک کی طرف سے "صادق" و "امین" کا نام آنحضرت ﷺ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے ان دنوں لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو نام لے کر نہیں بلاتے تھے بلکہ "الصادق" یا "الامین" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی عمر پینتیس (35) سال کی تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو (جس کی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں) از سر نو تیار کیا۔ [2]

---

[1] انگلستان میں نائٹ ہڈ (Knighthood) کا آرڈر جس کے ممبر قریباً یہی اقرار کیا کرتے تھے، اس انجمن سے کئی صدیوں کے بعد قائم ہوا تھا۔

[2] کعبہ کی اول تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کی تھی۔ پھر بنی جرہم، بنو عمالقہ، قصی اور قریش نے اس کی تجدید کی تھی۔ تجدید عمارت کی ضرورت مرور زمانہ کے اثر یا صدمہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی۔ کسی غیر قوم کے قبضہ کر کے گرا دینے، منہدم کرنے کا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچ ہزار (5000) سال سے نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ ہیکل یروشلم کے ساتھ بار بار ایسے واقعات پے در پے اور متعدد بار ہوتے رہے اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا کی کسی عبادت گاہ کو حاصل نہیں۔

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے مگر جب حجراسود کے قائم کرنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف ہوا۔ ① کیوں کہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اسی کے ہاتھ سے سرانجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑی عمر کا تھا یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں۔

آنحضرت ﷺ کا تمام قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا

اس رائے کو مانا گیا اور اقرار دیا گیا کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئے گا وہی سب کا حَکَم سمجھا جائے گا۔ اتفاقاً آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے آنحضرت ﷺ کو دیکھنا تھا کہ هٰذَا الْأَمِيْنُ رَضِيْنَاهُ ② کے نعرے لگ گئے (امین آ گیا۔ ہم اس کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔)

---

① حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دستور تھا کہ میدان میں جس جگہ کو عبادت گاہ مقرر کرتے وہاں ایک لمبا بن گھڑا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے۔ جیسے اب بھی مسلمان کھلی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھڑی وغیرہ گاڑ لیا کرتے ہیں۔ جسے سترہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت کتاب پیدائش باب 12 درس 8,7 باب 13 درس 18 و باب 26 درس 25 و باب 28 درس 22,19,18 و کتاب خروج باب 25 و باب 24 درس 4 سے بخوبی ملتا ہے۔ حجراسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے کہ کعبہ بنائے ابراہیمی سے اب کونے میں لگا دینے کے بعد یا تنا کام دیتا ہے کہ طواف کا شروع اور ختم اسی جگہ سے شروع کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو درجہ اس کا ہے وہ اس کے نام حجراسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سنانے کے لیے حجراسود کو مخاطب کر کے کہا تھا ''تو ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نفع نہ ضرر دے سکتا ہے۔'' (بخاری:1597)

② ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ کو عرب کے لوگ نبوت سے پہلے صادق و امین کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی انھوں نے الامین ہی حضور ﷺ کو کہا ہے۔ اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتہ سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درس ہے: ''یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اللہ نے اسے دیا تا کہ اپنے بندوں کو وے وہ باتیں جن کا جلد ہونا دکھاوے۔'' اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں ان باتوں کا ذکر ہے جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہونے والی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیح کا حواری ہے جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیح کے دنیا سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے: پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا اور اس کا سوار (ب) امانتدار سچا کہلاتا ہے۔ (ج) وہ راستی کی عدالت کرتا ہے۔ (د) اور لڑتا ہے (ہ) اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند (و) اور اس کے سر پر بہت سے تاج (ز) اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانا۔ (ح) اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا۔ (ط) اور اس کا نام کلام خدا ہے۔ (ی) اور وہ فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے ہولیں۔ (ک) اور اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے کہ وہ اس سے قوموں کو مارے (ل) اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکمرانی کرے گا (م) اور وہ خود قادر مطلق اللہ کے قہر و غضب کے کولھو میں روندتا ہے۔ (ن) اور اس کے لباس اور اس کی ران پر یہ نام لکھا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند'' (مکاشفہ 19 باب)

اب میں نہایت اختصار سے اس کی شرح کر دینا چاہتا ہوں۔

(الف) نقرئی گھوڑے اور اس کے سوار کا ذکر مکاشفہ 6-2 میں بھی ان الفاظ سے ہے، دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اس پر سوار تھا۔ کمان لیے ہے اور ایک تاج اسے دیا گیا اور وہ فتح کرتا ہوا اور فتح مند ہونے کو نکلا۔ مکاشفہ 19-11 میں نقرئی گھوڑے کے سوار کی نام کی اور مکاشفہ 6-2 میں اس کے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے اور یہ علامات آنحضرت ﷺ ہی پر صادق آتی ہیں۔

(1) نبی ﷺ کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا جس کا نام لحیف تھا۔ (دیکھو کتاب سفر السعادت)

(2) آنحضرت ﷺ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں ہے: إِرْمُوْا فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا (تیر چلایا کرو تمہارے باپ اسماعیل علیہ السلام تیر انداز تھے) (بخاری 3373)

(3) آنحضرت ﷺ کے لیے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لیے آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تھے اسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اپنی امت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح روح اللہ علیہ السلام اپنی بہت سی باتیں بتلانے سے پہلے دنیا سے الگ ہو گئے اور نبی ﷺ تمام و کمال کا اعلان دے کر یہاں سے رخصت ہوئے تو حضور ﷺ کی فتح مبین میں اور فتح مند ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ بدرجہ

آنحضرت ﷺ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔آنحضرت ﷺ نے ایک چادر بچھائی۔اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے جہاں قائم کرنا تھا۔آنحضرت ﷺ نے پھر اسے اٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا۔

(ب) امانتدار اور سچا کہلاتا ہے۔امانتدار (امین) سچا (صادق) کا ترجمہ ہے۔کہلاتا ہے کے معنی یہ ہیں کہ لوگ اسی نام سے بلایا کریں گے اور یہی معاملہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوتا رہا۔

(ج) وہ راستی سے عدالت کرتا ہے۔یسعیاہ 11 باب میں بھی ہے۔4۔وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لیے انفصال کرے گا۔یوحنا نے اسی کو دہرا کر بتلا دیا کہ اس کا تعلق زمانہ مابعد مسیح سے ہے۔قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾[الاعراف:157]۔

(د) اور لڑتا ہے۔"راستی کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتلائی گئی تاکہ کوئی پادری غلطی سے اس مکاشفہ کو کسی اور پر چسپاں نہ کرے۔کیوں کہ اس سوار کے لیے مجاہد و غازی ہونا ضروری ہے۔

(ہ) اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند نبی ﷺ کے حلیہ میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے۔آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں سرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔چنانچہ ایسا ہی تھا کہ مردمک انور کے گرداگرد سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔

(و) اس کے سر پر بہت سے تاج۔انبیاء کے پاک گروہ کو دیکھو،کوئی واعظ ہے۔(سلیمان) کوئی مبشر ہے۔(عیسیٰ علیہ السلام) کوئی منذر ہے۔(نوح علیہ السلام) کوئی مثنی ہے۔(موسیٰ علیہ السلام) کوئی مناظر ہے۔(ابراہیم علیہ السلام) کوئی مجاہد ہے۔(داؤد علیہ السلام) لیکن نبی ﷺ میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔اسی لیے اللہ پاک فرماتا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴾[الاحزاب:45-46] "اے نبی ہم نے تم کو شاہد،مبشر،نذیر،داعی الی اللہ،روشن کر دینے والا سراج بنا کر بھیجا ہے۔" سر پر بہت سے تاج ہونے کے معنی یہی ہیں کہ وہ جامع صفات نبی ہیں۔

(ز) "اس کا ایک نام لکھا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانا" آنحضرت ﷺ کا اسم پاک احمد و محمد ﷺ وہ ہے جو پہلے کسی کا نام نہیں ہوا۔مسیح اور یسوع تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بیسیوں ہوئے۔

(ح) "خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے گا۔" نبی ﷺ کے ساتھ طائف میں منادی کرنے کے وقت ایسا ہی گذرا کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہولہان ہو گیا تھا اور لباس خون میں تر جسم کا خون بہہ بہہ کر ایسا جم گیا کہ وضو کے لیے جوتا اتارنا مشکل ہو گیا تھا اور چوں کہ اس سفر میں آنحضرت ﷺ تنہا تھے اس لیے یسعیاہ 63/3,2,1 بھی آنحضرت ﷺ ہی پر صادق آتا ہے۔

(ط) "کلام خدا" نبی ﷺ کی یہ علامت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سب سے آخری وعظ (کتاب 5 باب 31) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وعظ (یوحنا 13/16) میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔اب یوحنا حواری نے بھی بیان کیا۔جس سے معلوم ہوا کہ یوحنا کے مکاشفہ تک کلام خدا والی علامت کا پورا ہونا باقی تھا۔پس یہ قرآن ہی ہے جس کی بابت اللہ خود فرماتا ہے: ﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾[النجم:2-3] "نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔یہ تو وہ کلام اللہ ہے جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔"

(ی) فرشتوں کا اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے۔﴿ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴾[التحریم:4] "یعنی فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔" "فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی ﷺ کے اتباع میں ہیں۔نبی ﷺ کو سفید لباس ہی محبوب تھا) آپ کے نشان (علم کا رنگ بھی سفید تھا۔) افتتاح جنگ اور قیام صلح کے لیے بھی سفید پھریرا ہی اڑایا کرتے ہیں۔

(ک) "اس کے منہ سے تیز تلوار نکلتی ہے۔" یہ جہاد ہے اور جن لوگوں پر جہاد کیا گیا ہے ان کا مذکور بھی اسی مکاشفہ 19 باب کے 17 سے 21 تک میں بیان کر دیا گیا ہے۔

(ل) "لوہے کے عصا سے حکمرانی کرے گا۔زبور 2-9 میں بھی اس کا مذکور ہے۔مکاشفہ میں زبور کے الفاظ دہرانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے وہ یوحنا کے بعد آنے والا ہے۔پس وہ یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔کیوں کہ پھر کوئی بھی حضور ﷺ کے سوا وحی،نبوت اور سلطنت محکم کا جامع نہیں ہوا۔

(م) وہ قادر مطلق کے قہر کے کولھو میں روندتا ہے۔سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا،قیصر و کسریٰ کو نافرمانی محمد ﷺ کی سزا ملنا اللہ کے قہر ہی سے تھا۔

(ن) اس کے لباس اور ران پر بادشاہوں کا بادشاہ،خداوندوں کا خداوند لکھا ہوگا۔آنحضرت ﷺ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء،سید المرسلین بھی ہیں اور یہی مراد مکاشفہ کے الفاظ کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں، ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

قرب زمانہ بعثت

بعثت سے سات (7) برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی [1] اور آنحضرت ﷺ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے۔ [2] اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس طرح قریب ہوتا گیا آنحضرت ﷺ کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔

غار حرا میں عبادتیں کرنا

آنحضرت ﷺ کثر پانی اور ستو لے کر شہر سے کئی کوس پرے سنسان جگہ کوہ حرا [3] کی ایک غار میں جس کا طول 4 گز اور عرض پونے 2 گز تھا جا بیٹھتے، عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی [4] جب تک پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے، شہر میں نہ آیا کرتے۔ [5]

اب آنحضرت ﷺ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے، دن میں ویسا ہی ظہور میں آ جاتا۔ [6]

بعثت و نبوت

جب آنحضرت ﷺ کی عمر کے چالیس (40) سال [7] قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو 9 ربیع اول [8] 41 میلادی (مطابق 12 فروری 610ء) کو بروز دوشنبہ (سوموار) روح الامین علیہ السلام اللہ کا حکم لے کر آنحضرت کے پاس آیا اس وقت آنحضرت ﷺ غار حرا میں تھے۔

روح نے کہا: محمد ﷺ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور میں جبریل (علیہ السلام) ہوں۔ [9]

اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ [10]

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق پر

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں آپ کو ڈر کاہے کا؟ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے ہیں، رانڈوں یتیموں، بے کسوں کی دستگیری کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ آپ کو کبھی اندوہ گیں نہ

---

[1] بخاری 3، مسلم 403 [2] سفر السعادۃ مشرح ص:31 [3] اب اسے جبل نور کہتے ہیں مفصل حال ہمارے سفرنامہ حجاز میں ہے۔ [4] سفر السعادۃ ہمعالقا قوال۔
[5] بخاری: 2، 4953، مسلم: 403 [6] بخاری 3، 4955، مسلم: 405 [7] بخاری: 3851۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی 40 سال پورا ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال مشمولہ انجیل۔ [8] زاد المعاد: ص 18 میں 8 ربیع الاول لکھی ہے۔ دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے چوں کہ دوشنبہ کا دن 9 کو پڑتا ہے اس لیے 9 ہی صحیح ہے۔
[9] سفر السعادۃ مشرح ص:35 [10] اس فقرے سے حضور ﷺ کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔

فرمائے گا۔ [1]

اب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے وہ نبی ﷺ کو ساتھ لے کے اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے عیسائیت عرب میں آ چکی تھی۔ اس لیے بعثت محمدی ﷺ کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے اور دین جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے، جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث، عبید، زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں۔ [2]

زید بن عمرو جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا تھے، وہ بزرگوار ہیں جنھوں نے رسول موعود کی تلاش میں دور دور سفر کیے تھے اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر

الغرض حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر نبی ﷺ نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریل علیہ السلام کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ جھٹ بول اٹھا، یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش! میں جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ رہتا، جب قوم آپ ﷺ کو نکال دے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ بولا: ہاں۔ اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش! میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور ﷺ کی نمایاں خدمت کروں۔ [3]

ابتداءِ نزول قرآن

کچھ دنوں [4] کے بعد پھر فرشتہ آیا اور نبی ﷺ کو جنھوں نے اب تک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا اللہ کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ روح الامین نے ان آیات کو پڑھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ﴾ [العلق:1-5]

---

[1] بخاری:2 [2] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو (Sade)۔ [3] صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا مشکوٰۃ ص514 ورقہ بن نوفل اس واقعہ کے چند دنوں بعد ہی مر گیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور فاقد البصر ہو گیا تھا۔ بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر یسعیاہ 42 باب میں پڑھا ہوگا۔ [4] علما کا اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت بماہ ربیع الاول ہوئی۔ نیز اتفاق ہے کہ ابتداء وحی 41 ویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابتداء وحی بھی بماہ ربیع الاول ہوئی مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائے نزول قرآن بماہ رمضان ہے۔ کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ قریباً چھ ماہ ہے جس میں رؤیائے صادقہ آتے رہے جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ (23 سال عہد نبوت کا چھیالیسواں حصہ = 6 ماہ) تھے۔ امام طبری رحمہ اللہ نے نزول قرآن کی تاریخ 17 یا 18 / رمضان روایت کی ہے۔ چونکہ 8 رمضان 1 نبوت کو یوم جمعہ تھا۔ (مطابق 17 / اگست 610ء) اس لیے نزول قرآن مجید شب جمعہ 18 / رمضان کو تھا۔

”شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا (ہاں) پڑھتا چلا جا تیرا پروردگار تو بہت کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی (جس نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا“ [1]

نماز کا آغاز

اس کے بعد ”روح الامین“ نبی ﷺ کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی ﷺ کے سامنے خود وضو کیا اور آنحضرت ﷺ نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی۔ روح الامین علیہ السلام نے پڑھائی۔

تبلیغ کا آغاز

نبی ﷺ نے گھر پہنچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا (بیوی) علی رضی اللہ عنہ (بھائی عمر آٹھ سال) ابوبکر رضی اللہ عنہ (دوست) زید بن حارث رضی اللہ عنہ (مولیٰ) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے۔ [2]

ان اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرت ﷺ کی چالیس (40) سالہ ذرا ذرا سی حرکات وسکنات تک سے واقف تھے، نبی ﷺ کی اعلیٰ صداقت اور راست بازی کی قوی دلیل ہے۔

بلال، عمرو بن عنبسہ وخالد بن سعد بن عاص رضی اللہ عنہم بھی چند روز کے بعد ہی مسلمان ہو گئے۔

سابقین الاولین کے مختصر نام

ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے، تجارت کرتے تھے، مکہ میں ان کی دکان بزازی کی تھی۔ لوگوں میں ان کا بہت میل ملاپ تھا۔ ان کی تبلیغ سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ پھر ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح رضی اللہ عنہ (جن کا لقب بعد میں ”امین الامت“ ہوا) عبدالاسد بن ہلال رضی اللہ عنہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ ازدی رضی اللہ عنہ ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ارقم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

عورتوں میں ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی ﷺ کے تایا عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل رضی اللہ عنہا، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا اور فاطمہ خواہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز

ان دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] اس خوبی کو دیکھیے کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کے لیے اترا انسان کی ابتدائی حالت ہی سے شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے انسان کے لیے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ نبی کو خود خالق نے تعلیم دی۔ مَالَمْ يَعْلَمْ سے آنحضرت ﷺ کا ان پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب یسعیاہ 12/29 میں ہے۔ ”ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھے، قرآن مجید کو لفظاً ومعناً کلام الٰہی ہونے کے لیے دیکھو استثنا 15 تا 20 در 18 باب“

[2] علما میں اختلاف رہا ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے اس بحث کو چھوڑ دیا کیوں کہ یہ بحث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ہونی چاہیے۔

نبی ﷺ نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے اور پتھروں، درختوں، چاند اور سورج کی پوجا سے ہٹا کر اللہ کی بندگی سکھلایا کرتے تھے۔ اب اللہ کا حکم پہنچا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ [1] ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝﴾ [المدثر 1-7]

"اے درست کرنے والے (عالم کے) اٹھو، (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بزرگی پھیلاؤ اور پاکدامنی اختیار کرو۔ (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیت سے نہ کرو کہ لوگوں سے اس کا فائدہ حاصل کیا جائے۔ اپنے پروردگار کے لیے (رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان اور تکلیف میں) استقلال رکھو۔"

ان آیات سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی رسالت اور نبوت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

نبی ﷺ کی نبوت کے مقاصد

1. نافرمانوں کو ان کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا۔
2. اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت و جلال کا آشکار کرنا۔
3. لوگوں کو اعتقاد، اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا۔
4. پاکیزگی، صفائی اور پاک دامنی سکھلانا۔
5. الٰہی تعلیم مفت دینا، نہ ان پر احسان جتلانا، نہ ان سے اپنے کسی فائدے کی توقع رکھنا۔
6. اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنی پڑیں سب کو برداشت کرنا۔

جو شخص نبی ﷺ کی پاک زندگی کے حالات پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت ﷺ نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا۔

نبی ﷺ کی تبلیغ کا کام بمدارج ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا۔

تبلیغ کے پنج گانہ مراتب

اول: قریب کے رشتہ دار اور خاص خاص احباب۔
دوم: قوم اور شہر کے سب لوگ۔
سوم: مکہ کے اطراف و جوانب کے قبیلے۔
چہارم: عرب کے جملہ حصص اور قبائل
پنجم: دنیا کی جملہ متمدن اقوام اور جملہ مشہور مذاہب۔

---

[1] از دثر الطائر تدثیرا درست ساخت طائر آشیانہ خود را۔ منتہی الارب، باب د، ث، ر۔ علامہ ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر جلد ہشتم ص 278 پر لکھتے ہیں مدثر ای الذی دثّر ھذا الأمر العظیم وعصب بہ۔

حضور ﷺ نے اس تبلیغ کے لیے نہایت استحکام، کمال استقلال اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی اور اپنی تعلیم کو بیّن دلائل اور براہین محکم سے ثابت کر دیا تھا۔

قارئین! اس کتاب میں تبلیغ کی ان پنج گانہ مراحب کے متعلق نبی ﷺ کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے۔

بعثت کے وقت عالم کی حالت

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت نبی ﷺ تبلیغ عالم کے لیے مبعوث ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت، تہذیب، اخلاق کے نام شاید ان کتابوں میں نظر آ سکتے تھے مگر دلوں پر کوئی اثر نہ تھا۔

(1) بنی اسرائیل تو مسیح علیہ السلام سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر چکے تھے۔ اب مسیح علیہ السلام کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا ان میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں بت پرستی قائم ہو چکی تھی۔

(2) یورپ میں جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔ انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔ نارتھمبر لینڈ۔ مڈلینڈ۔ کون ٹیز۔ نارفوک۔ سوفوک۔ سائیکس (اضلاع انگلستان) میں ورڈن بت کی پرستش ہوتی تھی۔ فرانس، برن ہلڈ، سگ فرٹ، فرے دی گوٹن دی، بل ہے رک۔ نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا۔ جب کہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بے ہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں۔

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے الب پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی 782ء کے بعد تک جاری رہی۔ جب کہ ساڑھے چار ہزار (4500) سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر ورڈون میں ہلاک کیے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا، جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔ [1]

(3) ایران پر مزدکیہ کا زور تھا، جنھوں نے زن۔ زر۔ زمین کے وقف عام کر دینے سے اخلاق اور انسانی ترقیات کو ملیامیٹ کر دیا۔

(4) ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ [2] اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگان خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تماثیل بنا کر رکھی جاتی تھیں اور ان ہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کی در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہیے۔

(5) چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر اللہ سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا، کوئی اولاد کا، کوئی جنگ کا، کوئی امن کا، اور ہر ایک بت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا۔

کانفیوشس (Confusius) کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے۔ [3] لیکن اس وقت اس کا بھی ظہور نہ ہوا تھا۔ [4]

(6) مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السلام کی شخصیت اور ابنیت کی تعریف و تحدید، توحد و تفریق کے متعلق روز روز نئے

---

[1] سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ 12 / اکتوبر 1907 ایڈیٹوریل نوٹ۔ [2] اردو تہذیب قدیم ہندوستان مسٹر آرسی دت ص 37۔

[3] Confucianism (کنفیوشس ازم) مذہبی تحریک چینی دانشور کنفیوشس نے 53 ق م میں اس کی بنیاد رکھی۔ (تاریخ عالم کا انسائیکلو پیڈیا ص: 147)

[4] مصنف رحمہ اللہ کی بات تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ کنفیوشس (Confusius) کا دور قبل از مسیح کا ہے۔ وہ 478 ق م میں پیدا ہوا اور 1 5 5 ق م میں اس کا انتقال ہوا۔

اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا۔ اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔

یہ مختصر حالت ان ممالک کی ہے جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے بزعم خود علم وتہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے۔

7 عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجیے اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھیے کہ یہ ایسا ملک تھا جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلط ہوا تھا، نہ کوئی اثر قانون نے ڈالا، نہ کوئی ہادی ان کی ہدایت کے لیے پہنچا تھا۔ اس حیوانی [1] آزادی پر بے علمی، جہالت اور اقوام متمدنہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے ان کی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا۔

اس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ تر واجب الرحم ٹھہرایا اور رب العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا۔

اپنے کنبہ میں تبلیغ

نبی ﷺ نے حکم ربانی کے موافق تبلیغ عام کا کام شروع فرما دیا۔ قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآن مجید میں خصوصیت سے تھا۔ ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعراء:214] نبی ﷺ نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ ان کی تعداد چالیس یا ایک کم یا زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی بکواس کی وجہ سے نبی ﷺ کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس لیے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی جب سب لوگ کھانا کھا کے، دودھ پی کے فارغ ہو گئے تب نبی ﷺ نے فرمایا:

اپنے گھرانے میں آنحضرت ﷺ کی تقریر

اے حاضرین! میں تم سب کے لیے دنیا اور آخرت کی بہبودی لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتلاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟

یہ سن کر سب کے سب چپ رہ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ نبی ﷺ نے ابوطالب سے کہا: تم اس کی بات مانا کرو اور جو کہا کرے سنا کرو۔ یہ فقرہ سن کر مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمد ﷺ تمھیں کہہ رہا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔ [2]

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو عام تبلیغ

ایک روز نبی ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا تم مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو۔

---

[1] انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت ہر شخص کو حاصل ہے اور حیوانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوئی ہو۔

[2] ابوالفدا ا،ص:117

سب نے ایک آواز سے کہا: ہم نے کوئی بات غلط یا بے ہودہ تیرے منہ سے نہیں سنی۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔ (1)

نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے ادھر ادھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اچھا اگر میں یہ کہوں کہ رہزنوں کا ایک مسلح گروہ دور سے نظر آ رہا ہے جو مکہ پر حملہ آور ہوگا کیا تم اس کا یقین کر لو گے۔؟

لوگوں نے کہا: "بے شک! کیوں کہ ہمارے پاس تیرے جیسے راست باز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے۔"

تمثیلاتِ نبوت ﷺ

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ سب کچھ سمجھانے کے لیے ایک مثال تھی۔ اب یقین کرلو کہ موت تمھارے سر پر آ رہی ہے اور تم نے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دنیا پر تمھاری نظر ہے۔

اس دل نشین وعظ سے مطلب نبی ﷺ کا یہ تھا کہ نبوت کے لیے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے جب کہ ہزاروں اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

تبلیغ میں آنحضرت ﷺ کی کوششیں

اب نبی ﷺ نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر ایک میلے، ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتلاتے۔ بتوں، پتھروں، درختوں کی پوجا سے روکتے، بیٹیوں کو مار ڈالنے سے ہٹاتے۔ زنا سے منع کرتے جوا کھیلنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے، کپڑوں کو میل کچیل سے، زبان کو گندی باتوں سے، دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک وصاف رکھیں۔ وعدہ اور اقرار کی پابندی کریں۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کریں۔ اللہ کی ذات کو نقص سے، عیب سے، آلودگی سے پاک سمجھیں۔ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں کہ زمین، آسمان، چاند، سورج، چھوٹے بڑے سب کے سب اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا، بیمار کو صحت و تندرستی دینا، مرادیں پوری کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ فرشتے اور نبی بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت ﷺ کا تبلیغ فرمانا

عرب میں عکاظ، عینہ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے، دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔

قریش کی مخالفت

مغرور قریش کو جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے جیسے سمندر میں ویل مچھلی۔ نبی ﷺ کا وعظ پسند نہ آیا۔ اس

---

(1) دیکھو مشکوٰۃ 11/19

1. وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے اور بعید سمجھتے تھے کہ اللہ کے حکم سے کوئی انسان، انسانوں کے سمجھانے کے لیے آئے۔
2. وہ جزا و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لیے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جوابدہی ہوگی۔ ان کے نزدیک بالکل قابل تمسخر تھی۔
3. وہ خاندان اور شرافت بزرگان پر نہایت مغرور تھے اور انھیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی۔
4. ان میں اکثر قبائل، بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انھیں عار معلوم ہوتا تھا۔
5. وہ بت پرستی پر بالکل قانع تھے اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصور میں نہ آتا تھا۔
6. وہ زنا، جوا، رہزنی، قتل، عہد شکنی، آوارگی، ہر ایک قانون و قاعدہ کی بندش و قیود سے آزاد رہنے، بیشمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے اور اسلام کا قانون ان کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا۔

اس لیے انھوں نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر کمر باندھی اور اسلام کا نام و نشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا۔

اسلام کے خلاف تدبیریں

اوّل تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس آ جائیں اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں۔

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کیے انھیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں ان کا مفصل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر ان کے عذاب دہی کے طریقوں اور چند بزرگواروں کا حال مذکور ہوتا ہے۔

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

1. بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب امیہ نے سنا کہ بلال رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ گوناگوں عذاب ان کے لیے ایجاد کیے گئے۔ (1) گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انھیں لیے پھرتے۔ رسی کا نشان گردن پر نمایاں ہو جاتا۔ (2) وادی مکہ کی گرم ریت پر انھیں لٹا دیا جاتا اور گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔ (3) مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا (4) دھوپ میں بٹھلایا جاتا (5) بھوکا رکھا جاتا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سب حالتوں میں اَحَدٌ اَحَدٌ کے نعرے لگاتے رہتے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا اور اللہ کے لیے آزاد کر دیا۔ [1]
2. عمار رضی اللہ عنہ [2] اور ان کے والد یاسر رضی اللہ عنہ ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئے تھے۔ ابوجہل نے انھیں گوناں گوں عذاب پہنچائے۔ ایک دن نبی ﷺ نے انھیں مار کھاتے، عذاب سہتے دیکھا، فرمایا: اِصْبِرُوْا یَا اٰلَ یَاسِرْ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّةُ (یاسر کے گھرانے والو! صبر کرو تمہارا مقام جنت ہے) کمبخت ابوجہل نے بی بی سمیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور اسے جان سے مار ڈالا۔ [3]
3. ابوفکیہ جن کا نام افلح رضی اللہ عنہ تھا، کے پاؤں میں رسی باندھ کر انھیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔ [4]

---

[1] حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دمشق میں 20ھ کو بعمر 63 سال وفات پائی، اسد الغابہ 1/ 416,415، مجمع الزوائد 9/ 293، زاد المعاد 3/ 22

[2] جنگ صفین میں بعمر 91-92 سال شہید ہوئے، زاد المعاد 3/ 22 [3] مدارج النبوۃ جلد 2 ص: 50 [4] اعجاز التنزیل ص: 53

4. خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا۔ [1]

5. لبینہ، زنیرہ، نہدیہ اور ام عبیس رضی اللہ عنہن بے چاری لونڈیاں تھیں اور ان کے سنگ دل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔ [2]

قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا، اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگ دلی کا برتاؤ کیا کرتے۔ [3]

6. عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔

7. مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ [4] کو ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔

8. بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش گائے اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔

غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ صرف اسلام کی صداقت ہی ان کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ پہلی امتوں نے تو کھوٹے سکے لے کر انبیاء علیہم السلام کو گرفتار اور قتل تک کرا دیا تھا۔ [5]

آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کی بدسلوکی

بسا اوقات نبی ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ ﷺ کے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر غلاظتیں پھینکی جاتیں تاکہ صحت وجمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔ [6]

نبی ﷺ اس قدر فرمادیا کرتے کہ فرزندان عبد مناف حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو۔

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دے کر رسی جیسا بنایا اور جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو چادر کو حضور ﷺ کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ در پیچ دینے شروع کیے۔ گردن مبارک بہت بھنچ گئی تھی۔ تاہم حضور ﷺ اسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا اور زبان سے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ [المؤمن:28] [7]

''کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمھارے پاس اپنے روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔''

چند شریر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئے اور ان کو بہت زدوکوب کیا۔

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے۔ ابوجہل بولا کہ آج

---

[1] مدینہ منورہ میں بعمر 63 سال 19ھ کو وفات پائی۔ [2] زاد المعاد 3/ 23 [3] اعجاز التنزیل ص:53 [4] جنگ احد میں شہید ہوئے۔
[5] زاد المعاد ص:2/ 297 [6] تاریخ طبری [7] بخاری 3856، ابوداود: 4344، ترمذی 2174، ابن ماجہ :4011

شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اوجھڑی پڑی ہوئی ہے، کوئی جائے اٹھالائے اور اس (نبی ﷺ) کے اوپر دھر دے۔ شقی عقبہ اٹھا۔ نجاست بھری اوجھڑی اٹھالایا۔ جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھ دی۔ آنحضرت ﷺ تو رب العزت کی جانب متوجہ تھے، کچھ خبر نہ ہوئی۔ کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی بھی موجود تھے، کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کو تو حوصلہ نہ پڑا مگر معصومہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا اور ان سنگ دلوں کو سخت سست بھی کہا۔ [1]

ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں

قریش مکہ نے نبی ﷺ اور مسلمانوں پر جو جور وستم ہو رہے تھے، اسے ہنوز ناکافی سمجھا۔ اس لیے بجائے متفرق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔

مستہزئین کی جماعت

ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کا میر مجلس ابولہب تھا اور مکہ کے پچیس (25) سردار اس کے ممبر تھے۔ اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دور دراز سے مکہ میں آتے ہیں انھیں محمد ﷺ کی نسبت کیا کہا جائے تاکہ لوگ ان کی باتوں میں نہ پھنسیں اور ان کی عظمت کے قائل نہ ہوں۔

ایک نے کہا: ''ہم بتلایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے۔''

ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا: میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں، لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کہاں محمد ﷺ کا کلام! ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

ایک نے کہا: ''ہم اسے دیوانہ بتایا کریں گے۔''

ولید بولا: ''محمد ﷺ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟''

ایک بولا: ''اچھا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔''

ولید نے کہا: ''ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصناف سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں۔ محمد ﷺ کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں۔''

ایک بولا: ''ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے۔''

ولید نے کہا: ''جس طہارت ولطافت ونفاست سے محمد ﷺ رہتا ہے، وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہیں۔ جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔''

دشمنوں کا عجز آنحضرت ﷺ کی توصیف سے تعلیم نبوی ﷺ پر کفار کی شہادت

اب سب نے عاجز ہو کر کہا: ''چچا تم ہی بتلاؤ کہ پھر کیا کہا جائے؟'' ولید نے کہا: ''سچ تو یہ ہے کہ محمد ﷺ کے کلام میں عجب شیرینی ہے، اس کی گفتگو نورس حلاوت ہے۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر

---

[1] بخاری: 240-520-2934، مسلم: 4649، نسائی: 306

زن میں جدائی ہو جاتی ہے۔ [1] اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔''

آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیشن (Resolution) (قرارداد) پر اتفاق کیا:

دشمنوں کے ریزولیشن (Resolution) آنحضرت ﷺ کے خلاف

محمد ﷺ کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔ بات بات میں اس کی ہنسی اڑائی جائے، تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دی جائے۔ محمد ﷺ کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے۔

ہجرتِ حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان وایمان کے بچاؤ کے لیے حبشہ کو چلا جائے۔

اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ بارہ (12) مرد اور چار (4) عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا۔ [2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا (بنت النبی ﷺ) ان کے ساتھ تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوط وابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنھوں نے راہِ حق میں ہجرت کی ہے۔'' [3]

قریش نے مسلمانوں کا حبش تک پیچھا کیا

ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (83 مرد 18 عورتیں) مکہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں نبی ﷺ کے تایازاد بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکہ کے کافر بھی اس کے پاس تحفے تحائف لے کر گئے اور جا کر کہا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ تب نبی ﷺ کے تایازاد بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربار میں یہ تقریر کی:

دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر تقریر

''اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بے ہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور سچی مہمان داری کا نشان نہ تھا ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں اللہ نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب ونسب سچائی، دیانتداری، تقویٰ پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اس

[1] سیرت ابن ہشام جلد 1 ص: 90، شفاء قاضی عیاض ص: 129۔ [2] زاد المعاد: 23/3۔ [3] رواہ حاکم فی المستدرک: 6849۔

نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ رحم کریں۔ گناہوں سے دور رہیں۔ برائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں صدقہ دیا کریں اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا، ہم کو ستایا تا کہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرنے لگ جائیں ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہو گئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے ہیں۔'' [1]

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا مجھے قرآن سناؤ۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اسے سورہ مریم سنائی۔ بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی کہ وہ رونے لگ گیا اور اس نے کہا کہ محمد ﷺ تو وہی رسول ہیں۔ جن کی خبر یسوع مسیح علیہ السلام نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول ﷺ کا زمانہ ملا۔ پھر بادشاہ نے مکہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

جب مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا تو انھوں نے کہا آؤ محمد ﷺ کو پہلے تو لالچ دیں۔ پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائے گا یہ مشورہ کر کے مکہ کا مشہور مالدار سردار جس کا نام عتبہ تھا۔ نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے یوں تقریر کی:

''میرے بھتیجے محمد ﷺ ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تو مالا مال ہو جائے اگر تم عزت کے بھوکے ہو تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں جو چاہو سو کرنے کو حاضر ہیں مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو اور اگر تمھارے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے۔ تو بتلا دو کہ ہم تمھارا علاج کرائیں۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال، عزت، دولت، حکومت کچھ درکار نہیں اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿حٰمٓ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ○ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ [41:حٰمٓ سجدۃ:1-8]

''یہ فرمان اللہ کے حضور سے آیا۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ بڑی پڑھی جانے والی کتاب ہے عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کے لیے اس میں سب باتیں کھلی کھلی درج ہیں جو لوگ اللہ کا حکم مانتے ہیں۔ ان کے

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد اول ص: 116۔

واسطے اس فرمان میں بشارت ہے اور جو انکار کرتے ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں اور ہمارے کان اس کے شنوا نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی (تدبیر) کرو، ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں اے نبی ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور اللہ کے فرشتے نے یہ بتلا دیا کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، لیکن جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے۔ ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے۔''

کلام پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ ہاتھوں پر سہارا دیے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا اور بالآخر چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا قریش جو نتیجہ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے، سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے۔ پوچھا کیا دیکھا؟ کیا کہا؟ کیا سنا؟

عتبہ بولا۔ معشر قریش: میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے نہ شعر ہے، نہ جادو، نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو تو محمد ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا: لو! عتبہ پر بھی محمد ﷺ کی زبان کا جادو چل گیا۔ [1]

جب لالچ کی تدبیر نہ چلی تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے اور نبی ﷺ کے تایا ابو طالب کے پاس آ کر یوں تقریر کی:

ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے۔ اتنا سخت سست کہنے لگا ہے کہ ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اسے سمجھا کر چپ رہنے کی ہدایت کر دیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔

سارے ملک کی عداوت دیکھ کر تایا کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو بلایا اور سمجھایا کہ ''بت پرستی کا رد نہ کیا کرو، ورنہ میں بھی تمھاری کچھ حمایت نہیں کر سکوں گا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا:

''تایا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر۔ تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور اللہ کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔'' [2]

اس ناکامی کے بعد قریش مکہ نے مشاورت کی کہ محمد ﷺ کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیے۔ اس مشاورت کے بعد انھوں نے نبی ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔

نبی ﷺ خوش خوش وہاں گئے، کیوں کہ حضور ﷺ کو ان کے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں جا بیٹھے تو انھوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

''اے محمد ﷺ، ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی

---

[1] ابن ہشام، ص: 1/ 100　[2] ابن ہشام، ص: 89

مشکلات لایا ہو جس قدر تو نے قوم پر ڈال رکھی ہیں۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آ چکی ہو۔ اب تم یہ بتلاؤ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تیرے لیے مال جمع کر دیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے اور اگر شرف و عزت کے خواستگار ہو تو ہم تجھے اپنا سردار بنا لیں اور اگر سلطنت کے طالب ہو تو تجھے اپنا بادشاہ مقرر کر لیں اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمھیں دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو غالب آ گیا ہے تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کے لیے مال صرف کر دیں تا کہ تم تندرست ہو جاؤ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم نے جو کچھ کہا، میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں۔ جو تعلیم میں لے کر آیا ہوں وہ نہ طلب اموال کے لیے ہے، نہ جلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ نے مجھے تمھاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر کتاب اتاری ہے، مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے، میں نے اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچا دیے ہیں اور تمھیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کر لو گے تو یہ تمھارے لیے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا کہ وہ میرے لیے اور تمھارے لیے کیا حکم بھیجتا ہے۔"

قریش نے کہا:

"اچھا محمد ﷺ! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے تو ایک اور بات سنو۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس قدر سختی و تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم اللہ سے یہ سوال کرو ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تا کہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے۔ [1] نیز ہمارے لیے ایسی نہریں جاری کر دے جیسی شام و عراق میں جاری ہیں۔ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے، ان زندہ ہونے والوں میں قصی بن کلاب ضرور ہو کیوں کہ وہ ہمارا سردار تھا اور سچ بولا کرتا تھا۔ [2] ہم اس سے تیری بابت پوچھ لیں گے۔ اگر اس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کر دیا تب ہم بھی تجھے سچا جان لیں گے اور مان لیں گے کہ ہاں اللہ کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں ان کاموں کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو اس تعلیم کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں نے اللہ کے پیغامات تمھیں سنا دیے ہیں۔ اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لو گے تو یہ تمھاری دنیا و آخرت کے لیے سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا، جو کچھ اس نے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہو گا فرمائے گا۔"

قریش نے کہا:

---

[1] منکرین مکہ تو صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے ہٹا کر اپنا صحن کھلوانا چاہتے تھے، لیکن ایمان والوں کے لیے جبرالٹر سے لے کر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہ بن سکا اور تمام روئے زمین گھر کا صحن بن گیا۔ [2] آنحضرت ﷺ کے دادا عبد مناف کے والد کا نام ہے۔ جس نے بنو جرہم کو مکہ سے نکالا اور قریش کے قبیلوں کو پھر اکٹھا کر کے مکہ میں آباد کیا اور رفادہ، دیت، سقایہ، لوا، سفارت، حجابہ، ازلام کی خدمات کو تقسیم کر دیا۔ (دیکھو جلد 2 رحمۃ للعالمین)

''اچھا اگر تم ہمارے لیے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے لیے اللہ سے سوال کرو:

(1) کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا رہا کرے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہم کو تیری مخالفت سے منع بھی کر دے۔

(2) ہاں تم اپنے لیے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں، خزانہ میں سونا چاندی جمع ہو جائے جس کی تجھے ضرورت بھی ہے۔ اب تک تو خود ہی بازار میں جاتا اور اپنی معاش تلاش کیا کرتا ہے ایسا ہو جانے کے بعد ہم تیری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے اور تجھے اللہ کا رسول سمجھ سکیں گے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں ایسا نہ کروں گا اور اللہ سے بھی ایسا سوال نہ کروں گا اور ان باتوں کے لیے مبعوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر ونذیر بنایا ہے۔ تم مان لو تو تمہارے لیے ذخیرہ دارین ہے ورنہ میں صبر کروں گا اور اللہ کے فیصلے کا منتظر رہوں گا۔''

قریش نے کہا:

''اچھا تم آسمان ہی کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو کیوں کہ تمھارا زعم یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پس جب تک تم ایسا نہ کرو گے، ہم ایمان نہیں لائیں گے۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایسا کرے۔''

قریش نے کہا:

''محمد ﷺ یہ تو بتاؤ کہ تیرے رب نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتلایا کہ ہم تجھے بلائیں گے اور ایسے ایسے سوال کریں گے، یہ یہ چیزیں طلب کریں گے؟ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے اور اللہ کا منشا ایسا ایسا کرنے کا ہے؟ چوں کہ تیرے رب نے ایسا نہیں کیا اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے۔ اس کا نام ''رحمٰن'' ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھلاتا ہے۔ ہم تو رحمٰن پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ [3] محمد ﷺ دیکھو! آج ہم نے اپنے سب عذرات سنا دیے ہیں۔ اب ہم تجھ سے قسمیہ یہ بھی کہہ دیتے کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دیں گے حتی کہ ہم مر جائیں یا تو مر جائے۔''

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی کہ ایک ان میں سے بولا کہ: ''ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو اللہ کی بیٹیاں ہیں۔'' دوسرا بولا:

''محمد ﷺ ہم تیری بات کا یقین نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے نہ آ جائیں۔''

نبی ﷺ آخری بات سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ نبی ﷺ کے ساتھ عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ ﷺ کا

---

[1] دنیوی ثروت وامارت محل و دبستان سرا وغیرہ جن کو اہل مکہ نے صداقت کا نشان ٹھہرایا تھا۔ وہ نشان ایمان والوں کے ساتھ اللہ نے پورے کیے اور معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم فی الحقیقت دنیا کی بہتری کے لیے بھی سرمایہ ہے جیسا کہ آخرت کے لیے وہ بالضرور ذخیرہ ہے۔

[2] جس عذاب کی درخواست لوگوں نے کی تھی۔ جنگ بدر کے دن وہ ان پر اترا اور انکار کرنے والوں اور تمسخر کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا۔

[3] اللہ عزوجل کے اسمائے حسنیٰ جو اسلام نے بتائے ہیں ان میں رحمٰن ایسا نام ہے جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے۔ اس لیے وہ اللہ کے نام رحمٰن سے بہت چڑا کرتے تھے اور کہا کرتے کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا حالانکہ رحمٰن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی کمال رحمت والا۔

پھوپھی زاد بھائی (عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا) تھا۔ اس نے کہا: ''محمد ﷺ! دیکھو تمہاری قوم نے اپنے لیے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا، وہ بھی تو نے نہ مانا، پھر انھوں نے یہ چاہا کہ تو خود اپنے ہی لیے ایسی علامات کا اظہار کرے جس سے تیری قدر و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہوا سے بھی تو نے قبول نہ کیا۔ پھر انھوں نے اپنے لیے تھوڑا سا عذاب بھی چاہا جس کا خوف تو دلایا کرتا ہے تو نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ بس اب میں تجھ پر کبھی ایمان نہیں لانے کا۔ ہاں اگر تو میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جائے اور میرے سامنے اس زینے سے اترے اور تیرے ساتھ چار (4) فرشتے بھی آئیں اور وہ تیری شہادت بھی دیں میں تو تب بھی تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ [1]

نبی ﷺ اس رد و انکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لیے موجود ہے۔ جن دانش مندوں نے ایمان قبول کیا اور تعلیم نبوی ﷺ پر کار بند ہوئے انھیں اس سے بھی زیادہ معارف و فوائد حاصل ہو گئے، جن کا سوال کفار نے کیا تھا۔

ہم کو اس موقع پر انجیل کا وہ مقام یاد آتا ہے جس میں مسیح علیہ السلام سے آزمائش کے لیے شیطان نے کئی سوال کیے اور مسیح علیہ السلام نے ان سب کا جواب انکار میں دیا۔ [2] حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ رسول علیہ السلام اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم کو پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرق عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیوں کہ پھر صفت ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ کسی دیگر اوقات میں کسی ضرورت کے لیے ان سے معجزات کا صدور بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے۔

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبی ﷺ کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل وہاں پہنچ گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو پہلے تو گالیاں دیں اور جب نبی ﷺ گالیاں سن کے چپ رہے تو اس نے ایک پتھر حضور ﷺ کے سر پر پھینک مارا، جس سے خون چلنے لگا۔ نبی ﷺ کے تایا حمزہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری کہ وہ زخمی ہو گیا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ پھر نبی ﷺ کے پاس گئے اور کہا: ''بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابوجہل سے تمھارا بدلہ لے لیا'' نبی ﷺ نے فرمایا تایا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔'' حمزہ رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ [3]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے تین دن پیچھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام ان سے متعلق تھا۔ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبی ﷺ کے قتل کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد 1 ص: 101۔ قارئین نے دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے۔ لیکن چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ فتح مکہ سے پیشتر یہی عبداللہ محض بہ توفیق ربانی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں کہ ایسے شخص کا گرویدہ اسلام ہو جانا نبی ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھ جانے، نوشتہ لانے، فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر ہے کیوں کہ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عبداللہ ایمان نہیں لانا چاہتا تھا۔

[2] انجیل متی 4۔ باب 1-11 درس [3] حلیۃ الاولیاء: 1/40، ابن ہشام: 1/185

بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے۔ راستے میں ان کو پتا لگا کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر بہن کے گھر گئے اور ان دونوں کو خوب مارا۔ ان کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: [1] ''عمر رضی اللہ عنہ! تم پہلے وہ کتاب سن لو جسے سن کے ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے تو ہم کو مار ڈالنا۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اچھا'' اس وقت ان کے گھر میں نبی ﷺ کا ایک صحابی بھی تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کے آ جانے سے چھپ گیا تھا۔ اس نے قرآن مجید (طٰہٰ کا پہلا رکوع) سنایا۔ عمر رضی اللہ عنہ قرآن سن رہا تھا اور بے اختیار رو رہا تھا۔ غرض عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت سے نبی ﷺ اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جو گھر سے قاتل بن کر نکلا تھا وہ جان نثار بن گیا۔ آگے چل کر ان کا لقب ''فاروق'' ہوا۔

اس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ اب کعبہ میں جا کر پڑھنے لگے۔ کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ جلے اور مسلمانوں کو بے حد تکلیف دینے لگے اور نبی ﷺ کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آتے تھے۔ [2]

نبی ﷺ اپنے قبیلہ سمیت تین (3) سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے

جب کفار نے دیکھا کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی ﷺ اپنی تعلیم پر قائم ہے اور بے نظیر جرأت اور ان تھک محنت سے اپنا کام کیے جاتا ہے تو بماہ محرم 7 نبوت انھوں نے کہا کہ: ''بنو ہاشم جو نبی ﷺ کا قبیلہ ہے اگرچہ مسلمان نہیں ہوا، پھر بھی نبی ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑتا، آؤ ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انھیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو، ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو۔'' [3] اس بات کا معاہدہ لکھا گیا اور کعبہ پر لٹکایا گیا۔

نبی ﷺ اور ان کا قبیلہ مجبور ہو گئے گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو کر رہنے لگے۔ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی۔ [4]

تین (3) برس تک نبی ﷺ اور ان کے خاندان نے اسی طرح کاٹے اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کر رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے، نبی ﷺ اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب صبح سے شام تک نبی ﷺ کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا اور کہا کرتا۔ لوگو! یہ دیوانہ ہے۔ اس کی بات نہ سنو، جو کوئی اس کی بات سنے گا اور مانے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔

تین (3) برس تک نبی ﷺ نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اٹھا لیے اور دیمک نے ان کے معاہدہ کے کاغذ کو کھا لیا، جو کعبہ پر لٹکایا گیا تھا۔ تب نبی ﷺ باہر نکلے اور پھر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ [5]

ایک روز نبی ﷺ مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ وہاں مشرک سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل نے نبی ﷺ کو دیکھا اور تمسخر سے کہا: ''عبد مناف والو! دیکھو تمہارا نبی ﷺ آ گیا۔''

عتبہ بن ربیعہ بولا: ''ہمیں کیا انکار ہے، ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے'' نبی ﷺ یہ باتیں سن کے لوٹے اور ان کے پاس آئے۔

---

[1] فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا خواہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور زوجہ سعید بن زید ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ زوجین سابقین الاولین میں سے ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ کے والد زید وہ ہیں جنھوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام و فلسطین کا سفر کیا تھا۔ بالآخر یہود و نصاریٰ سے یہ بات پا کر کہ نبی آخر الزمان ﷺ مکہ میں ہوں گے، مکہ میں آ گئے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے آخرت میں زید کے انجام کے بارہ میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زید جنت میں ہوں گے۔ [2] دلائل النبوۃ للبیہقی: 219/2، ابن ہشام: 222/1 [3] زاد المعاد ص: 30/3
[4] زاد المعاد ص: 30/3 [5] ابن ہشام: 21/2، الخصائص الکبریٰ للسیوطی: 250/1، البدایہ والنہایہ: 97/3

پہلے عقبہ سے فرمایا: ”عقبہ! تو نے اللہ اور رسول ﷺ کی حمایت کبھی بھی نہ کی تو اپنی ہی بات کی پچ پر اڑا رہا“
پھر ابوجہل سے فرمایا: ”تیرے لیے وہ وقت بہت قریب آرہا ہے، دور نہیں رہا ہے کہ تو تھوڑا ہنسے گا اور بہت روئے گا۔“
پھر قریش سے فرمایا: ”تمہارے لیے وہ ساعت نزدیک آ رہی ہے کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو آخرش اسی میں داخل ہو جاؤ گے“ [1]
قارئین! اسی کتاب میں دیکھیں گے کہ یہ پیش گوئی کیوں کر پوری ہوئی۔

ابوطالب کا انتقال

10 نبوت میں نبی ﷺ کے تایا ابوطالب کا جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد تھے، انتقال ہو گیا۔ ابوطالب نے لڑکپن سے نبی ﷺ کی تربیت کی تھی اور جب سے آنحضرت ﷺ نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی وہ برابر مددگار رہا تھا۔ اس لیے نبی ﷺ کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا۔

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال

ان سے تین دن پیچھے نبی ﷺ کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال و زر نبی ﷺ کی خوشی پر قربان اور اللہ کی راہ میں صرف کر دیا تھا۔ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ جبریل علیہ السلام نے اس بیوی کو اللہ کا سلام پہنچایا تھا۔ اس بیوی کے گذر جانے کا رنج نبی ﷺ کو بہت ہوا۔

اب قریش نے نبی ﷺ کو زیادہ ستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے نبی ﷺ کے سر پر کیچڑ پھینک دی۔ آنحضرت ﷺ اسی طرح گھر میں داخل ہوئے، نبی ﷺ کی بیٹی اٹھی۔ وہ سر دھلاتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو۔ تیرے باپ کی حفاظت اللہ خود فرمائے گا۔ [2]

نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے مختلف قبائل کی جانب سفر کرنا

اگرچہ ابوطالب کا سہارا جاتا رہا۔ اگرچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غمگسار تھی، جدا ہو گئی، مگر نبی ﷺ نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبی ﷺ مکہ سے نکلے اور بیرونی قبائل کو وعظ کے لیے تشریف لے گئے۔ نبی ﷺ کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے سب کو وعظ سناتے۔ توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی ﷺ پیادہ پا طائف پہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبد یالیل، مسعود، حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی ﷺ پہلے ان ہی سے ملے اور انھیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ ان میں سے ایک بولا: ”میں کعبہ کے سامنے داڑھی منڈوا دوں اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو“ دوسرا بولا: ”کیا اللہ کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا، جسے چڑھنے کی سواری بھی میسر نہیں۔ اس نے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔“
تیسرا بولا: ”کہ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کروں گا، کیوں کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے، جیسا کہ تو کہتا ہے تب تو یہ بہت خطرناک

[1] طبری ص: 231 [2] تاریخ طبری: 226

بات ہے کہ میں تیرے کلام کورد کروں اور اگر تو اللہ پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایاں نہیں کہ تجھ سے بات کروں"

نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: "اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔"

نبی اللہ ﷺ نے وعظ کہنا شروع فرمایا: ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھلا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی ﷺ پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور ﷺ لہو میں تر بتر ہو جاتے۔ خون بہ بہ کر جوتے میں جم جاتا اور وضو کے لیے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ بدمعاشوں اور اوباشوں نے نبی ﷺ کو اس قدر گالیاں دیں، تالیاں بجائیں، چیخیں لگائیں کہ اللہ کے نبی ﷺ ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہو گئے۔ یہ جگہ عتبہ وشیبہ فرزندان ربیعہ کی تھی۔ انھوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی ﷺ پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی ﷺ کے سامنے رکھ دیے۔ نبی ﷺ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور زبان سے فرمایا: "بسم اللہ" اور پھر انگور کھانے شروع کیے۔

عداس نے حیرت سے نبی ﷺ کی طرف دیکھا اور پھر کہا: "یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے"

نبی ﷺ نے فرمایا: "تم کہاں کے ہو؟ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟"

عداس نے جواب دیا: "میں عیسائی ہوں اور نینوی کا باشندہ ہوں"

نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا تم مردِ صالح یونس بن متی علیہ السلام کے شہر کے باشندے ہو"

عداس نے کہا: "آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی علیہ السلام کون تھا؟ اور کیسا تھا؟"

نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ میرا بھائی ہے، وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں"

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبی ﷺ کا سر، ہاتھ، قدم چوم لیے۔

عتبہ وشیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا اور آپس میں کہنے لگے لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا تو انھوں نے کہا: کم بخت تجھے کیا ہو گیا تھا؟ کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں، سر چومنے لگ گیا تھا۔

عداس نے کہا: "حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں۔ اس نے مجھے ایسی بات بتلائی جو صرف نبی ہی بتلا سکتا ہے"

انھوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا، تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے۔ [1]

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کے اتنی چوٹیں لگیں کہ حضور ﷺ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ زید رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا، آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی ﷺ کا دل اللہ کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا۔ اس وقت جو دعا حضور ﷺ نے مانگی اس کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] طبری: 75/1

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی بَعِیْدٍ [1] یَتَجَھَّمُنِیْ اَوْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ۔ اِنْ لَّمْ یَکُنْ عَلَیَّ غَضَبُکَ فَلَا اُبَالِیْ وَلٰکِنْ عَافِیَتُکَ ھِیَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمٰتُ وَصَلُحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مِنْ اَنْ یَّنْزِلَ بِیْ غَضَبُکَ اَوْ یَحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔ [2]

''الٰہی! اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بے گانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ کیوں کہ تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری رضا مندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔''

نبی ﷺ نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا: ''میں ان لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دعا کروں اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک اللہ پر ایمان لانے والی ہوں گی۔'' [3]

مختلف مقامات پر نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے جانا

مکہ میں واپس آ کر نبی ﷺ نے اب ایسا کرنا شروع کیا کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لے جاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا اسے ایمان اور اللہ پرستی کا وعظ فرماتے۔ انہی ایام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لے گئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ نیز قبیلہ بنو عبداللہ کے ہاں بھی پہنچے۔ انھیں فرمایا کہ تمھارے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ تم بھی اسم بامسمیٰ ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے سارے عرب بھر میں سب سے بدتر طریق پر نبی ﷺ کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بحیرہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام سن کر نبی ﷺ سے پوچھا۔ بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں اور تو مخالفین پر غالب آ جائے تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہے گا۔ میرے بعد اسے مقرر کرے گا۔ بحیرہ بولا: ''خوب! اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں اور جب تمہارا کام بن جائے تو مزے کوئی اور اڑائے جاؤ ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضور ﷺ کے رفیق طریق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

انہی ایام میں نبی ﷺ کو سوید بن صامت رضی اللہ عنہ ملا۔ اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی ﷺ نے اسے دعوت اسلام فرمائی۔ وہ بولا شاید آپ کے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے۔'' نبی ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس کیا ہے؟ وہ بولا ''حکمت

[1] طبری نے لفظ ''بعید'' روایت کیا ہے۔ جس کا ترجمہ ''بیگانہ'' کیا گیا ہے۔ ابن ہشام اور ابن اثیر رحمہ اللہ نے لفظ ''قریب'' روایت کیا ہے، جس کے معنی ''دوست'' کے ہو گئے۔
[2] ابن ہشام: 260-262، زاد المعاد: 31/3 [3] بخاری: 3231-7389، مسلم: 4653

لقمان" نبی ﷺ نے فرمایا: "بیان کرو" اس نے اپنے کچھ عمدہ اشعار سنائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا کلام ہے لیکن میرے پاس قرآن جو اس سے افضل تر ہے اور ہدایات اور نور ہے اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا تو قوم خزرج نے اسے قتل کر ڈالا۔ [1]

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا

انہی ایام میں ابوالحیسر انس بن رافع مکہ آیا۔ اس کے ساتھ بنی عبدالاشہل کے بھی چند نوجوان تھے۔ جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا۔ یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی ﷺ ان کے پاس گئے اور جا کر فرمایا:

"میرے پاس ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہبود ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے؟" وہ بولے: "ایسی کیا چیز ہے؟" فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں، مخلوق کی طرف مبعوث ہوں۔ بندگان الٰہی کو دعوت دیتا ہوں کہ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں مجھ پر اللہ نے کتاب نازل کی ہے۔" پھر ان کے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا۔ سنتے ہی بولا: "اے میری قوم! بخدا یہ تمہارے لیے اس مقصد سے بہتر ہے جس کے لیے تم یہاں آئے ہو۔" [2]

انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری اور کہا بس چپ رہ۔ ہم اس کام کے لیے تو نہیں آئے۔ رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے، جو اوس و خزرج میں ہوئی، پہلے کا ہے۔ ایاس واپس جا کر چند روز کے بعد مر گیا۔ مرتے وقت اس کی زبان پر تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی ﷺ کے اسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا گیا تھا۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

ضماد ازدی رضی اللہ عنہ کی روئیداد قبول اسلام

انہی ایام میں ضماد ازدی رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ تھا اور عرب کا مشہور افسوں گر تھا۔ جب اس نے سنا کہ محمد ﷺ پر جنات کا اثر ہے۔ تو اس نے قریش سے کہا کہ میں محمد ﷺ کا علاج اپنے منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا: محمد ﷺ آؤ تمہیں منتر سناؤں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے سن لو۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اسے سنایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ:

"سب تعریف اللہ کے واسطے ہے ہم اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور ہر کام میں اسی کی اعانت چاہتے ہیں۔ جسے اللہ راہ دکھاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ ہی رستہ نہ دکھلائے اس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ (اس کے بعد مدعا یہ ہے)

ضماد رضی اللہ عنہ نے اس قدر سنا تھا بول اٹھا کر انہی کلمات کو پھر سنا دیجیے۔ دو تین دفعہ اس نے انہی کلمات کو سنا اور پھر بے اختیار بول اٹھا۔ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے اور ساحر دیکھے۔ شاعر سنے، لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمد ﷺ! اللہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ میں اسلام کی بیعت کر لوں۔ [3]

---

[1] طبری ص: 232 [2] طبری ص: 234، زاد المعاد: 3/44، ابن ہشام: 1/427، 428 [3] مسلم: 2008، نسائی: 3278، ابن ماجہ: 1893

معراج

27 رجب 10 نبوت کو معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی سیر کرائی۔

اول مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کر جماعت انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرتے اور انبیاء علیہم السلام سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے ''سدرۃ المنتہیٰ'' اور ''بیت معمور'' تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا اور گوناگوں وحی سے مشرف ہوئے۔ (1)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: (2)

وَاُسْرِیَ بِهٖ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ثُمَّ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی وَ اِلٰی مَاشَآءَ اللّٰهُ وَ كُلُّ ذٰلِكَ بِجَسَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْيَقْظَةِ وَ لٰكِنْ ذٰلِكَ فِیْ مَوْطِنٍ هُوَ بَرْزَخٌ بَيْنَ الْمِثَالِ وَالشَّهَادَةِ جَامِعٌ لِاَحْكَامِهَا فَظَهَرَ عَلَی الْجَسَدِ اَحْكَامَ الرُّوْحِ وَ تَمَثَّلَ الرُّوْحُ وَالْمَعَانِیَ الرُّوْحِيَّةِ اَجْسَادًا وَ لِذٰلِكَ بِاَنَّ لِكُلِّ وَاقِعَةٍ مِنْ تِلْكَ الْوَقَائِعِ تَعْبِيْرٌ۔

''نبی ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ اللہ نے چاہا۔ سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا، لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہوتا ہے پس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے جسم قبول کر کے تمثیل اختیار کیا۔ اسی لیے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔''

(1) اَمَّا شَقُّ الصَّدْرِ وَ مَلْاَهٗ، اِيْمَانًا فَحَقِيْقَتُهٗ، غَلَبَةُ اَنْوَارِ الْمَلَكِيَّةِ وَانْطِفَآءُ لَهَبِ الطَّبِيْعَةِ وَ خُضُوْعِهَا لِمَا يَفِيْضُ عَلَيْهَا مِنْ حَظِيْرَةِ الْقُدْسِ۔

''صدر کا چاک کرنا، اسے ایمان سے بھر دیا جانا، اس کی حقیقت ہے انوار ملکیہ کا غلبہ ہو جانا اور شعلۂ طبیعت کا بجھ جانا اور جو کچھ حظیرۃ القدس سے طبیعت کو فیضان ہوتا ہے اس کے لیے مطیع بن جانا۔''

(2) وَ اَمَّا رَكُوْبُهٗ، عَلَی الْبُرَاقِ فَحَقِيْقَةُ اسْتِوَاءُ نَفْسِهِ النُّطْقِيَّةِ عَلٰی نَسْمَتِهِ الَّتِیْ هِیَ الْكَمَالُ الْحَيْوَانِیُّ۔ فَاسْتَوٰی رَاكِبًا عَلَی الْبُرَاقِ كَمَا غَلَبَتْ اَحْكَامُ نَفْسِهِ النُّطْقِيَّةِ عَلَی الْبَهِيْمِيَّةِ وَ تَسَلَّطَ عَلَيْهَا۔

''براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے غالب آ جائے۔ پس آنحضرت ﷺ

---

(1) علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و معاویہ رضی اللہ عنہ و امام حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اسریٰ روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے مفقود نہیں ہوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اسرا و روحی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسرا و روحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ درجہ اتم و اکمل، اشرف و اعلیٰ ہے۔ علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسرا بدن و روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد ص: 3 / 40 واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آج کل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے کیوں جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو خلا میں تھام رکھا ہے۔ وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لے جانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آج کل نائٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے اندر آدمی اڑ رہے ہیں اس لیے رب کریم کا اپنے نبی کریم ﷺ کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکٹرسٹی (Electricity) کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوت السموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھا۔ (2) حجۃ اللہ البالغہ ص: 387

براق پر ایسی خوبی سے سوار ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ کے نفس انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب اور مسلط تھے۔"

3 وَاَمَّا اِسْرَاؤُهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى فَلِاَنَّهٗ مَحَلُّ ظُهُوْرِ شَعَآئِرِ اللهِ وَ مُتَعَلَّقُ هِمَمِ الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى وَ مَطْمَحُ اَنْظَارِ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَكَاَنَّهٗ، كُوَّةٌ اِلَى الْمَلَكُوْتِ۔

"مسجد اقصیٰ تک سیر اس لیے ہے کہ وہ شعائر الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاءِ اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظر گاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کی جانب ایک روزن ہے۔"

4 وَاَمَّا مُلَاقَاتُهٗ مَعَ الْاَنْبِيَـآءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَ مُفَاخَرَتُهٗ مَعَهُمْ فَحَقِيْقَتُهَا اِجْتِمَاعُهُمْ مِنْ حَيْثُ ارْتِبَاطُهُمْ بِحَظِيْرَةِ الْقُدْسِ وَظُهُوْرُ مَا اخْتُصَّ بِهٖ مِنْ بَيْنِهِمْ مِنْ وُجُوْهِ الْكَمَالِ۔

"انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس سے ان کو اجتماعی ربط وضبط حاصل ہے اور پھر ان اجتماعی امور کی خصوصیات کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ سے ظہور ہوا۔"

5 وَاَمَّا رُقِيُّهٗ اِلَى السَّمٰوٰتِ سَمَاءً بَعْدَ سَمَاءٍ فَحَقِيْقَتُهُ الْاِنْسِلَاخُ اِلٰى مُسْتَوَى الرَّحْمٰنِ مَنْزِلَةً بَعْدَ مَنْزِلَةٍ۔ وَ مَعْرِفَتُهٗ حَالَ الْمَلَائِكَةِ الْمُوَكَّلَةِ بِهَا وَ مَنْ لَحِقَ بِهِمْ مِنْ اَفَاضِلِ الْبَشَرِ وَالتَّدْبِيْرِ الَّذِيْ اَوْحَاهُ اللهُ فِيْهَا وَالْاِخْتِصَامُ الَّذِيْ يَحْصُلُ فِيْ مَلَاءِ هَا۔

"آسمان پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستویٰ رحمٰن کی طرف جانا ہے نیز احوال ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں نیز ملائکہ اور نسل انسانی کے ان بزرگوں کے احوال و شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں نیز اس تدبیر کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے بتائی گئی۔ نیز ان امور کی شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں۔"

6 وَاَمَّا بُكَاءُ مُوْسٰى فَلَيْسَ بِحَسَدٍ وَ لٰكِنْ مِثَالٌ لِفَقْدِهٖ عُمُوْمَ الدَّعْوَةِ وَ بَقَاءُ كَمَالٍ لَمْ يَحْصُلْهُ، مِمَّا هُوَ فِيْ وَجْهِهٖ۔

"واضح ہو کہ گریہ موسیٰ علیہ السلام سے حسد کا اظہار مراد نہیں بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ ان کی رسالت تمام دنیا کے لیے عام نہ تھی اور اس طرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل نہ تھا۔"

7 وَ اَمَّا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَشَجَرَةُ الْكَوْنِ وَ تَرَتُّبُ بَعْضِهَا عَلٰى بَعْضٍ وَانْجِمَاعُهَا فِيْ تَدْبِيْرٍ وَاحِدٍ كَانْجِمَاعِ الشَّجَرِ فِي الْغَاذِيَةِ وَالنَّامِيَةِ وَ نَحْوِهِمَا وَ لَمْ تَتَمَثَّلْ حَيْوَانًا لِاَنَّ التَّدْبِيْرَ الْجَمَلِ الْاِجْمَالِيْ الشَّبِيْهَةِ لِلسِّيَاسَةِ الْكُلِّيْ اِفْرَادُهٗ وَ اِنَّمَا اَشْبَهَ الْاَشْيَاءِ بِهِ الشَّجَرَةُ دُوْنَ الْحَيْوَانِ فَاِنَّ الْحَيْوَانَ فِيْهِ قُوًى تَفْصِيْلِيَّةٌ وَ الْاِرَادَةُ فِيْهِ اَصْرَحُ مِنْ سُنَنِ الطَّبِيْعَةِ ۔

"سدرۃ المنتہیٰ درخت عالم ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب اور پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کا بھی غذا و نمو میں یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان سے اس کی تمثیل نہیں دی گئی کیوں کہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے اور اسی لیے بہترین مشابہت اس کی درخت میں پائی جاتی ہے (کہ ایک

ہی تنا پر مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمو میں برابر سب مستفیض ہیں) اور حیوان میں یہ مشابہت نہیں پائی جاتی کیوں کہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوت ارادہ بھی ہے اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔"

8 وَاَمَّا الْاَنْهَارُ فِيْ اَصْلِهَا رَحْمَةٌ فَائِضَةٌ فِي الْمَلَكُوْتِ حَذْ وَالشَّهَادَةِ وَحَيَاةٌ وَّ اِنَّمَا فَلِذٰلِكَ تَعَيَّنَ هُنَالِكَ بَعْضُ الْاُمُوْرِ النَّافِعَةِ فِي الشَّهَادَةِ كَالنِّيْلِ وَالْفُرَاتِ ۔

"دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے۔ نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں۔ اس لیے ظاہراً چند اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعین کیا گیا ہے۔"

9 وَاَمَّا الْاَنْوَارُ الَّتِيْ غَشِيَتْهَا فَتَدَلِّيَاتٌ اِلٰهِيَّةٌ وَّتَدْبِيْرَاتٌ رَحْمَانِيَّةٌ تَلَمْلَعَتْ فِي الشَّهَادَةِ حَيْثُ مَا اسْتَعَدَّتْ لَهَا۔

"رہے وہ انوار جنھوں نے اسے ڈھانپ لیا تھا یہ وہ تدلیات رحمانی اور تدبیرات الٰہیہ ہیں جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور ریز ہیں۔ جہاں تک اس عالم میں ان کی استعداد پائی جاتی ہے۔"

10 وَاَمَّا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فَحَقِيْقَتُهُ التَّجَلِّيَ الْاِلٰهِيَ الَّذِيْ يَتَوَجَّهُ اِلَيْهِ سَجَدَاتُ الْبَشَرِ وَ تَضَرُّعَاتِهَا يَتَمَثَّلُ بَيْتاً عَلٰى حَذْوِ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْكَعْبَةِ وَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔

"بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے جس کی طرف بندگان الٰہی کی دعاؤں اور سجدوں کا رخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا تمثل لیے ہوئے ہے۔"

11 ثُمَّ اُتِيَ بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَ اِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ فَاخْتَارَ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيْلُ هُدِيْتَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ لَغَوَتْ اُمَّتُكَ فَكَانَ هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَامِعُ اُمَّتِهِ وَمَنْشَاءُ ظُهُوْرِهِمْ وَكَانَ اللَّبَنُ اِخْتِيَارُهُمُ الْفِطْرَةِ وَالْخَمْرُ اِخْتِيَارُهُمْ لِلَذَّاتِ الدُّنْيَا۔

"شب معراج نبوی ﷺ کے سامنے ایک برتن دودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا اور جبریل علیہ السلام نے بتلا دیا کہ آپ نے فطرت اصلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ دیکھو نبی ﷺ اپنی امت کو فطرت پر جمع کرنے والے تھے اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرت کو پسند کرے اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذات دنیا کو پسند کرے۔"

12 وَاُمِرَ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ بِلِسَانِ التَّجَوُّزِ لِاَنَّهَا خَمْسُوْنَ بِاِعْتِبَارِ الثَّوَابِ۔ ثُمَّ اَوْضَحَ اللّٰهُ مُرَادَهُ، تَدْرِيْجًا۔ لِيَعْلَمَ اَنَّ الْحَرْجَ مَرْفُوْعٌ وَ اَنَّ النِّعْمَةَ كَامِلَةٌ وَ تَمَثَّلَ هٰذَا الْمَعْنٰى مُسْتَنِدًا اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّهُ، اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ مُعَالَجَةٌ لِلْاُمَّةِ وَمَعْرِفَتِهِ بِسِيَاسَتِهَا۔

"پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجویزی سے ہوا۔ یہ پانچ ثواب میں پچاس (50) کے برابر ہیں۔ گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا کہ ثواب تو (50 کے برابر کا) کامل ہے اور ہرج اور مرج اٹھا دیا گیا۔ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے کیوں کہ جناب ممدوح امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست امت کی

شناخت میں اکثر انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے ہیں۔'' [1]

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

انہی دنوں طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن میں ان کے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی۔ طفیل رضی اللہ عنہ بذات خود شاعر و دانش مند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور اعلیٰ پیمانہ پر اس کی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتلایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے، اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے، زن، شوہر، بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کر دیے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اس لیے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا۔ نہ اس کی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔

یہ باتیں انھوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تو کانوں کو روئی کے (پنبہ) سے بند کر لیتا۔ تا کہ محمد ﷺ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ چوں کہ اللہ کی مشیت یہ تھی کہ ان کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے۔ اس لیے میں نے سنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں، باعلم ہوں، اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟ اور کونسی روک ہے کہ میں اس کی بات نہ سنوں۔ اچھی بات ہوگی تو مانوں گا، ورنہ نہیں مانوں گا۔ میں یہ ارادہ کر کے ٹھہر گیا جب نبی ﷺ واپس گھر کو چلے گئے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ اور جب مکان پر حاضر ہوا تو نبی ﷺ کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے، لوگوں کے بہکانے پنبہ در گوش رہنے اور آج حضور ﷺ کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سنائیے۔ نبی ﷺ نے قرآن پڑھا۔ بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا۔ جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔

الغرض طفیل رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے۔ وہ بات کی بات میں محمد ﷺ کا دل و جان سے خادم اور مطیع بن گیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق و ناگوار گذرا۔ [2]

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے متعلق کچھ اڑتی سی خبر سنی۔ انھوں نے اپنے بھائی سے کہا تم جاؤ، مکہ میں اس شخص سے مل کر آؤ اور پھر مجھے بتلاؤ۔

انیس برادر ابوذر ایک مشہور فصیح شاعر، زبان آور تھا۔ وہ مکہ میں آیا۔ نبی ﷺ سے ملا۔ پھر بھائی کو بتایا کہ میں نے محمد ﷺ کو ایک ایسا شخص پایا جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

---

[1] اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے مگر امام طبری نے اپنی کتاب تاریخ الملل والامم میں ابتدائے نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ ان کی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا اور نبی ﷺ اور دیگر مسلمانان اس وقت سے ہی برابر نماز پڑھتے تھے۔ تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیوں کر متاخر رہ سکتا ہے۔ لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1051ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت ص 36) کہ پہلے صرف دو نمازیں فجر و عصر فرض ہوئی تھیں اب شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں، کوئی اشکال نہیں رہ جاتا۔

[2] ملخصاً زاد المعاد صفحہ 494,493 جلد اول، اسد الغابہ 77/3، ابن سعد فی الطبقات 176:1:4۔

ابوذر ؓ بولے، اتنی بات سے تو کچھ تسلی نہیں ہوتی۔ آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ حضرت ابوذر ؓ کو نبی ﷺ کی شناخت نہ تھی اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے۔ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے، علی مرتضیٰ ؓ آئے۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذر ؓ بولے: ہاں۔ علی مرتضیٰ ؓ نے کہا: اچھا میرے ہاں چلو۔ یہ رات کو وہیں رہے۔ نہ علی المرتضیٰ ؓ نے کچھ پوچھا، نہ ابوذر ؓ نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی، ابوذر ؓ پھر کعبہ میں آگئے۔ دل میں آنحضرت ﷺ کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علی مرتضیٰ ؓ پھر آپہنچے۔ انہوں نے فرمایا: شاید تمہیں اپنا ٹھکانا نہ ملا۔ ابوذر ؓ بولے: ہاں۔ علی مرتضیٰ ؓ پھر ساتھ لے گئے۔ اب انہوں نے پوچھا: تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو؟ ابوذر ؓ نے کہا: راز رکھو تو میں بتلا دیتا ہوں۔ علی ؓ نے وعدہ کیا۔

ابوذر ؓ نے کہا: میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی اللہ بتلاتا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ وہ یہاں سے کچھ تسلی بخش بات لے کر نہ گیا۔ اس لیے میں خود آیا ہوں۔

علی مرتضیٰ ؓ نے کہا: تم خوب آئے اور خوب ہوا کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو میں انہی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں پہلے اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتا درست کر رہا ہوں۔

الغرض ابوذر ؓ علی مرتضیٰ ؓ کے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں پہنچے اور عرض کیا کہ مجھے بتلایا جائے کہ اسلام کیا ہے؟ نبی ﷺ نے اسلام کی بابت بیان فرمایا اور ابوذر ؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ابوذر ؓ! تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے تب آ جانا۔ ابوذر ؓ بولے: بخدا! میں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا۔ اب ابوذر ؓ کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔ انھوں نے سب کو سنا کر بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا، اس بے دین کو مارو۔ لوگوں نے مار ڈالنے کے لیے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ عباس ؓ آگئے۔ انھوں نے مجھے جھک کر دیکھا۔ کہا: کم بختو! یہ تو قبیلہ بنو غفار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انھوں نے پھر سب کو سنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارا اور عباس ؓ نے ان کو چھڑایا اور یہ اپنے وطن کو چلے آئے۔ [1]

اسباب ہجرت

11 نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ پر لوگوں کو باتیں کرتے سنا۔ [2] اس آواز پر اللہ کا نبی ﷺ ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی تھے [3] اور یثرب سے آئے تھے۔ [4] ان کے سامنے نبی ﷺ نے اللہ کی عظمت وجلال کا بیان شروع کیا۔ ان کی محبت کو اللہ کے ساتھ گرمایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی۔ نیکی

---

[1] بخاری: 3522۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ ابوذر ؓ قریباً ایک ماہ تک آب زمزم ہی پر رہے۔ اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی توند نکل آئی۔ [2] یہ مقام الحرا اور منیٰ کے درمیان واقع ہے۔ [3] (1) ابوامامہ اسعد بن زرارہ (2) عوف بن حارث، (3) رافع بن مالک، (4) قطبہ بن عامر بن حدیدہ، (5) عقبہ بن عامر بن نابی (6) سعد بن ربیع [4] زاد المعاد: 3/45، ابن ہشام: 1/428

و پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے لیکن انھوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بار بار یہ ذکر کرتے ہوئے سنا تھا کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ [1] اس تعلیم سے وہ اسی وقت ایمان لے آئے اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے تو دین حق کے سچے مناد بن گئے۔

وہ نبی ﷺ

وہ ہر ایک کو یہ خوش خبری سناتے تھے کہ ''وہ نبی'' [2] جس کا تمام عالم کو انتظار تھا، آ گیا۔ ہمارے کانوں نے اس کا کلام سنا، ہماری آنکھوں نے اس کا دیدار کیا اور اس نے ہم کو اس زندہ رہنے والے اللہ سے ملا دیا کہ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے۔

بیعت عقبہ اولیٰ

ان لوگوں کی بشارت لے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہونے لگا اور اگلے سال 12 نبوت کو یثرب کے بارہ (12) باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی ﷺ کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی۔ [3]

ان لوگوں نے جن باتوں پر نبی ﷺ سے بیعت کی تھی وہ یہ ہیں:

بیعت کی شرطیں

1. ہم رب واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔
2. ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے۔
3. ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔
4. ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔
5. ہم نبی ﷺ کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کریں گے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان کی تعلیم کے لیے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی نہیں پہنتے مگر جب ان کو اسلام کے طفیل روحانی عیش حاصل ہوا تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو انھوں نے بالکل

---

[1] زاد المعاد: 3/ 44، ابن ہشام: 1/ 427، 428 [2] قارئین کرام ''وہ نبی'' کا مطلب سمجھنے کے لیے انجیل یوحنا باب اول کو 19 سے 28 درس تک پڑھیں۔ یوحنا (یحییٰ) نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ 21۔ انھوں نے پوچھا کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو ''وہ نبی'' ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے مطلب نکلا کہ علمائے یہود اس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد و ظہور کے منتظر تھے۔ (1) الیاس (2) مسیح (3) وہ نبی۔ انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح علیہ السلام بتلایا اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سابقہ میں ''وہ نبی'' اور مسلمانوں کی زبان پر ''آنحضرت ﷺ'' کے خطاب سے یاد کیے گیے۔ اگر آنحضرت ﷺ ''وہ نبی ﷺ'' نہیں تو پادری بتلائیں کہ مسیح علیہ السلام کے بعد ''وہ نبی'' کہلانے والا کون ہوا؟ [3] (1) ابو امامہ (2) عوف بن حارث (3) رافع بن مالک (4) قطبہ بن عامر (5) عقبہ بن عامر (6) معاذ بن حرث (7) ذکوان بن عبد قیس (6) خالد بن مخلد (9) عبادہ بن صامت (10) عباس بن عبادہ (11) ابو الہیثم (12) عویم بن ساعدہ۔

چھوڑ دیا تھا جن دنوں یہ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان دنوں ان کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ

مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر اترے تھے اور ان کو مدینے والے اَلْمُقْرِئ [1] (پڑھانے والا استاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعب رضی اللہ عنہ و اسعد رضی اللہ عنہ اور چند مسلمان '' بیرِ مرق'' پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کے لیے کہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر میں کیوں کر اسلام کی منادی کی جائے۔

سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انھیں بھی خبر ہوئی سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا:

> '' تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے۔ تم جاؤ۔ انھیں جھڑک دو اور کہہ دو کہ ہمارے محلوں میں پھر کبھی نہ آئیں۔ میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لیے خاموش ہوں کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے۔''

اسید بن حضیر اپنا ہتھیار لے کر روانہ ہوا۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے مصعب رضی اللہ عنہ کو کہا: دیکھو یہ قبیلے کا سردار آ رہا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعب نے کہا: کہ اگر وہ آ کر بیٹھ گیا تو میں اس سے ضرور کلام کروں گا۔ اتنے میں اسید رضی اللہ عنہ آ پہنچا اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا اور یہ بھی کہا کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو پھسلانے آئے ہو۔

مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر اسید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ بیٹھ کر کچھ سن لیں۔ اگر پسند آئے، قبول فرمائیں، ناپسند ہو تو اسے چھوڑ جائیں۔ اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: خیر کیا مضائقہ ہے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ اسلام کیا ہے اور پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ اسید رضی اللہ عنہ نے سب کچھ چپ چاپ سنا۔ بالآخر کہا: ہاں یہ بتلاؤ کہ جب کوئی تمھارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے تو تم کیا کرتے ہو؟

انہوں نے کہا: نہلا کر، پاک کپڑے پہنا کر کلمہ شہادت پڑھا دیتے ہیں اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں۔ اسید رضی اللہ عنہ اٹھا، کپڑے دھوئے، کلمہ شہادت پڑھا اور نفل ادا کیے۔ پھر کہا: میرے پیچھے ایک اور شخص ہے۔ اگر تمھارا پیرو ہو گیا تو پھر کوئی تمھارا مخالف نہ رہے گا اور میں جا کر ابھی تمہارے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اسید رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ ادھر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس کے انتظار میں تھا۔ دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا۔ دیکھو اسید رضی اللہ عنہ کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اسید رضی اللہ عنہ آ بیٹھا تو سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اسید رضی اللہ عنہ بولا، میں نے انھیں سمجھا دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمھاری منشا کے خلاف کچھ نہ کریں گے۔ مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آ گئے اور اسعد بن زرارہ کو اس لیے قتل کرنے پر آمادہ ہیں کہ وہ تیرا بھائی ہے۔ یہ سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غصہ میں بھر گیا اور اپنا حربہ سنبھال کے کھڑا ہو گیا۔ اسے ڈر تھا کہ بنو حارثہ اس کے بھائی کو نہ مار ڈالیں۔ اس نے چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اسید رضی اللہ عنہ تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کے آئے۔

---

[1] طبری صفحہ 235، اسد الغابۃ: 5/176۔

مصعب ؓ کے وعظ پر سعد بن معاذ ؓ کا ایمان قبول کرنا

سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ مصعب ؓ واسعد ؓ دونوں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سعد ؓ سمجھا کہ اسید ؓ نے مجھے ان کی باتیں سننے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ خیال آتے ہی انھیں گالیاں دینے لگا اور اسعد ؓ کو یہ بھی کہا کہ اگر میرے تمھارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو تمھاری کیا مجال تھی کہ ہمارے محلے میں چلے آتے۔ اسعد ؓ نے مصعب ؓ سے کہا: دیکھو یہ بڑے سردار ہیں اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمھارے مخالف نہ رہ جائیں گے۔ مصعب ؓ نے سعد سے کہا: آیئے بیٹھ جایئے۔ کوئی بات کریں۔ ہماری بات پسند آئے تو قبول فرمایئے ورنہ انکار کر دیجیے۔ سعد ؓ حربہ رکھ کر بیٹھ گیا۔ مصعب ؓ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید بھی سنایا۔ آخر سعد ؓ نے بھی وہی سوال کیا جو اسید ؓ نے کیا تھا۔ الغرض سعد ؓ اٹھا۔ نہایا، کپڑے دھوئے، کلمہ پڑھا، نفل ادا کیے اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا:

اے بنی عبدالاشہل! تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟

سب نے کہا: تم ہمارے سردار ہو تمھاری رائے، تمھاری تلاش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔

سعد ؓ بولا: سنو! خواہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں جب تک کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے۔

تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا

اس کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ مصعب ؓ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال 13 نبوت کو تہتر (73) مرد، دو (2) عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے۔ ان کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لیے بھی بھیجا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں اور نبی ﷺ سے منظوری حاصل کریں۔

یہ راستبازوں کا گروہ اسی متبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے مشتاق حاضر ہوا کرتے تھے رات کی تاریکی میں پہنچ گیا اور اللہ کا برگزیدہ رسول ﷺ بھی اپنے تایا عباس ؓ کو ساتھ لیے ہوئے وہاں جا پہنچا۔ [1]

حضرت عباس ؓ نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی۔ انھوں نے کہا: لوگو! تمھیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمد ﷺ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو تو پہلے سمجھ لینا کہ یہ ایک نازک اور مشکل کام ہے۔ محمد ﷺ سے عہد و پیمان کرنا سرخ و سیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے۔ [2] جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرو، ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو۔

ان راست بازوں نے عباس ؓ کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ کچھ ارشاد فرمائیں:

عقبہ ثانیہ پر آنحضرت ﷺ کا وعظ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو اللہ کا کلام جو اللہ کا پیغام انسان کی طرف ہے پڑھ کر سنایا۔ جس کے سننے سے وہ ایمان و ایقان کے نور سے بھرپور ہو گئے۔

---

[1] طبری صفحہ: 244 [2] سرخ لڑائی سے مراد سخت خونریز لڑائی ہے اور سیاہ لڑائی سے مراد تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے۔

اب سب لوگوں نے عرض کی کہ اللہ کا نبی ہمارے شہر میں چل کر بسے تاکہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

(1) کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے؟

(2) اور جب میں تمھارے شہر میں جا بسوں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل وعیال کی مانند کرو گے؟

ایمان والوں نے پوچھا: ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا؟ [1]

نبی ﷺ نے فرمایا: بہشت (جو نجات اور اللہ کی خوشنودی کا محل ہے)

ایمان والوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ہماری تسلی فرما دیجیے کہ حضور ﷺ ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: میرا جینا، میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔

اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرور ونشاط کے ساتھ جان نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔ [2]

براء بن معرور رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا اور چیخ کر اہل مکہ کو پکار کر کہا: لوگو! آؤ۔ دیکھو کہ محمد ﷺ اور اس کے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضور کی اجازت ہو تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں۔ [3]

نبی ﷺ کے بارہ نقیب

اس کے بعد نبی ﷺ نے ان سے بارہ (12) اشخاص کا انتخاب کیا اور ان کا نام نقیب رکھا اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے لیے بارہ (12) شخصوں کو چن لیا تھا اسی طرح میں تمھیں انتخاب کرتا ہوں۔ تاکہ اہل یثرب میں جا کر دین کی اشاعت کرو۔ مکہ والوں میں میں خود یہ کام کروں گا۔

ان کے نام یہ ہیں:

قبیلہ بنو خزرج کے نو (9) اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، رافع بن مالک رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے)

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، براء بن معرور رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔

قبیلہ اوس کے تین (3) اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ، ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ [4]

قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی۔ وہ اہل یثرب کی تلاش میں نکلے، لیکن ان کا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔

---

[1] دیکھو پطرس کا سوال صحیح ہے۔ متی 19-27 [2] وہ نوشتہ پورا ہوا: ''نور تاریکی میں چمکتا ہے۔'' انجیل یوحنا 5 باب

[3] زاد المعاد: 48/3 [4] الاستیعاب، زاد المعاد: 48/3

قریش نے سعد بن عبادہؓ اور منذر بن عمروؓ کو وہاں پایا۔ منذرؓ تو بھاگ گیا اور ان کے ہاتھ نہ آیا، مگر سعد بن عبادہؓ کو انھوں نے پکڑ لیا اس کی سواری کے اونٹ کا تنگ کھول کر اس کی مشکیں باندھ دیں۔ مکہ میں لا کر اس کو مارتے اور اس کے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے۔ یہ سعد بن عبادہؓ وہی ہیں جن کو نبی ﷺ نے ان 12/ اشخاص میں سے ایک نقیب ٹھہرایا تھا۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ جب قریش انھیں زدوکوب کر رہے تھے تو ایک سرخ و سفید شیریں شمائل شخص انھیں اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس قوم میں سے کسی شخص سے مجھے بھلائی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہوگا۔ جب وہ میرے پاس آ گیا تو اس نے نہایت زور سے میرے منہ پر طمانچہ لگایا۔ اس وقت مجھے یقین آ گیا کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے امید خیر کی جا سکے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس نے میرے حال پر ترس کھایا اور کہا کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حق ہمسائیگی حاصل نہیں اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں؟ میں نے کہا: ہاں جبیر بن مطعمؓ اور حارث بن امیہؓ جو عبد مناف کے پوتے ہیں وہ تجارت کے لیے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں اور میں نے بارہا ان کی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا کہ پھر انہی دونوں کے نام کی دہائی تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا اور انھیں بتلایا کہ خزرج کا ایک آدمی پٹ رہا ہے اور وہ تمھارا نام لے لے کر تمھیں پکار رہا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے بتلایا کہ سعد بن عبادہؓ۔ وہ بولے: ہاں اس کا ہم پر احسان بھی ہے اور انھوں نے آ کر سعد بن عبادہؓ کو چھڑا دیا اور یہ ثابت قدم بزرگ یثرب کو سدھار گئے۔

مسلمانوں کو ترک وطن کی اجازت مل گئی

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی ﷺ نے ان مسلمانوں کو جو مکہ سے باہر نہ گئے تھے لیکن جن پر اب اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن ان کے لیے آگ کا پہاڑ بن گیا، یثرب چلے جانے کی اجازت فرما دی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار، خویش و اقارب، باپ بھائی، زن و فرزند کے چھوڑنے کا ذرا بھی غم نہ تھا بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جا کر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کر سکیں گے۔ [1]

ہجرت کی دشواریاں

ہجرت کرنے والوں اور گھر بار چھوڑ کر جانے والوں کو قریش کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

(1) صہیب رومیؓ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار نے انھیں آ گھیرا۔ کہا صہیبؓ! جب تو مکہ آیا تھا تو مفلس و قلاش تھا۔ یہاں ٹھہر کر تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب مال و زر لے کر چلا جائے گا، یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔

صہیبؓ نے کہا: اچھا اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمھیں دے دوں تب مجھے تم جانے دو گے۔

قریش بولے: ہاں۔

حضرت صہیبؓ نے سارا مال انھیں دے دیا اور یثرب کو روانہ ہو گئے۔ نبی ﷺ نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ اس سودے

---

[1] سعد بن عبادہؓ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا سبق ملتا ہے کہ اسلام کے ساتھ ہی اللہ کی طرف سے آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک و پیاس کی آزمائش، قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش، ضرر جسمانی و نقصان مال کی آزمائش وغیرہ وغیرہ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں پر پورا اترتا ہے تب وہ اللہ کے اس ابدی وعدہ کا مستحق ٹھہر جاتا ہے جو قرآن اور انجیل و توراۃ میں مومنین سے کیا گیا ہے کہ اس کی دنیا بھی عمدہ ہوگی۔ کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمائشوں کے بعد اسلام کے شیریں ثمر ثابت ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ بزور شمشیر مسلمان کیے گئے تھے۔ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزور شمشیر مسلمان کیا کرتے تھے۔

میں صہیب ؓ نے نفع کمایا۔ (1)

(2) حضرت ام سلمہ ؓ کہتی ہیں کہ میرے شوہر ابو سلمہ ؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھے اونٹ پر چڑھایا۔ میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چل پڑے تو بنو مغیرہ نے آ کر ابو سلمہ ؓ کو گھیر لیا، کہا: تو جا سکتا ہے، مگر ہماری لڑکی کو نہیں لے جا سکتا۔ اب بنو عبد الاسد بھی آ گئے۔ انھوں نے ابو سلمہ ؓ سے کہا: تو جا سکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے، تو نہیں لے جا سکتا۔ غرض انھوں نے ابو سلمہ ؓ سے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھا دیا۔ بنو عبد الاسد تو گود کے بچہ کو ماں سے چھین کے لے گئے اور بنو مغیرہ ام سلمہ ؓ کو لے آئے۔ ابو سلمہ ؓ جو دین کے لیے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا زن و بچہ کے بغیر روانہ ہو گیا۔

ام سلمہ ؓ روز شام کو اسی جگہ جہاں بچہ اور شوہر سے الگ ہوگئی تھی پہنچ جاتی، گھنٹوں رو دھو کر واپس آ جاتی۔ ایک سال اسی طرح روتے چلاتے گذر گیا۔ آخر ان کے ایک چچیرے بھائی کو رحم آیا اور ہر دو قبائل سے کہہ سن کر ام سلمہ ؓ کو اجازت دلا دی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچہ بھی ان کو واپس دے دیا گیا۔ ام سلمہ ؓ ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو تن تنہا چل دیں۔ (2)

ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریباً ہر ایک صحابی ؓ کو کرنا پڑا تھا۔

(3) حضرت عمر فاروق ؓ کا بیان ہے کہ عیاش ؓ اور ہشام ؓ صحابی بھی ان کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش بن ابی ربیعہ ؓ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے مگر ہشام بن عاص ؓ کی بابت کفار کو خبر لگ گئی۔ ان کو قریش نے قید کر دیا۔ عیاش ؓ مدینہ جا پہنچے تھے کہ ابو جہل مع اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا۔ عیاش ؓ ان کے چچیرے بھائی تھے اور تینوں کی ایک ماں تھی۔

ابو جہل و حرث نے کہا کہ تمھارے بعد والدہ کی بری حالت ہو رہی ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کروں گی اور نہ سایہ میں بیٹھوں گی۔ اس لیے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دے کر آ جانا۔

عمر فاروق ؓ نے کہا: عیاش ؓ مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمھاری ماں کے سر میں کوئی جوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کر لے گی اور مکہ کی دھوپ نے ذرا خبر لی تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیے۔

عیاش ؓ بولے: نہیں، میں والدہ کی قسم پوری کر کے واپس آ جاؤں گا۔

عمر فاروق ؓ نے کہا: اچھا اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لیے میری ناقہ لے جاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اگر راستہ میں تمھیں ذرا بھی ان سے شبہ گزرے تو تم اس ناقہ پر بآسانی ان کی گرفت سے بچ کر آ سکو گے۔

عیاش ؓ نے ناقہ لے لی۔ یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابو جہل نے کہا: بھائی ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا۔ بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو۔ عیاش ؓ بولا: بہتر۔ جب عیاش ؓ نے ناقہ بٹھلائی تو دونوں بھائیوں نے اسے پکڑ لیا، مشکیں کس لیں اور مکہ میں اسی طرح لے کر داخل ہوئے۔

یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے کہ دیکھو، بے وقوفوں، احمقوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاش ؓ کو بھی ہشام بن عاص ؓ کے ساتھ قید کر دیا گیا۔

---

(1) سیرت ابن ہشام، ص: 168 صہیب ؓ نے شوال 38ھ میں بعمر 73 سال مدینہ میں وفات پائی۔ المطبرانی فی الکبیر: 43/8، حلیۃ الاولیاء: 151/1، الطبقات لابن سعد: 163/1، البدایہ والنہایہ: 173/3، اسد الغابہ: 39/ (2) سیرت ابن ہشام، ص: 168

جب نبی ﷺ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تب حضور ﷺ کی تمنا پوری کرنے کے لیے ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے۔ زندان خانے سے دونوں کو شباشب نکال کر لے گئے۔ [1]

ان ہرسہ حکایات سے قارئین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جدوجہد اور ابتلا وامتحان کے آسان نہ تھا۔

ہجرت

جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما ہی باقی رہے تو قریش مکہ نے کہا: کہ اب محمد ﷺ کے قتل کر دینے کا اچھا موقع ہے۔

آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لیے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لیے دارالندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا۔ دارالندوہ کو قصی بن کلاب نے قائم کیا تھا۔ یہ گویا قریش کا ایوان پارلیمنٹ تھا۔ اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آ کر شامل ہوا تھا اور قریش کے مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل مشہور سردار موجود تھے۔

1. بنو عبد شمس میں سے: شیبہ وعتبہ۔ فرزندان ربیعہ اور ابو سفیان بن حرب۔
2. بنو نوفل میں سے طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم، حارث بن عامر۔
3. بنو عبد الدار میں سے: نضر بن حارث بن کلدہ۔
4. بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے: ابو البختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام۔
5. بنو مخزوم میں سے: ابو جہل بن ہشام۔
6. بنو سہم میں سے: بنیہ ومنبہ فرزندان حجاج۔
7. بنو جمح میں سے: امیہ بن خلف۔ [2]

ایک بولا: اسے پکڑ کر گلے میں طوق وزنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کر دو اور مکان کا دروازہ تیغہ کر دو تاکہ یہ بھی زہیر ونابعہ شاعروں کی موت کا مزا چکھتا ہوا مر جائے۔

بوڑھا نجدی بولا: نہیں، یہ ٹھیک نہیں۔ محمد (ﷺ) کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہے گی۔ مسلمان اسے چھڑا لے جائیں گے اور طاقت پا کر تمھیں بھی فنا کر دیں گے۔

دوسرا بولا: ایک سرکش اونٹ پر بٹھلا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے، کہیں رہے، جیئے خواہ مرے۔
بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم محمد (ﷺ) کی دلآویز باتوں کو بھول گئے ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جس

---

[1] سیرت ابن ہشام، ص: 1/167، اسد الغابہ: 4/308 [2] قرآن مجید میں ہے ﴿ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴾ [الطارق: 15-17] وہ تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبی ﷺ آپ ان کو نرمی وآہستگی سے چھوڑ دیجیے۔ اس آیت کے ساتھ ان 14 سرداروں کا انجام آپ دیکھیے کہ گیارہ سردار ایک دن میں (جنگ بدر) قتل ہوئے اور تین ابو سفیان بن حرب (جبیر بن مطعم وحکیم بن حزام) جو قتل سے بچے وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

سے بات کرتا ہے۔ اسی کو اپنا بنالیتا ہے۔ وہ دلوں پر کیسی آسانی سے قابو پالیتا ہے۔ جہاں جائے گا۔ وہیں کے باشندے اس کے ساتھ لگ جائیں گے اور وہ بالآخر تم سے اپنے نبی کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے۔

نبی ﷺ کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق

آخر ابوجہل نے ایسی تدبیر بتلائی، جسے تمام جلسہ نے بالاتفاق منظور کرلیا۔ تجویز اور تدبیر یہ تھی۔

1. عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد کا انتخاب کیا جائے۔
2. یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمد ﷺ کے گھر کو گھیر لیں۔
3. جب محمد (ﷺ) صبح کی نماز کے لیے باہر نکلے۔ اس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اس پر وار کریں اور اس کی بوٹی بوٹی کردیں۔

اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا گیا کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہوں گے۔ اس کا بدلہ نہ تو محمد (ﷺ) کا قبیلہ لے سکے گا اور نہ محمد (ﷺ) کو سچا ماننے والے کچھ شروفساد اٹھاسکیں گے۔

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھیے کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی ﷺ کا گھر آ گھیرا۔ اس وقت اللہ کے نبی ﷺ نے پیارے بھائی علی ؓ سے فرمایا: ”تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو، ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تیرا بال بھی بیکا نہ کرسکے گا۔ حضرت علی ؓ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے اور اللہ کا رسول ﷺ اللہ کی حفاظت میں باہر نکلا اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورہ یٰسٓ پڑھتا ہوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی ﷺ کو جاتے نہ دیکھا۔ [1] یہ واقعہ 27/ صفر 13 نبوت روز پنجشنبہ (جمعرات) (12 ستمبر 621ء) کا ہے۔

اللہ کا نبی ﷺ پیارے دوست ابوبکر ؓ کے گھر پہنچا۔ انھوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا۔ ابوبکر ؓ کی بیٹی اسماء ؓ نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے۔ مکہ سے چار میل کے فاصلے پر کوہ ثور ہے۔ اس کی چڑھائی سر توڑ ہے۔ راستہ سنگلاخ تھا۔ نوکیلے پتھر نبی ﷺ کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ابوبکر ؓ نے نبی ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھالیا۔ آخر ایک غار پر پہنچے۔ ابوبکر ؓ نے نبی ﷺ کو باہر ٹھہرایا۔ خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کیے اور پھر عرض کیا کہ حضور ﷺ بھی تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی حضرت علی ؓ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر انھیں پہچانا۔ پوچھا: محمد ﷺ کہاں ہے؟ علی ؓ نے جواب دیا: مجھے کیا خبر، کیا میرا پہرہ تھا؟ تم لوگوں نے انھیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے علی ؓ پر پل پڑے۔ ان کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر کے لیے حبس بے جا میں رکھا آخر چھوڑ دیا۔ [2]

اب وہ ابوبکر ؓ کے گھر آئے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابی بکر ؓ باہر نکلی۔ ابوجہل نے پوچھا لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟ وہ

---

[1] خدا کے برگزیدہ داؤد ؑ سے آنحضرت ﷺ کی مشابہت۔ داؤد کھڑکی سے بھاگ کر بچ رہا۔ میکل نے ایک بت لا پلنگ پر لٹا رکھا اور بکریوں کی کھال تکیے کی جگہ اور اوپر سے چادر اوڑھا دی اور جب ساؤل نے ہرکارے داؤد کو پکڑنے کے لیے بھیجے تو یہ بولی کہ وہ بیمار ہے۔ سا ئخ کتاب السموئیل (12-13-14) / 19 باب۔

[2] طبری ص: 245

بولی بخدا مجھے معلوم نہیں۔

بدزبان و درشت خو ابوجہل نے ایسا طمانچہ کھینچ مارا کہ اسماء رضی اللہ عنہا کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔ [1]

ایک لڑکی کی قوت ایمانی

ہجرت کے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے۔ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اٹھا کر لے گئے تھے۔ یہ پانچ یا چھ ہزار روپے تھے۔ والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ نے کہا [2]

''بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تم کو دوہری مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا اور نقد و مال بھی ساتھ لے گیا۔''

اسماء رضی اللہ عنہا بولی: ''نہیں، دادا جان۔ وہ ہمارے لیے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں۔''

اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک پتھر لیا۔ اس پر کپڑا لپیٹا اور جس گھڑے میں روپیہ ہوا کرتا وہاں رکھ دیا اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔ ابوقحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو کہ مال موجود ہے۔ بوڑھے نے اسے ٹٹولا اور پھر کہا:

''خیر جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے تو اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جانے کا چنداں غم نہیں۔ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اچھا کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لیے کافی انتظام کر گیا ہے۔''

اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے بوڑھے دادا کے اطمینانِ قلب کے لیے کی تھی ورنہ والد بزرگوار تو سب کچھ (نبی ﷺ کی خدمت کے لیے) ساتھ لے گئے تھے۔ [3]

غار کا قیام

یہ چاند اور سورج دونوں تین روز تک اسی غار میں رہے۔ [4] رات کی تاریکی میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا گھر سے روٹی دے جاتی، عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اہل مکہ کی باتیں سنا جاتا۔ [5] عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا غلام تھا اور جس کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ریوڑ تھا۔ وہاں بکریاں لے آتا۔ نبی ﷺ دودھ بقدر ضرورت لے لیتے اور وہ پھر ریوڑ سے آنے والوں کے نقش قدم کو تمام راستے سے مٹا دیتا۔ [6]

اللہ عزوجل نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ فرما کر جس معیت الٰہی میں نبی ﷺ داخل تھے، اسی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کر دیا۔

غار سے روانگی

چوتھی شب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں جن کو اسی سفر کے لیے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (جسے راستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاول روز دوشنبہ (سوموار) (16 ستمبر 622ء) کو روانہ ہوئے۔

---

[1] طبری ص: 247 [2] ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کو جملہ صحابہ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں۔ [3] ابن ہشام ص: 1/173 [4] یہ تین نبی نے داؤد علیہ السلام کو کہا۔ جب تیری غیر حاضری پر تین دن گزر جائیں تو تو وہاں جائیو (اسموئیل باب 20 درس 19) [5] ابن ہشام ص: 1/173 [6] بخاری: 5039

ہجرت سے نبی ﷺ نے انبیاء سابقین کی سنت کو پورا کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن اور حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہم السلام کی ہجرت کے واقعات بائبل میں موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کے بعد نصرت الٰہی کی معیت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا۔

دلیل راہ نے درمیانی راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارہ کنارہ چلنا شروع کیا تھا۔ جب حضور ﷺ رابغ کے موجودہ قلعہ اور ساحل سمندر کے درمیانی میدان سے گزر رہے تھے، تب سراقہ بن جعشم نے حضور ﷺ کا تعاقب کیا۔ عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی جو سراقہ کا برادرزادہ ہے، بیان کرتا ہے:

سراقہ خود سر پر لگائے، نیزہ تانے، بدن پر ہتھیار سجائے، اپنی گھوڑی (عوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا کہ اس کی نظر حضور ﷺ پر پڑ گئی۔ اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بل گری۔ سراقہ نیچے آیا۔ اٹھا، گھوڑی کو اٹھایا، سوار ہوا۔ پھر چلا۔ نبی ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک سے لو لگائے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے کہ نبی ﷺ کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع عرض کی گئی۔ فرمایا: الٰہی ہمیں اس کے شر سے بچا۔ ادھر جب الفاظ مبارکہ زبان سے نکلے، ادھر گھوڑی کے قوائم زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گر پڑا اور سمجھ گیا کہ حفاظت الٰہی پر غالب آنا محال ہے۔ اس نے عاجزانہ الفاظ میں اپنی جان کی امان مانگی۔ امان دی گئی۔ سراقہ آگے بڑھا اور عرض کیا کہ اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا۔ پھر اس کی درخواست اور نبی ﷺ کے ارشاد پر عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے اسے خط امان بھی لکھ کر عطا فرما دیا۔ [1]

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گذر خیمہ ام معبد پر ہوا۔ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لیے مشہور تھی۔ سر راہ پانی پلایا کرتی تھی اور مسافر وہاں ٹھہر کر ستایا کرتے تھے۔

یہاں پہنچ کر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی: نہیں۔ اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔

خیمہ ام معبد پر آنحضرت ﷺ کا آرام و قیام

نبی ﷺ نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی۔ پوچھا: یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا: کمزور ہے، ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اجازت ہے کہ ہم اسے دھو لیں۔''

ام معبد نے کہا: ''اگر حضور کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دھو لیجیے۔''

نبی ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا۔ وہ ایسا بھر گیا کہ دودھ اچھل کر زمین پر گر گیا۔ یہ دودھ

[1] سراقہ رضی اللہ عنہ اپنے دادا جعشم کی نسبت سے سراقہ بن جعشم مشہور ہے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ مدلجی کنانی ہے۔ علاقہ رابغ پر اسی کا قبیلہ قابض تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا: سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔ سراقہ رضی اللہ عنہ واقعہ احد کے بعد مسلمان ہوا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا تاج اور مرصع زیورات فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئے تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں سوار کسروی پہنائے اور زبان سے فرمایا: اللہ اکبر! اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے۔ (بخاری: 3906، مسلم: 2009، زاد المعاد: 55/3، الشفاء: 274/1، اتحاف السعادۃ: 18/7، اسد الغابۃ: 414/2، احمد: 212/3، حاکم: 7،6/3)

آنحضرت ﷺ اور ہمراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوھا گیا، برتن بھر گیا اور ام معبد کے لیے چھوڑ دیا اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا اور یہ دودھ اس کے قدوم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا! تم ذرا اس کی توصیف تو کرو۔ ام معبد بولی:

حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ بزبان ام معبد

ظَاهِرُ الْوَضَاءَةِ اَبْلَجُ الْوَجْهِ حَسَنُ الْخَلْقِ۔ لَمْ تَعِبْهُ ثُجْلَةٌ وَ لَمْ تُزْرِ بِهٖ صُعْلَةٌ وَسِيْمٌ قَسِيْمٌ فِيْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَ فِيْ اَشْعَارِهٖ وَطَفٌ وَ فِيْ صَوْتِهٖ صَحَلٌ وَ فِيْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ اَحْوَرُ، اَكْحَلُ، اَزَجُّ، اَقْرَنُ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، اِذَا صَمَتَ عَلَاهُ الْوَقَارُ، وَ اِنْ تَكَلَّمَ عَلَاهُ الْبَهَاءُ اَجْمَلُ النَّاسِ وَ اَبْهَاهُمْ مِنْ بَعِيْدٍ، وَاَحْسَنُهُ، وَاَحْلَاهُ مِنْ قَرِيْبٍ حُلْوَ الْمَنْطِقِ، فَصْلٌ، لَا نَزْرٌ، وَلَا هَذْرٌ، كَاَنَّ مَنْطِقَهٗ خرزاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ، رَبْعَةٌ، لَا تَقْتَحِمُهٗ، عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ، وَلَا تَشْنَؤُهٗ، مِنْ طُوْلٍ، غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ اَنْضَرُ الثَّلٰثَةِ مَنْظَرًا وَاَحْسَنُهُمْ قَدْرًا، لَهٗ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهٖ، اِذَا قَالَ اسْتَمَعُوْا لِقَوْلِهٖ، وَاِذَا اَمَرَ، تَبَادَرُوْا اِلٰى اَمْرِهٖ، مَحْفُوْدٌ، مَحْشُوْدٌ، لَا عَابِسٌ وَّ لَا مُفْنِدٌ۔

''پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ تو ندنکلی ہوئی، نہ چندیا کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب۔ قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی و بیشی سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں، مخدوم مطاع، نہ کوتہ سخن، نہ فضول گو۔''

یہ صفت سن کر وہ بولا کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے اور میں اسے ضرور جا ملوں گا۔ [1]

---

[1] زاد المعاد: 3/56-57، البدایہ والنہایہ: 3/192-194، الطبقات لابن سعد: 1/230۔ مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرت ﷺ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے۔

نبوت کے تیرہ (13) سال مکہ میں

سابقین واولین کی شان

نبوت کے تیرہ (13) سال مکہ میں جس طرح گزرے۔ ان کا مختصر حال یہ تھا جو لکھا گیا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس عرصہ میں اگر چہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی کہ ان ایمان لانے والوں میں:

1. علی رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کی شان کے بزرگوار تھے۔ جن کی علمی فضیلت، عملی کشش وطاقت۔ روشن ضمیری اور برترین قابلیت کے اوصاف نے چاردانگ عالم کی رہنمائی کی۔
2. یا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، جعفر طیار رضی اللہ عنہ، اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے جنھوں نے یثرب وحبش ونجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کرلیا۔
3. یا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے منصب کے تھے جن کی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔
4. یا زبیر رضی اللہ عنہ وطلحہ رضی اللہ عنہ وعمار رضی اللہ عنہ و یاسر رضی اللہ عنہ کے درجے کے، جن کی جان نثاری وحق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔
5. یا بلال رضی اللہ عنہ، سمیہ رضی اللہ عنہا، اور کعب رضی اللہ عنہ، خباب رضی اللہ عنہ کے نمونے جنھوں نے اپنے استقلال واستقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا۔
6. یا سکران رضی اللہ عنہ، شموس رضی اللہ عنہ، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا وخنیس رضی اللہ عنہ کے حوصلے کے۔ جنھوں نے دین حقہ کے خویش واقارب۔ وطن ومولد کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی۔
7. یا لبید رضی اللہ عنہ اور سوید بن صامت رضی اللہ عنہ الملقب کامل وانیس برادر ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے فصیح وبلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو پالیتے تھے اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق دان، معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے۔ انہی ایام میں اسلام مکہ سے باہر پھیل گیا تھا جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

1. طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرمانروا تھا۔ مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور اس طفیل رضی اللہ عنہ کے طفیل اس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا۔
2. ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ان کا بھائی انیس رضی اللہ عنہ ان کی ماں اور نصف قبیلہ غفار۔
3. عیسائیان نجران میں سے 20 کس۔
4. ضماد الازدی رضی اللہ عنہ یمن کا مشہور کاہن۔
5. قبیلہ بنی الاشہل۔
6. تمیم ونعیم اور کچھ باشندگان ملک شام۔
7. حبش کے بہت لوگ وغیرہ وغیرہ۔

اثنائے راہ میں بریدہ ؓ اور ستر (70) اشخاص کا مسلمان ہونا

نبی ﷺ یثرب جارہے تھے۔ کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ؓ ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرت ﷺ کی گرفتاری پر ایک سو (100) اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب نبی ﷺ کے سامنے ہوا اور حضور ﷺ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا۔ تو بریدہ ؓ ستر (70) آدمیوں سمیت مسلمان ہوگیا۔ اپنی پگڑی اتار کر نیزہ پر باندھ لی۔ جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی۔ دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

راستہ میں نبی ﷺ کو زبیر بن العوام ؓ ملے۔ یہ شام سے آرہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ انھوں نے نبی ﷺ اور ابوبکر ؓ کے لیے سفید پارچات پیش کیے۔ [1]

قبا میں پہنچنا

8/ربیع الاول [2] 13 نبوت بروز سوموار [3] (23 ستمبر 622ء) مطابق 10۔ تشری 4383 یہودی تھی کہ اللہ کا نبی ﷺ قبا میں پہنچ گیا۔ اہل یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ چھوڑ دیا ہے۔ روز صبح سے سر راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے اور جب تک ٹھیک دوپہر نہ ہوجاتی، بیٹھے رہتے۔ یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے کہ حضور ﷺ پہنچ گئے اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہوگئے اور خیر مقدم، اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے آفتاب رسالت ﷺ کے گرداگرد نورخیز شعاعوں کی طرح جمع ہوگئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے، جنھوں نے ہنوز دیدار پرانوار سے چشم ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا۔ انھیں نبی اللہ اور حضور ﷺ کے رفیق ابوبکر صدیق ؓ کی شناخت سے اشتباہ ہوجاتا تھا۔ حضرت صدیق ؓ اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سر مبارک پر سایہ کرکے کھڑے ہوگئے۔

اللہ کا رسول ﷺ جمعرات تک یہاں ٹھہرا اور اس سہ روزہ قیام ہی میں سب سے پہلا کام یہاں [4] یہ کیا کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

اسی جگہ شیر خدا علی مرتضیٰ ؓ بھی مکہ سے پاپیادہ سفر کرتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی ؓ چندروز تک مکہ میں حسب الارشاد نبوی ﷺ اس لیے ٹھہر گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرت ﷺ کے گھر میں موجود تھیں، وہ مالکوں کو واپس کردی جائیں۔

12/ربیع الاول 1 ہجرت کو جمعہ کا دن تھا۔ [5] نبی ﷺ قبا سے سوار ہوکر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ یہاں سو (100) آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

---

[1] بخاری: 3906 [2] سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ المتوفی 1174ھ

[3] بخاری: 3906، الطبقات لابن سعد: 6233/1، زاد المعاد: 58/3، ابن ہشام: 492/1

[4] تفسیر علامہ ابن السعود ص: 152، جلد 8۔ مگر صحیح بخاری میں "بضع عشر لیلة" لکھا ہے۔ (بخاری: 3906)

[5] مطابق 27 دسمبر 622ء زاد المعاد ص: 59/3 میں 12/ربیع الاول کو دوشنبہ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔

خطبہ

خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَوَّلِ جُمُعَۃٍ جَمَعَھَا بِالْمَدِیْنَۃِ فِیْ بَنِیْ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَ اَسْتَغْفِرُہٗ وَاَسْتَھْدِیْہِ وَ اُوْمِنُ بِہٖ وَ لَا اَکْفُرُہٗ وَ اُعَادِیْ مَنْ یَّکْفُرُہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَالنُّوْرِ وَالْمَوْعِظَۃِ عَلٰی فِتْرَۃٍ مِنَ الرُّسُلِ وَ قِلَّۃٍ مِنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَۃٍ مِنَ النَّاسِ وَ انْقِطَاعٍ مِنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ مِنَ السَّاعَۃِ وَ قُرْبٍ مِنَ الْاَجَلِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ یَّعْصِھِمَا فَقَدْ غَوٰی وَفَرَّطَ وَضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ، خَیْرُ مَا اَوْصٰی بِہِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ اَنْ یَّحُضَّہٗ عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَ اَنْ یَّاْمُرَہٗ بِتَقْوَی اللّٰہِ ۔ فَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَکُمُ اللّٰہُ مِنْ نَّفْسِہٖ وَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ نَصِیْحَۃً وَّ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ ذِکْرًا وَّ اِنَّ تَقْوَی اللّٰہِ لِمَنْ عَمِلَ عَلٰی وَجَلٍ وَ مَخَافَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ عَوْنُ صِدْقٍ عَلٰی مَا تَبْغُوْنَ مِنَ الْاَمْرِ الْاٰخِرَۃِ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اللّٰہِ مِنْ اَمْرِہٖ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ ۔ لَا ینوی بِذٰلِکَ اِلَّا وَجْہَ اللّٰہِ یَکُنْ لَّہٗ ذِکْرًا فِیْ عَاجِلِ اَمْرِہٖ وَ ذُخْرًا فِیْ بَعْدَ الْمَوْتِ حِیْنَ یَفْتَقِرُ الْمَرْءُ اِلٰی مَا قَدَّمَ ۔ وَ مَا کَانَ سِوٰی ذٰلِکَ ۔ یَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَہٗ، وَ بَیْنَھَا اَمَدًا بَعِیْدًا ۔ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ وَالَّذِیْ صَدَّقَ قَوْلَہٗ وَاَنْجَزَ وَعْدَہٗ لَا خُلْفَ لِذٰلِکَ فَاِنَّہٗ یَقُوْلُ عَزَّ وَ جَلَّ، مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔

فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِکُمْ وَ اٰجِلِہٖ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ فَاِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ وَ یُعْظِمْ لَہٗ اَجْرًا وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وَ اَنَّ تَقْوَی اللّٰہِ یُوَقِّیْ مَقْتَہٗ وَ یُوَقِّیْ عُقُوْبَتَہٗ وَیُوَقِّیْ سَخَطَہٗ۔

وَ اِنَّ تَقْوَی اللّٰہِ تُبَیِّضُ الْوُجُوْہَ وَ یُرْضِی الرَّبَّ وَ یَرْفَعُ الدَّرَجَۃَ خُذُوْا حَظَّکُمْ وَ لَا تُفَرِّطُوْا فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ۔ قَدْ عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ کِتَابَہٗ وَ نَھَجَ لَکُمْ سَبِیْلَہٗ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ یَعْلَمَ الْکَاذِبِیْنَ ،فَاَحْسِنُوْا کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ وَ عَادُوْا اَعْدَاءَ اللّٰہِ وَ جَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ھُوَ اجْتَبَاکُمْ وَ سَمَّاکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ لِیُھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَلٰی بَیِّنَۃٍ وَّ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَاَکْثِرُوا ذِکْرَ اللّٰہِ وَ اعْمَلُوْا لِمَا بَعْدَ الْیَوْمِ فَاِنَّہٗ، مَنْ یُّصْلِحُ مَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اللّٰہِ یَکْفِہِ اللّٰہُ مَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ النَّاسِ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ یَقْضِیْ عَلَی النَّاسِ وَ لَا یَقْضُوْنَ عَلَیْہِ وَ یَمْلِکُ مِنَ النَّاسِ وَ لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْہُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ، جو مدینہ پہنچ کر بنی سالم بن عوف میں حضور ﷺ نے پڑھا تھا۔

حمد وستائش اللہ کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد، بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا

---

[1] تاریخ الملل والامم طبری رحمۃ اللہ علیہ

عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے اسی نے محمد ﷺ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے جب کہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا میں نہ آیا تھا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی۔ اسے آخری زمانے میں قیامت کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ یاب ہے اور جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا۔ درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔ مسلمانو! میں تمھیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ اسے آخرت کے لیے آمادہ کرے اور اللہ سے تقویٰ کے لیے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے اللہ نے تمھیں پرہیز کرنے کو کہا ہے ان سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لیے جو اللہ سے ڈر کر کام کر رہا ہے تقویٰ بہترین مددثابت ہوگا [1] اور جب کوئی شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست کر لے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا اس کے لیے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جب کہ انسان کو اعمال کی ضرورت و قدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائے گا۔

لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔ اور جس شخص نے اللہ کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو کیوں کہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں، پروردگار کو خوش اور درجہ کو بلند کرتا ہے مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو۔ اللہ نے اسی لیے تم کو اپنی کتاب سکھلائی اور اپنا رستہ دکھلایا ہے کہ راست بازوں اور کاذبوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو! اللہ نے تمھارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو اللہ کے دشمن ہیں انھیں دشمن سمجھو۔ اور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمھارا نام مسلمان رکھا ہے۔ تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لیے عمل کرو۔ کیوں کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملہ کو درست کر دیتا ہے۔ ہاں۔! اللہ بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ اللہ بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کوئی اختیار نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔''

---

[1] تقویٰ اس انسانی ملکہ کا نام ہے جو انسان کو شبہات و منکرات سے روک دیتا ہے۔

مدینہ منورہ میں داخلہ

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی ﷺ یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے اور اسی دن سے شہر کا نام ''مدینۃ النبی'' ہو گیا۔ جسے مختصراً مدینہ منورہ بھی کہا جاتا ہے۔

داخلہ عجب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ مرد و عورت۔ بچے بوڑھے نور الٰہی کا جلوہ دیکھنے کے لیے سراپا چشم بن گئے تھے۔ تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے کہ ''حبقوق نبی'' کی کتاب باب 3 درس 3 کا مطلب آج کھلا۔

''اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا ہے۔ [1] اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔''

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اس وقت یہ چند اشعار گا رہی تھیں۔ [2]

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا	ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
مِنْ ثَنِیَّاتِ [3] الْوَدَاعِ	چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
مَادَعٰی لِلّٰہِ دَاعِیْ	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا	ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے، وہی ہیں، جنھوں نے 13,12,11 نبوت میں مکہ معظمہ میں پہنچ کر نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں جو مصعب بن عمیر ؓ یا ابن مکتوم ؓ کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ منورہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔

بزرگ انصار [4] کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے۔ مگر دل کے ایسے غنی، اسلام

---

[1] مجموعہ بائبل میں جس قدر کتابیں پہلے انبیاء کی ہیں ان میں مکہ کا نام ''فاران'' ہے۔ کیوں اس جگہ پر ''فاران بن عوف بن حمیر'' نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدائش 21 باب درس 21 میں ہے: ''اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا'' قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم و اسماعیل ؑ نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراۃ و قرآن مجید ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ فاران مکہ کا نام ہے۔ فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد 10 باب 12 درس اور کتاب استثناء 33 باب 2 درس میں بھی آیا ہے اور ان سب حوالہ جات سے بصراحت ثابت ہے کہ فاران مکہ کا نام ہے۔

[2] کتاب یسعیاہ 42 باب 11 درس میں ہے کہ ''سلع'' کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ مدینہ کا نام سابق انبیاء ؑ کی کتابوں میں سلع ہے۔ مورخ طبری ؒ کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر ''سلع'' ہے۔

[3] ثنیات جمع ہے ثنیہ کی۔ ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ سفر ہجرت میں نبی ﷺ نے ثنیۃ الوبل ثنیۃ الجابر ثنیۃ مروان سے عبور فرمایا تھا۔ ''ثنیۃ وداع'' مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے۔ اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے۔ اس لیے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثنیات کا ذکر یسعیاہ 42-11 میں ہے۔ سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔

[4] انصار کے معنی مددگار کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے۔

کے ایسے فدائی [1] مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے کہ جب کوئی مہاجر ننگی تلواروں، کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچا کر بھوکا پیاسا مدینہ میں جا پہنچتا تھا تو ہر ایک انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی اور جس کے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے جاتا۔ مکان، اسباب، روپیہ، زمین، مویشی، غرض جو کچھ اس کی ملک میں ہوتا اس کا آدھا حصہ اسی دن تقسیم کر کے دے دیتا اور پھر رات دن اس کی خدمت کے لیے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ اللہ نے دین کے ایک بھائی کو اس کا حصہ دار بنایا۔

مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ

مکہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی اور سب کا مذہب بھی (زیادہ تر) بت پرستی تھا۔ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا۔ وہاں بت پرست بھی تھے اور یہودی بھی اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے: ''بنونضیر'' ''بنو قینقاع'' ''بنوقریظہ'' تھے جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ تجارت اور سودخوری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔ جب اللہ کے برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہود کو یہ بشارت سنائی تھی کہ [2]

---

[1] یسعیاہ کی کتاب 21 باب میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اول ہم اس کتاب کے ورس نقل کرتے ہیں پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے۔

''13۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو!''

''14۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کو ملنے کو نکلو۔''

''15۔ کیوں کہ وہ تلواروں کے سامنے سے۔ ننگی تلوار سے، کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔''

''16۔ کیوں کہ خداوند نے مجھ کو فرمایا ہنوز ایک برس، ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔''

''17۔ اور تیراندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا''

مندرجہ بالا آیات میں آیت 15 میں مہاجرین کا ذکر ہے جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے اور مدینہ گئے۔ آیت 13 میں ددانیوں اور 14 میں تیما والوں کو حکم ہے کہ ان کا استقبال کریں اور روٹی پانی سے انکی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ ددان نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے لیسان کے بیٹے 'سبا کے بھائی کا۔ سبا اور ددان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انھیں میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون رحمہ اللہ نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیش گوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے یہ پیشگوئی ہے کہ ان کے انصار نسل ددان سے ہوں گے جیسا کہ ہوا۔ تیما نام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کے عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ اور حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت 16 و 17 میں ان ظالموں کا انجام بتلایا ہے۔ یعنی قریش کا انجام۔ اس جگہ قریش کو قیدار والے بتلایا ہے۔ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور ان کی شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا جس میں قریش کے نامی سردار 'مشہور بہادر مارے گئے اور ان کے رعب و داب' حشمت 'عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ جملہ آیات میں صاف صاف نام بتا کر پیش گوئی کی گئی ہے۔

[2] کتاب استثناء 18 باب کا 15 ورس یہ ہے: ''خداوند خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔'' اسی باب کے 18، 19 ورس سے زیادہ صاف ہیں وہ یہ ہیں۔ باب 18 میں ہے کہ ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ 19 اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔'' ان آیات کے تمسک سے مسلمان کا استدلال یہ ہے۔

① کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہیں۔ (دیکھو کتاب پیدائش باب 16-12 و باب 25-18)

② بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا۔ (دیکھو کتاب استثناء باب 34-10)

اس لیے یہ پیش گوئی ہمارے نبی ﷺ کے لیے صاف ہے۔ آنحضرت ﷺ کا پتا یہ دیا گیا ہے کہ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ یہ پتا آنحضرت ﷺ کا

یہود مدینہ نبی موعود ﷺ کے منتظر تھے

اللہ عزوجل موسیٰ علیہ السلام کے بھائیوں میں سے موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی پیدا کرے گا۔ اس وقت سے یہود امید کیے ہوئے اور اسی امید پر مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا نبی یہود کے ادبار قومی کو دور کرنے والا، ان کی گذشتہ شان وشوکت، حکومت وسلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہوگا اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت وغلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا اس وقت سے نبی موعود کے ظہور پر ان کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں۔

اب اسماعیلی نبی ﷺ کا مدینہ میں تشریف لانا سن کر یہودی بالخصوص بہت خوش ہو رہے تھے۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا یہ تو مسیح علیہ السلام کو راست باز ٹھہراتا، اس کی تعلیم کو سچا بتلاتا اور مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری ولاینفک جزو قرار دیتا ہے اور اس کی بزرگی کر کے یہودیوں کو انصاف سے ملزم ٹھہراتا ہے [1] تو اس وقت سب یہودی ہمارے نبی ﷺ کے دشمن ہو گئے۔

عیسائیان مدینہ نبی موعود ﷺ کے منتظر تھے

جب سے اللہ کے برگزیدہ بندہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے سب سے آخری وعظ میں دوسرے تسلی دینے والے کے آنے کی خبر دی تھی جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہے اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھلائے گا اور عیسائیوں کو اس کے حکم پر چلنے کی تاکید کی تھی۔

تب عیسائی بھی اس نبی ﷺ کا انتظار کر رہے تھے جو یہود سے ان کے ظلموں کا بدلہ لینے والا عیسائیوں کو جلال بخشنے والا، مسیح علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے والا ہو۔'' لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل ابنیت، تثلیث، کفارہ، رہبانیت اور پوپ (Pope) کے الٰہی اقتدارات کا رد کیا۔ تب وہ بھی ہمارے نبی ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ [2]

ہی خاصہ ہے کیوں کہ قرآن مجید کے سوا باقی کوئی کتاب (توراۃ۔ انجیل) ایسی نہیں جس میں کلام الٰہی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں یا جس کی وحی لفظاً ومعناً پہنچی ہو۔ یہودیوں عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے دس احکام کے سوا اور کوئی عبارت توراۃ کی اللہ کے لفظوں میں محفوظ نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے سوا دوسرے انبیاء کے صحیفوں میں خصوصاً انجیل میں آسمانی وحی سے اترے ہوئے اللہ کے الفاظ نہیں۔ اس اقرار کے بعد جملہ انبیاء میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی رہ جاتے ہیں جن کو کلام کے بارے میں نبی علیہ السلام سے مماثلت ہے۔ ہمارے نبی ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں باہمی مماثلت ومشابہت بہت امور میں ہے۔ مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت، صاحب شریعت، صاحب جہاد ہونا، دونوں کو اکتالیسویں (41) سال کے شروع میں نبوت ملنا اور یہ امور وہ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے مگر ہمارے نبی ﷺ میں پائے جاتے ہیں۔ ﷺ ۔ لیکن اس جگہ صرف اسی مماثلت پر غور وتدبر کرنا چاہیے جسے کتاب استثنائے خود بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اس کی تصدیق یوں کرتا ہے: ﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی O اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ [النجم:3-4]۔ ''محمد (ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بول رہا ہے۔ یہ تو وہ کلام ہے جو اللہ نے اس کے پاس بھیجا اور اس کی ناطقہ (زبان) پر جاری کیا۔''

آپ جدید وقدیم عہد نامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ لیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیش گوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا اور دلیل نہیں پکڑی۔ بے شک یہ صفت نبی ﷺ کے لیے بہت ہی خاص ہے 12۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ درس 15 میں لفظ ''تیرے ہی درمیان سے'' الحاقی ہیں۔ اس کے لیے تین روشن دلائل ہیں۔ (1) یونانی توراۃ میں یہ لفظ موجود نہیں۔ (2) اسی باب کے درس 18-19 میں کل پیش گوئی کو دہرایا گیا ہے اس میں یہ لفظ موجود نہیں۔ (3) لوقا نے اسی آیت کو اعمال 3 باب (22-23) میں درج ہے اور اس میں ''تیرے ہی درمیان سے'' کے الفاظ نہیں لکھے۔

[1] وہ دنیا کو گناہ اور راستی سے اور عدالت سے قصور وار ٹھہرائے گا۔ وہ میری بزرگی کرے گا۔ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتادے گا۔ 13-14 باب 119 انجیل یوحنا

[2] ڈاکٹر ڈریپر (Dreper) نے اپنی کتاب موسومہ ''مذہب وسائنس'' میں لکھا ہے کہ عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں سالہا سال تک تین اصولوں کی تلقین کرتا رہا۔ حق اللہ۔ یعنی انسان کو چاہیے کہ خدائے بزرگ وبرتر کی تعظیم کرے۔ حق الذات یعنی انسان کو چاہیے کہ ذاتی طور پر نیک رہے۔ حق العباد۔ لازم ہے کہ ابنائے جنس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اس کے بعد ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے کہ ان ترمیمات واصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے جو مذہب عیسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے اور آج تک قائم ہیں۔ اول: ٹریلیٹن (Treletun) کی تحریر مرقومہ 200ء دیکھنی چاہیے۔ جو اس نے قیصر سیویرس کے زمانہ میں جب کہ عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے

مدینے کی حالت کا اندازہ کرنے کے لیے ناظرین کو عبداللہ بن ابی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ یہودیوں کے علاوہ مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہ بھی تھا۔ اوس۔ وخزرج کے قبیلوں پر اس کا پورا رعب تھا اور اس کو توقع تھی کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینے کی سب سے اعلیٰ طاقت میں ہی بن جاؤں گا۔ جب اس نے دیکھا کہ اوس وخزرج مسلمان ہو رہے ہیں تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر حال مسلمانوں سے مل گیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہود نبی ﷺ کے خلاف ہو گئے ہیں تو اس نے چاہا کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے اور مسلمان ہو جانے والے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں۔ اس لیے اس نے یہ رویہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر ان سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا اور دیگر اقوام کے سامنے ان کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا۔

اور چوں کہ وہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوؤں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا۔ اس لیے جب موقع ملتا تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس گروہ کا نام مسلمانوں نے ''منافق'' رکھا۔

مدینے کی یہ حالت تھی اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لیے اس جگہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنے والی طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے کہ ان سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعت اسلام میں جو کامیابی نبی ﷺ کو مدینہ منورہ میں بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی اس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیش گوئی فرما دیا تھا:

﴿وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ﴾ [الضحیٰ:6]

''پچھلا تیرے لیے پہلے سے بہتر ہوگا۔''

رحمہم... تھے بمقام روما قلم بندکی تھی۔ اس تحریر میں تثلیث کا ذکر نہیں اور کفارہ کا تو رد پایا جاتا ہے کیوں کہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اللہ نے انسان کے اعمال حسنہ وسیہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے جو نیک ہوں گے۔ انھیں لذت جاودانی عطا فرمائے گا اور جو بد ہوں گے انھیں ابدی شعلوں میں جھونک دے گا۔ ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے کہ قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت میں بت پرستی شامل ہوئی اور پادریوں کی پہلی کونسل اسی کی صدارت سے 325 میں قائم ہوئی۔ پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد میں نئی نئی ترمیمات اور اصطلاحات عمل میں لانے لگی۔ اس لیے ہم نے جو متن میں لفظ عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل درج کیا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں کے جن مسائل میں اصلاح فرمائی تھی۔ آہستہ آہستہ اور جزا جزا مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی ان اصلاحات کو قبول کر لیا ہے اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے۔ اگر چہ اب تک اپنے اس سچے محسن محمد رسول اللہ ﷺ کے شکر گزار نہیں ہیں۔ مثلاً یونیٹرین (Unetrine) کو دیکھیے کہ وہ مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے' پراٹسٹنٹ (Protestant) فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا' جو رہبانیت اور پوپ (Pope) کے الٰہی اقتدار کا سخت منکر ہے۔ وغیرہ

باب اوّل 1

استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ، قریش کی شرارتیں، سازشیں اور حملے، یہود کی عہد شکنی سازشیں اور حملے، مسلمانوں کی کامیابی، منادیان اسلام کو وعظ و انذار میں آزادی ملنا، اسلام کی وسعت، امن بسیط کا قیام

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ ان کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصاً بہت طاقتور تھے اور اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے۔

اس معاہدہ کے جستہ جستہ فقرات درج ذیل ہیں: [1]

(1) هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قُرَيْشٍ و يثرب مَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ۔

یہ تحریر ہے محمد النبی ﷺ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندہ ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔

(2) اِنَّهُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔

کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

(3) وَاِنَّ يَهُوْدَ بَنِيْ عَوْفٍ اُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

(4) وَاِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرُ عَلٰى مَنْ حَارَبَ اَهْلَ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ۔

اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے برخلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے۔ مسلمان ان کی نصرت کریں گے۔

(5) وَاِنَّ بَيْنَهُمُ النُّصْحُ وَالنَّصِيْحَةُ وَالْبِرُّ دُوْنَ الْاِثْمِ۔

معاہد اقوام کے باہمی تعلقات باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔

(6) وَاِنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا دَامُوْا مُحَارَبِيْنَ۔

جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

(7) وَاِنَّ بِطَانَةَ يَهُوْدٍ كَاَنْفُسِهِمْ۔

یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام: 113/2، تاریخ ابن خلدون: 379/2

⑧ وَاِنَّہٗ، لَمْ یَاْثِمْ اَمْرِءٌ بِحَلِیْفِہٖ
کوئی شخص اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔

⑨ وَ اِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ۔
مظلوم کی مدد ونصرت کی جائے گی۔

⑩ وَ اِنَّ یَثْرِبَ حَرَامٌ جَوْفُھَا لِاَھْلِ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ۔
مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہے۔

⑪ وَ اِنَّ الْجَارَ کَالنَّفْسِ غَیْرَ مُضَارٍّ وَ لَا اٰثِمٍ
زنہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔

⑫ وَ اِنَّہٗ، مَا کَانَ بَیْنَ اَھْلِ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ مِنْ حَدَثٍ اَوِ اشْتِجَارٍ یَخَافُ فَسَادَہٗ، فَاِنَّ مَرَدَّہٗ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ۔
اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق سمجھا جائے گا۔

گردونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے یہ چاہا کہ گردونواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے۔

① جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلق الٰہی کے خون سے اللہ کی زمین رنگین رہتی ہے اس کا انسداد ہو جائے گا۔

② قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے۔

① اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبی ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال ہی ودّان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے) سفر فرمایا اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہد نامہ پر عمرو بن مخشی الضمری نے دستخط کیے تھے۔ [1]

② اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاول 2 ہجرت اللہ کا نبی ﷺ رضوی کی طرف گیا اور "بواط" کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا۔

③ اسی سنہ میں بماہ جمادی الاخریٰ آنحضرت ﷺ "ذی العشیرہ" تشریف لے گئے۔ یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے اور بنو مدلج سے معاہدہ طے کر کے مدینے تشریف لائے۔ [2]

اس مبارک ارادے کی تکمیل کے لیے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا پر آشکار ہو جاتا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ [3]

قریش نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی ﷺ کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ ان کے وطن کو چھوڑ کر تین سو (300) میل پرے جانے کے بعد بھی ان کو چین نہ آیا۔ پہلے بھی جب مسلمان حبش جا رہے تھے۔ اس وقت قریش نے حبش پہنچ کر ان کے گرفتار کر لانے کی کوششیں کی تھیں۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا اور سمندر درمیان میں حائل تھا۔ اس لیے وہاں کچھ اور زیادہ کارروائی نہ کر سکے۔ اب جو مسلمان

---

[1] زاد المعاد، ص: 334/1 [2] زاد المعاد، ص: 334/1

[3] مسیح علیہ السلام کا قول ہے: "مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ متی باب 10 درس 34۔

مدینہ جارہے تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ قریش مکہ نے پہلے تو عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء کو جو اوس وخزرج میں سے ہنوز بت پرست تھے لکھ بھیجا۔

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرالیا ہے۔ اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو ورنہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کر دیں گے۔ تمھارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمھاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔

اس خط کے آنے پر ابن ابی اور اس کے رفقاء نے نبی ﷺ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ نے اس حملہ کرنے والے مجمع میں خود جا کر گفتگو فرمائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا۔ قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے کہ اگر تم ان کی دھمکی میں آ گئے تو تمھارا نقصان بہت زیادہ ہوگا بہ نسبت اس کے کہ تم ان کی بات سے انکار کر دو گے۔ کیوں کہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کرو گے۔ اگر تمھیں قریش سے لڑنا پڑا تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔

نبی ﷺ کی یہ تقریر ان کے ایسی دل نشین ہوئی کہ تمام مجمع منتشر ہو گیا۔ [1]

دوسری سازش

اس کے بعد قریش مکہ نے اندر ہی اندر یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کر دی اور جب خفیہ طور پر ان کو اپنے ساتھ ملا چکے تب اپنی کامیابی کا پورا بھروسہ کر کے مسلمانوں کو کہلا بھیجا۔

قریش مکہ کی دھمکی

''تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے۔ ہم یثرب پہنچ کر تمھارا ستیاناس کر دیتے ہیں۔'' اس پیغام کے بعد انھوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ

ربیع الاول 2ھ کا ذکر ہے کہ سرداران قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری یثرب پہنچا اور مدینے والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے لوٹ کر لے گیا اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھلا گیا کہ ہم تین سو (300) میل کا دھاوا کر کے تمھارے گھروں سے تمھارے مویشی لے جا سکتے ہیں۔

پھر ماہ رمضان 2ھ کا ذکر ہے کہ ابوجہل نے مکے میں مشہور کر دیا کہ ہمارا قافلہ جو زر و مال سے مالا مال ہے اور شام سے آ رہا ہے مسلمان اسے لوٹیں گے۔ اس شہرت سے اس کا مقصود یہ تھا کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے اور وہ سب لوگ جن کے اقربا قافلے میں ہیں اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت رکھتے ہیں بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

---

[1] سنن ابی داؤد: 3004

لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین

ایک ہزار (1000) جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر (جن کی سواری میں سات سو (700) اونٹ اور تین سو (300) گھوڑے تھے۔ ابوجہل مکہ سے نکلا۔ جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کر کے یہ فوجی اجتماع ہوا تھا وہ مکہ میں بخیریت پہنچ بھی گیا مگر ابوجہل اس فوج کو لیے ہوئے برابر مدینہ کی جانب بڑھتا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا کہ یہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے۔

نبی ﷺ نے اس معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثالث مشورہ فرمایا۔ اب انصار سمجھے کہ آنحضور ﷺ ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ شاید حضور ﷺ نے یہ سمجھا کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں۔ انصار کی طرف سے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔ کسی سے معاہدہ فرمایئے، کسی کے معاہدہ کو نامنظور کیجیے۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر منشاء مبارک ہو لیجیے۔ ہم کو جو مرضی مبارک ہو، عطا کیجیے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضور ﷺ لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس مال سے جو حضور ﷺ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ ہم کو جو حکم حضور ﷺ دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ اگر حضور ﷺ عمران کے چشمے تک چلیں گے تو ہم ساتھ ہوں گے۔ اگر حضور ﷺ ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو حضور ﷺ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ (المائدہ:24) "جا، تو اور تیرا رب دونوں لڑو، ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں" کہہ دیں۔ ہم تو حضور ﷺ کے داہنے بائیں، آگے پیچھے قتال کے لیے حاضر ہیں۔ [1]

مسلمان پہلے کچھ تیار نہ تھے۔ انصار و مہاجرین ملا کر تین سو تیرہ (313) ایسے نکلے جو میدان میں جا سکیں۔

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی، کیوں کہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ لفظ اسلام کا مادہ سلم ہے۔ جس کے معنی صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لیے صلح کا پیغام لے کر آیا ہو، جس مذہب کے پیرو ایمانداروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو وہ کیوں جنگ کرتے؟

حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی کہ انھوں نے چپ چاپ گھروں کو، املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا اور حبش یا مدینہ چلے گئے تھے لیکن اب ایسی صورت آ پڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہ گیا۔ اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنے والا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پونے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ کپڑوں، لتوں اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جاؤ۔ (لوقا 22/36) اسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر ان کو بھی چودہ (14) سال تک صبر کرنے اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دے دیا۔

---

[1] بخاری: 3952؛ زاد المعاد، ص: 173/3

اجازت جہاد کا پہلا حکم

چوں کہ یہ وہ پہلا حکم ہے جس کی رو سے مسلمانوں کو اجازت ملی ہے۔اس لیے اصل مع ترجمہ ذیل میں درج ہے:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۝ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴾ [الحج 39-40]

''جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد پر بے شک قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اس لیے نکالے گئے کہ انھوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں سے) اللہ پاک دفع نہ کراتا تب ضرور عیسائیوں کے گرجا، یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اسم الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرادی جاتیں۔''

ناظرین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں جو مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں اور اس حکم میں یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعانہ۔

پہلی وجہ

مدافعت کرنے والوں کا مظلوم اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا ہے اور وہ یہ وجہ ہے جسے آج کل کا مروجہ قانون ''تعزیرات ہند'' بھی ''حفاظت خود اختیاری'' کے نام سے جائز ٹھیراتا ہے۔

دوسری وجہ

ان کا گھر بار سے نکالا جانا۔املاک سے بے دخل کیا جانا اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر۔

آشتی پسند ملک معظم ایڈورڈ ہفتم نے جو پیغام حکومت ہند کے پچاس (50) سالہ جشن پر اپنی رعایا کو دیا تھا اس میں نہایت فخریہ لہجہ سے (اور اس امر پر فخر کرنا بالکل صحیح اور مناسب تھا) یہ بھی درج کیا تھا کہ اس پچاس (50) برس کے عرصہ میں کسی شخص کو بھی محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دی گئی۔ [1] لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جن کو ہر قسم کی ایذائیں اور جلاوطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دی گئی تھی۔

تیسری وجہ:

ایسی عام ہے جو یہ ثابت کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف انہی کے ذاتی، قومی، مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی بلکہ اس لیے بھی کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کے ساتھ ابھی حال ہی میں کیے تھے اور جس فراخ دلی سے ہر ایک مذہب کے لیے مذہبی آزادی عطا کی تھی اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑا دیں گے تو

---

[1] یہ بات تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ انگریز ڈپٹی کمشنر اور تحصیلدار خود مختلف علاقوں اور بستیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے پادریوں کی پشت پناہی کے لیے جایا کرتے تھے۔

سب مذہبوں کی آزادی ملیامیٹ ہوجائے گی اور سب کے مندر، سب کے گرجا تہ خاک ہوجائیں گے۔ کیوں کہ جب کوئی معاہد قوم معاہدہ کی حفاظت کرنے والی ہی نہ رہے تو معاہدہ پر عمل کیوں کر ہوسکتا ہے؟

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کے لیے ضروری ٹھہرادیا کہ وہ باوجود بے سروسامان ہونے اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی ان حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی روکیں گے۔ ①

مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر

رمضان 2ھ کو اللہ کا نبی (ﷺ) اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے چلا۔ ② اس لشکر کے ساز وسامان کا اندازہ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تمام لشکر میں صرف دو (2) گھوڑے اور ساٹھ (60) اونٹ تھے۔

یہ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی جب کہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا۔ ③

جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے، اترا ہوا ہے۔

جنگ سے ایک روز پہلے نبی ﷺ نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا اور بتلایا کہ کل ان شاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہوں گے۔

17 رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی ﷺ نے نہایت تضرع سے اللہ کے حضور میں دعا کی اور یہ بھی عرض کی کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا پر توحید کی منادی کرنے والا کوئی بھی نہ رہ جائے گا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

نصرت الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی۔ ان کے ستر (70) مشہور آدمی اسیر اور ستر (70) بہادر مارے گئے۔ ④ ابوجہل بھی اسی جگہ مارا گیا۔ یہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ وہ چودہ (14) سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت ﷺ کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی گیارہ (11) مارے گئے۔ تین جو بچ رہے تھے انھوں نے بالآخر اسلام قبول کرلیا۔

① اس زمانے کا قانون جنگ ② مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام ③ دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس امر کی مقتضی تھی کی قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا مگر رب رحیم کے نبی الرحمت ﷺ نے تاوان لے کر سب کو چھوڑ دیا۔ پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت ﷺ نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔

اس واقعہ سے اس پیش گوئی کا بھی ظہور ہوا جو یسعیاہ کی کتاب 21/(16-17) میں ان الفاظ میں درج ہے:

فی مدة سَنَةٍ كَسَنَةِ الاجیر۔ یفنی كُلُّ مَجدِ قیدار۔ و بقیة عدد قسِی ابطال بنی قیدار تَقِلّ۔

ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب حشمت جاتی رہے گی اور بہادران بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائے گی۔

اور اس پیش گوئی کا بھی ظہور ہوا جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی۔ جو یہ

---

① اس طرح کے جھگڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ تلوار ہمیشہ ان کے خلاف اٹھائی گئی اور اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابر کی گئیں۔ لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا۔ اس کتاب میں مشہور غزوات کا مختصر لفظوں میں ذکر کیا جائے گا۔ ② مہاجر ز ائد از 66 انصار زائد از 24۔

③ بخاری: 3959,3958,3957۔ ④ بخاری: 3039

ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ﴾ ''اللہ کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام ''یوم الفرقان'' ہے کیوں کہ اہل کتاب اور اہل اسلام کو ان پیش گوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [آل عمران:123]

''اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ جب کہ تم کمزور تھے۔ اب اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرو تا کہ اس کے شکر گزار بنو۔''

قریش کی تیسری سازش اور نبی ﷺ کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ بدر میں قتل ہوا تھا اور عمیر بن وہب (جس کا بیٹا ہنوز مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر تھا) مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے اور نبی ﷺ کے خلاف باتیں کرنے لگے۔

عمیر بولا: ''اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور اگر مجھے اپنے کنبہ کے بے کس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں خود مدینہ جاتا اور محمد ﷺ کو قتل ہی کر کے آتا۔''

صفوان بولا: ''تیرا قرض میں چکا دوں گا، اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ رہوں گا میرے ذمہ ہوگا۔''

عمیر بولا: ''بہتر یہ راز کسی پر نہ کھلے۔ پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا اور زہر میں اسے بجھوایا اور مکہ سے روانہ ہو گیا۔''

عمیر مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ کے سامنے اپنا اونٹ بٹھلا رہا تھا کہ اونٹ بول پڑا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا اور پہچانا اور دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ضرور مفسد ارادہ سے آیا ہے۔ اس لیے آگے بڑھ کر نبی ﷺ سے عرض کی کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس آنے دو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ اس کی گردن پکڑ کر نبی ﷺ کے سامنے لے گئے۔ نبی ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ دو۔ عمیر تم میرے پاس آ جاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ''کہو کس طرح آئے؟'' کہا: ''اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔'' نبی ﷺ نے پوچھا: ''یہ تلوار کیسی ہے؟'' عمیر بولا: ''یہ کیا تلوار ہے اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے بھی کیا کر لیا ہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم سچ سچ بتلاؤ۔'' عمیر نے اسی جواب کو دہرا لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''دیکھ تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا اور اسی ارادہ سے تو یہاں آیا ہے۔ عمیر تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ اللہ ہے۔''

عمیر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

عمیر رضی اللہ عنہ یہ سن کر حیران ہو گیا۔ بولا: اب میرا دل مان گیا ہے کہ آپ ضرور اللہ کے نبی اور رسول ﷺ ہیں۔ یہ بالکل آسان تھا کہ سماوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں جس کی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا۔

نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اپنے بھائی کو دین سکھلاؤ۔ قرآن یاد کراؤ اور اسکے فرزند کو آزاد کر دو۔ عمیر نے عرض کیا۔ اے رسول رحمت ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میرے دل میں آتا ہے کہ اب میں

بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستاتا رہا۔

عمیر کے مدینہ جانے کے بعد صفوان کا یہ حال تھا کہ سرداران قریش سے کہا کرتا تھا کہ دیکھو چند روز میں کیا گل کھلنے والا ہے۔ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے۔

جب صفوان کو خبر لگی کہ عمیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گیا تو اسے سخت صدمہ ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا عمیر رضی اللہ عنہ سے بات نہ کروں گا۔ نہ اسے کوئی فائدہ پہنچنے دوں گا۔ [1]

عمیر رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا۔ وہ اسلام کی منادی کرتا تھا اور اکثر لوگ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔

قریش کا تیسرا حملہ: غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر

بدر میں شکست پانے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھائی تھی۔ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ چنانچہ وہ دوسو (200) سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکی شب میں مدینہ کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالباً دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں اس لیے ابوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا، مسلمانوں کے پھلدار درختوں، کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اس کے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا آیا۔ [2]

خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا۔ اس لیے اس کا نام ''غزوہ قرقرۃ الکدر'' کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گراتا گیا تھا۔ جسے مسلمانوں نے اٹھا لیا تھا۔ اس لیے اس کا نام ''غزوۃ السویق'' بھی ہوا۔

قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ احد (6 شوال یوم السبت 3 ہجری)

قریش مکہ اگلے ہی سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ انھوں نے ملک میں سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابوعزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر لیا تھا۔ تجارت شام کا پچاس (50) ہزار مثقال سونا، ایک ہزار (1000) اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیے گئے تھے۔ الغرض پانچ ہزار (5000) بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار (3000) شتر سوار، دوسو (200) اسپ سوار اور سات سو (700) زرہ پوش پیادہ تھے۔ [3] مدینہ تک بڑھا چلا آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا اور مسلمانوں نے احد کے سرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا باہر نکل کر مقابلہ کیا۔

اسلامی لشکر ایک ہزار (1000) مرد تھے۔ عین وقت پر ابی بن سلول نے دغا دی اور اپنے تین سو (300) ساتھیوں کو راہ ہی میں پھیر کر لے گیا۔ اس لیے سات سو (700) مسلمانوں پر پانچ ہزار (5000) حملہ آوروں کی مدافعت کا (جو انتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دے دی تھی اور ان کے بارہ (12) مشہور علم بردار (جن میں آٹھ (8) علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے) مارے جا چکے تھے۔ لیکن تیر اندازوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا جہاں انھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرما دیا

---

[1] 8 ہجری کے بعد یہ صفوان خود بھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور مکہ کا مشہور سردار تھا مسلمان ہو گیا تھا طبری 310/2، الطبرانی فی الکبیر 56/17، دلائل النبوۃ 148/3، اسد الغابہ 289/4 [2] تاریخ طبری 183/2۔ [3] بخاری 3039,4561، تاریخ طبری 184/2۔

تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا اور چکر کاٹ کر عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا۔

نبی ﷺ کے پاس صرف 12 صحابی: ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے۔ [1]

دشمنوں نے اللہ کے نبی ﷺ پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی ﷺ کی پیشانی، ابن شہاب کے پتھر سے نبی ﷺ کا بازو زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی ﷺ کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ نبی ﷺ پھر ایک غار میں گر گئے۔ خبر اڑ گئی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے۔

فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمات میدان جنگ میں

مدینہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔ یہاں آ کر فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے باپ کے زخموں کو دھویا۔ پیشانی کا خون نہ تھمتا تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزے اٹھائے اور زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں۔ [2] میدان جنگ میں ستر (70) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔ [3]

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے، شہید ہوئے۔ [4]

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

ان کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھا اسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے اسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اس نے اناللہ پڑھا اور بھائی کے حق میں دعا کی۔ پھر اسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی۔ [5]

مائی صفیہ رضی اللہ عنہا کا استقلال

اسی جنگ میں نبی ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کے اعضاء کاٹ کر ان کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ رضی اللہ عنہا مادر زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حمزہ کی لاش دیکھنے آئی۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑ دی گئی اور بے حرمت کی گئی ہے لیکن یہ تو ہمارے لیے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا! میں نہ روؤں گی، نہ چلاؤں گی، صرف دعا پڑھ کر واپس لوٹ جاؤں گی۔ [6]

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا جوش و جاں نثاری

اسی جنگ میں انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت پیا تھا۔ اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا: ''کیا حال ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔'' انس رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش

---

[1] بخاری: 4075، تاریخ طبری: 185/2، بعض کتب تاریخ میں یہ تعداد تین ہزار (3000) درج ہے۔ [2] بخاری: 2911، 4075، مسلم: 4642۔
[3] بخاری 4078 [4] حضرت مصعب رضی اللہ عنہ پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں برہنہ رہے۔ ان پر گھاس رکھا گیا۔ بخاری: 4042
[5] تاریخ طبری: 191/2 [6] تاریخ طبری: ج 2 ص 189۔

سے کہا: ''مُوْتُوْا عَلٰی مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ'' ''آؤ جہاں رسول ﷺ نے جان دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔'' اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ جان نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے ستر (70) زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا۔ [1]

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پیغام بجانب اہل اسلام

اسی جنگ میں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی ﷺ نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا: ''کیا حال ہے؟'' سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم مجھے ابھی مردہ ہی سمجھو، لیکن مہربانی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور میری طرف سے یہ بھی گذارش کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو۔''

قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے اس وقت تک اگر دشمن نبی ﷺ تک پہنچ گیا تو اللہ کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ [2]

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا۔ ان کی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی جسے وہ بار بار چومتے اور پیار کرتے تھے، میں نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' فرمایا: ''یہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی برتر تھا اور قیامت کے دن وہ نقیبان محمدی ﷺ میں شمار کیا جائے گا۔'' [3]

عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے کس مزے سے جان دی

اسی جنگ میں عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ جس نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسار نبی ﷺ کے تلووں سے لگا دیئے تھے۔ [4] اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے:

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب، اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے

ابو دجانہ، حنظلہ، علی مرتضیٰ، طلحہ رضی اللہ عنہم کی شجاعت و مردانگی

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ حنظلہ (غسیل الملائکہ) رضی اللہ عنہ طلحہ رضی اللہ عنہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جان نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا اور آنحضرت ﷺ کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا تھا۔ [5]

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال

بنو دینار کی ایک عورت تھی جس کا باپ، بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بابت بتلاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بفضل اللہ تعالیٰ صحیح و سالم ہیں۔ کہا: مجھے دکھلاؤ۔ جب دور سے چہرہ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اٹھی:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ [6] ''اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے۔''

---

[1] بخاری: 4783,4048,2805 [2] حاکم: 624/2، طبقات لابن سعد: 78/3، اسد الغابہ: 433/2، تاریخ طبری: 188/2 [3] زاد المعاد
[4] کنز العمال: 1359، ابن عساکر: 203/6، الدر المنثور: 371/4، العلل المتناہیہ: 215/1، اسد الغابہ: 132/4 [5] تاریخ طبری: 187/2
[6] ابن ہشام: 99/2، تاریخ طبری: 191/2

رحمۃ للعالمین ﷺ کی درگزر، معافی اور ظالموں کے لیے دعا

اسی جنگ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے (جب کہ حضور ﷺ کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا۔ کاش آپ ان مشرکین پر بددعا فرمائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ لَمْ اُبعث لَعَّانًا وَّلٰکِنْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّ رَحْمَۃً اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ [1]

''میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو اللہ کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرمائیں کہ وہ مجھے نہیں جانتے۔''

قریش کی چوتھی سازش اور دس (10) واعظان اسلام کا مارا جانا

جنگ احد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا۔ چنانچہ 4 ہجری میں قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات (7) اشخاص کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی ﷺ کے پاس بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ ہمارے ساتھ معلم کر دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے دس (10) [2] بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے [3] ان کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی زد میں پہنچ گئے تو ان کے دوسو (200) جوان آئے کہ انھیں زندہ گرفتار کر لیں۔ آٹھ (8) صحابی مقابلہ کرتے ہوئے شہید اور دو (2) بزرگوار خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ گرفتار کر لیے گئے۔

خبیب رضی اللہ عنہ و زید رضی اللہ عنہ صحابہ قید میں

سفیان ہزلی انھیں مکہ لے گیا اور قریش کے پاس فروخت کر آیا۔ قریش نے انھیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے بچے کو زانو پر بٹھلایا اور چھری لے کر رکھ دی۔ جب بچہ کی ماں نے یکا یک دیکھا کہ اس کا بچہ چھری لے کر قیدی کے پاس ہے جسے چند روز سے انھوں نے بے آب ودانہ رکھا تھا تو اس نے بے اختیار چیخ ماری۔

مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں

خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا۔ نہیں جانتی کہ مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں۔ ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا: اگر اسلام چھوڑ دو تو تمھاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔ دونوں بزرگواروں نے جواب دیا کہ ''جب اسلام باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔''

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''دو رکعت نماز پڑھ لینے کی مہلت دی جائے۔'' مہلت دی گئی۔ انھوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا، لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے۔ [4] بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی انی سے ان کے جسموں کے ایک ایک

---

[1] شفاء قاضی عیاض: 81/1 [2] ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں۔ (زاد المعاد، ص: 244/3) [3] یہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نانا تھے۔
[4] بخاری: 3045، 4086

حصہ پرچرکے لگائیں۔

رضی اللہ عنہ! ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی ان کو ہمیشہ کی نجات اور اللہ کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا کہ ان تمام تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا اف تک نہیں کی۔

جان اور محبتِ رسول ﷺ کا موازنہ

ایک سخت دل نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا: ''کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہوگے کہ محمد ﷺ پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں؟'' خبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے جواب دیا: ''اللہ جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لیے نبی ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے۔'' [1]

اللہ کے اس برگزیدہ بندہ فتی الفتیان (جوانمردترین جواں مرداں) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر فی البدیہہ اشعار کہے ہیں۔ ان سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت ومحبت اسلام کی پاکیزہ صورت بخوبی نظر آتی ہے

لَقَدْ[2] جَمَعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا ۔۔۔ قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعِ
وَ كُلُّهُمْ مُبْدِی الْعَدَاوَةِ جَاهِدٌ ۔۔۔ عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وَثَاقٍ بِمَضْیَعِ
وَقَدْ جَمَعُوْا اَبْنَآءَ هُمْ وَ نِسَآءَ هُمْ ۔۔۔ وَ قُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیْلٍ مُمَنَّعِ
وَ قَدْ خَیَّرُوْنِیْ الْكُفْرَ وَالْمَوْتَ دُوْنَهٗ، ۔۔۔ وَ قَدْ هَمَلَتْ عَیْنَایَ مِنْ غَیْرِ مَجْزَعِ
فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا ۔۔۔ وَلَا جَزَعًا اِنِّیْ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعِیْ
وَ مَابِیْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّی لَمَیِّتٌ ۔۔۔ وَلٰكِنْ حِذَارِیْ جَحْمُ نَارٍ مُلَفَّعُ
فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِیْ عَلَی مَا یُرَادُ بِیْ ۔۔۔ فَقَدْ بَضَّعُوْا لَحْمِیْ وَ قَدْ یَاْسَ مَطْمَعِیْ
اِلَی اللّٰهِ اَشْكُوْ غُرْبَتِیْ ثُمَّ كُرْبَتِیْ ۔۔۔ وَ مَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ
فَوَاللّٰهِ مَا اَرْجُوْا اِذَا مِتُّ مُسْلِمًا ۔۔۔ عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ كَانَ فِی اللّٰهِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ یَّشَأْ ۔۔۔ یُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

''انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرداگرد کھڑے ہو رہے ہیں اور انھوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔ یہ سب کے سب عداوت نکال رہے اور میرے برخلاف جوش دکھلا رہے ہیں اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں۔ قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے اور مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔ انھوں نے کہہ دیا ہے

---

[1] طبری وابن ہشام جلد 2 ص: 123 [2] از سیرت ابن ہشام جلد 2 ص: 123۔ صحیحین میں صرف اشعار نمبر 9 و نمبر 10 مروی ہیں۔ برادران اسلام کو استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ شعر نمبر 6 سے تواضع وانکسار اور جلال ربانی کے سامنے اپنی خشیت ونیاز کے سبق لینا چاہیے۔ زاد المعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے۔ حاشیہ پر جو ''ن'' کی علامت سے الفاظ درج کیے گئے ہیں یہ زاد المعاد ص: 351 جلد 1 سے لیے گئے ہیں۔

کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے مگر اس سے تو موت میرے لیے بہت سہل ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو لگا تار جاری ہیں مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں۔ میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا اور نہ روؤں اور چلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔ موت سے مجھے اس لیے ڈر نہیں کہ میں مر جاؤں گا لیکن میں تو لپٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں۔ اس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی اور مجھے شکیبائی کے لیے فرمایا ہے۔ اب انھوں نے زدوکوب سے میرا تمام گوشت کوٹ دیا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے۔ میں اپنی درماندگی اور بے وطنی و بے کسی کی فریاد اور ان ارادوں کی (جو میرے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) اللہ سے کرتا ہوں۔ واللہ! میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ راہ حق میں کس پہلو پر گرتا اور کیوں کر جان دیتا ہوں۔ اللہ کی ذات سے اگر وہ چاہے تو یہ بالکل امید ہے کہ وہ پارہ ہائے گوشت کے ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے۔"

سب سے آخر میں یہ دعا تھی: **اَللّٰهُمَّ بَلَّغْنَا رِسَالَةَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْهُ مَا يُصْنَعُ بِنَا۔** "اے اللہ! ہم نے تیرے رسول ﷺ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسول ﷺ کو ہمارے حال کی اور ان کے کرتوتوں کی خبر فرما دے۔"

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمال میں سے تھے) ان کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے وجہ پوچھی۔ وہ بولے مجھے نہ کوئی مرض ہے، نہ کوئی شکایت ہے جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت خبیب رضی اللہ عنہ کی باتیں یاد آ جاتی ہیں، میں کانپ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ [1]

ایک اور سازش اور ستر (70) مبلغین اسلام کا قتل کیا جانا

ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے لیے کچھ منادی میرے ساتھ بھیج دیجیے۔ اس کا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا کہ منادی کرنے والوں کی حفاظت کی جائے گی۔ نبی ﷺ نے منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو مع ستر (70) صحابہ کے جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے اس کے ساتھ کر دیا۔ جب وہ بیئر معونہ پر جا پہنچے جو بنی عامر کا علاقہ تھا تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامہ نبوی ﷺ دے کر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمٰی ایک شخص تھا جس نے حاکم کے اشارے سے ان کی پشت میں نیزہ مارا تھا جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ انھوں نے گرتے ہوئے کہا: **فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ** : "قسم ہے کعبہ کے رب کی، میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔" [2]

قاتل کا مقتول کے آخری کلمہ سے اسلام لانا

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعب بن زید رضی اللہ عنہ نے جو کشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچائی۔

---

[1] اسد الغابہ: 483/2

[2] بخاری: 4042، 4091؛ مسلم: 677؛ احمد: 137/3؛ زاد المعاد: 247/3

کعب بن زید رضی اللہ عنہ نے جو کشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی۔

قریش کا پانچواں حملہ: عہد شکنی یا فتح مکہ

اسی سال (8 ہجری) مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی کہ 6 ہجری میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بمقام حدیبیہ کیا تھا اس کی ایک دفعہ میں یہ بھی تھا۔

''دس (10) سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں۔''

اس کے موافق بنی خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔ معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل، سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کیے تھے) صفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش) نے خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی وموالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے۔ [1]

ان بے چاروں نے امان بھی مانگی، بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الٰھك الٰھك (اپنے رب کے واسطے، اپنے رب کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے لَا اِلٰهَ الْيَوْمَ [2] (آج رب کوئی چیز نہیں)

مظلوموں کے بچے کھچے چالیس (40) آدمی جنھوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ نے پر درد نظم میں تمام واقعات گوش گذار کیے۔ اس نظم کے جستہ جستہ اشعار درج کیے جاتے ہیں:

اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا ۔۔۔ وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُوَكَّدَا
وَجَعَلُوْا فِيْ كَدَاءٍ رَصَدًا ۔۔۔ وَزَعَمُوْا اَنْ لَسْتَ اَدْعُوْ اَحَدًا
وَهُمْ اَذَلُّ وَاَقَلُّ عَدَدًا ۔۔۔ هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ [3] هُجَّدًا
فَقَتَّلُوْنَا رُكَّعًا وَّ سُجَّدًا [4]

''قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی۔ انھوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا۔ ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا۔ وہ تو ذلیل اور قلیل ہیں اور انھوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جالیا۔ ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا۔''

(1) معاہدے کی پابندی (2) فریق مظلوم کی دادرسی (3) دوست دار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی

---

[1] تاریخ طبری: 296/2۔ [2] سیرت ابن ہشام: 395/3۔

[3] وتیر پایان مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے جس پر بنو خزاعہ آباد تھے۔ (معجم البلدان)

[4] اس مصرع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اگرچہ مورخین کا اتفاق ہے کہ بنی خزاعہ کی مدد جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ (منقول از طبری و سیرت ابن ہشام ص: 211)

جانب سوار ہوگئے۔ (دس ہزار کی جمعیت ہمرکاب تھی [1]) دو منزل چلے تھے کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابوامیہ آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہوئے۔

یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے نبی ﷺ کو سخت ایذائیں دی تھیں اور اسلام کو مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے انھیں دیکھا اور اپنا رخ پھیرلیا۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا تھا اور عبداللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتلائی کہ جن الفاظ میں برادران یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر انھی الفاظ کا استعمال کرو۔ نبی ﷺ کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ انھوں نے نبی ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:

﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴾[یوسف:91]

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾

اس وقت ابوسفیان نے عجب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے۔

لَعَمْرُكَ اِنِّيْ حِيْنَ اَحْمِلُ رَايَةً ... لِتَغْلِبَ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدِ

لَكَالْمُدْلِجِ الْحَيْرَانِ اَظْلَمَ لَيْلُهُ ... فَهٰذَا اَوَانِيْ حِيْنَ اُهْدٰى فَاَهْتَدِيْ

هَدَانِيْ هَادٍ غَيْرُ نَفْسِيْ وَ دَلَّنِيْ ... اِلَى اللّٰهِ مَنْ طَرَّدْتُهُ، كُلَّ مُطَرَّدِ

''قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لیے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بت کا نام) کا لشکر محمد ﷺ کے لشکر پر غالب

---

[1] صحیح بخاری: 4276،1744۔ اب پڑھیے غزل الغزلات 5 باب 10 درس ''میرا محبوب سرخ و سفید ہے وہ دس ہزار (10000) آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے اسی باب کا درس 16۔ جو اردو بائبل آج کل مشن ملک میں پھیلا رہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ''ہاں! وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ میرا پیارا' یہ میرا جانی ہے۔'' مگر عبرانی بائبل کے الفاظ ہیں: ''خلو محمدیم'' زہ دوری وزہ رعی۔ بلوث یروشلایم۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: وہ تو ٹھیک محمد ہے۔ میرا خلیل' میرا حبیب یہی ہے۔ اے دختران یروشلم' پادری صاحبان کا اتفاق ہے کہ غزل الغزلات میں ہیکل (قبلہ) نے کسی موعود بزرگ کے عشق میں ترانہ گایا ہے۔ اس کے بعد پادری صاحبان اسے حضرت مسیح کے متعلق فرماتے ہیں' لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود ہی نام مبارک ''محمد ﷺ'' بھی فرما دیا ہے اور ان کا پتا دے دیا کہ وہ ہیکل میں دس ہزار (10000) آدمیوں کے درمیان آئے گا۔ تو اب ممدوح کا صحیح پتا لگ جانے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ عبرانی لفظ ''محمدیم'' کا ترجمہ عشق انگیز کرنا سراپا غلط ہے۔

شاید کوئی کہے کہ اس پیشین گوئی سے نبی ﷺ کا دس ہزار (10000) فوج کے ساتھ مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے مکہ کا نام دکھلانے کے لیے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب استثناء 33 باب 1-2 درس ہے۔ ''یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ علیہ السلام مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ وہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار (10000) قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔'' سینا سے آنے سے موسیٰ علیہ السلام اور شعیر سے جو دس ہزار (10000) صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیوں کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں سے اللہ کا کلام سنا تھا۔ ان کے لیے اس سے مراد یہ تھی کہ اہل مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو جائیں گے۔

آجائے۔ان دنوں میں اس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔اب وہ وقت آگیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے رستے پر ہو جاؤں۔ مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے اور اللہ کا رستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے جس کو میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے۔'' ①

نبی ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ② کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ تک پہنچ کر باہر خیمہ زن ہو گئے اور اہل مکہ کو باخبر کرنے کے لیے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔تب ان کو خبر ہوئی۔

دوسری صبح نبی ﷺ نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو اور ان احکام کی پابندی کرے۔

فوج کو ہدایت اور احکامِ رحم

① جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
② جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
③ جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
④ جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
⑤ جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
⑥ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

---

① زاد المعاد: 400/3، مستدرک حاکم: 44,43/3 ② صحیح بخاری: 4235,4281 فتوح البلدان بلاذری ص:45 ملاحظہ کیجیے۔ ملاکی نبی کتاب 3 باب اورس۔اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا۔دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔رب الافواج فرماتا ہے۔2۔پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا۔اور جب وہ نمودہو گا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔

اس الہامی عبارت سے ثابت ہے کہ رسول معہود و موعود کا انتظار اس کی علامات معلوم کرنے کا شوق سب کو لگا ہوا تھا اور انبیاء سلف اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس کی علامات بیان کر دیں۔ملاکی نبی کی کتاب عہد نامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے۔اسلیے اس پیش گوئی کے مصداق یا تو حضرت مسیح ہو سکتے ہیں یا ہمارے دعویٰ کے موافق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مسیح علیہ السلام بوجوہات ذیل اس پیش گوئی کے مصداق نہیں۔

① متی نے اس پیش گوئی کو حضرت مسیح کی بابت نہیں بتلایا حالانکہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے
② قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیح علیہ السلام کی بابت نہیں کہا۔
③ مسیح علیہ السلام کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں نہ کہ رسول۔
④ ہیکل میں دشمن ان کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے بلکہ دشمنوں نے مسیح کو مغلوب کر لیا۔

نبی ﷺ پر یہ پیش گوئی بوجوہات ذیل صادق آتی ہے۔

① ''اپنی ہیکل'' کا لفظ موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس مکان کی طرف آئے گا جسے ہیکل ہونے کا درجہ خود اس نے بخشا ہو۔ چنانچہ کعبہ کو آنحضرت ﷺ نے قبلہ قرار دیا۔اور فتح مکہ سے قریباً سات برس پہلے قرار دے چکے تھے۔
② ''ناگہاں آوے گا'' خود آنحضرت ﷺ کی دعا یہی تھی: اَللّٰهُمَّ اَضْرِبْ عَلٰى آذَانِهِمْ حَتّٰى نَبْغَتَهُمْ بَغْتَةً (بلاذری) اور ایسا ہی ہوا۔
③ لفظ رب الافواج بطور براعت الاستہلال ہے کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہو گا۔
④ اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا۔
⑤ لفظ عہد کا رسول انہی معنوں میں ہے جس میں لفظ وہ نبی یوحنا بپتسمہ (یحییٰ نبی) نے استعمال کیا ہے اور مسیح علیہ السلام نے انکار کیا کہ میں وہ نبی نہیں ہوں۔دیکھو یوحنا 1 باب 22 درس۔

7. زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
8. اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں صرف اس دستہ کا جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ماتحت تھا کچھ مقابلہ ہوا جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔ مقابلہ میں دو (2) مسلمان اور اٹھائیس (28) مقابل کام آئے۔

اللہ کا برگزیدہ رسول ﷺ جس وقت (20 رمضان) شہر میں داخل ہوا اس وقت سر جھکائے [1] قرآن مجید (سورہ فتح) کی تلاوت فرما رہا تھا اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ کو جا رہا تھا [2] اور اونٹ پر اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر پہلے اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اس وقت بیت اللہ کے گردا گرد تین سو ساٹھ (360) بت رکھے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک سے) ہر ایک بت کو گراتے جاتے تھے اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے:

1. ﴿ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی اسرائیل:81]
2. ﴿ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا: 49] [3]

اس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔ ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی ﷺ نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھول دو۔ اس نے انکار کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ اچھا تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا اسے عطا کروں گا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل وتباہ ہو جائیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ اور بھی زیادہ عزت واقبال سے ہوں گے۔

اب نبی ﷺ نے کلید لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اللہ اکبر! کے ترانے گائے اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا۔

اسی عرصہ میں مکہ کے وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے جنھوں نے:

1. بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا یا کرایا تھا۔
2. سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا۔
3. دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لیے حبش، شام، نجد، یمن تک کے سفر کیے تھے۔
4. جنھوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو (تین سو (300) میل پرے چلے جانے کے بعد بھی) چین سے نہیں رہنے دیا تھا۔

---

[1] اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑی طمطراق سے مفتوح شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔

[2] بخاری: 4281۔ اب یسعیاہ نبی کی کتاب باب 21 درس 7 دیکھو جس میں ایک گدھے کے سوار حضرت مسیح علیہ السلام اور ایک اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ ﷺ (دونوں پر اللہ کا درود ہو) ہر دو حالات کا مقابلہ کرو۔ حضرت مسیح علیہ السلام بیت ایل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ دکانداروں، کبوتر فروشوں وغیرہ کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے یسعیاہ نبی کی پیش گوئی کو سچا ٹھہرایا۔ [3] بخاری: 4287,2478۔ پہلی اور دوسری آیت میں بت پرستی کو باطل بتلا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ اب اس گھر میں بت نہ رکھے جائیں گے۔ چودھویں صدی گزر رہی ہے اور اس پیش گوئی کی صداقت آشکارا ہو رہی ہے جو نبی یا علام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیش گوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیوں کر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے۔

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کو فنا کرنے میں زر سے، مال سے، زور سے، تدبیر سے، ہتھیار سے، تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے اور انہی ناپاک کوششوں میں اکیس (21) سال تک برابر منہمک رہے تھے۔

اللہ کا رسول ﷺ جسے اللہ نے تمام مخلوق کے واسطے رحمت بنایا جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عم رسول ﷺ) نے عرض کی کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔

حق بحق دار

نبی ﷺ نے فرمایا: اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْبِرِّ وَالْوَفَاءِ [1] ''آج کا دن تو سلوک کرنے، پورے عطیات دینے کا ہے'' پھر عثمان کو بلایا۔ اسی کو کلید مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے

اب رحمۃ للعالمین ﷺ اس گردن زدنی وکشتنی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا:

یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ ذَھَبَ عَنْکُمْ نَخْوَۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَ تَعَظُّمَھَا بِالْاٰبَاءِ۔ اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ۔ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ (الحجرات:13) اِذْھَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ [2]

''اے جماعت قریش! اللہ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ واجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا ہے۔ (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنایا گیا تھا۔ اللہ فرماتا ہے: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور گوت و قبیلے سب پہچان کے لیے بنا دیے ہیں اور اللہ کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔ پھر فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔''

اسلام لانے والوں سے بیعت اور اس کی شرائط

پھر نبی ﷺ نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول فرمائی۔ اس موقع پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک ایک شخص کو پیش کرتے تھے۔ [3] بیعت کرنے والوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا:

1. میں اللہ کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں، صفات میں اور استحقاق عبادت واستحقاق استعانت میں شریک نہ کروں گا۔
2. میں چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، خون ناحق نہ کروں گا، لڑکیوں کو جان سے نہ ماروں گا، کسی پر بہتان نہ لگاؤں گا۔
3. میں امور حق میں نبی ﷺ کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا۔ [4]

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 2/299۔ [2] زاد المعاد: 3/408، تاریخ طبری 2/308، ابن ہشام: 2/412۔ [3] طبری 2/309۔

[4] طبری: 2/309، اس بیعت کے الفاظ کو جو اقبال مندی اور عروج میں لوگوں سے کہلوائے گئے۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے الفاظ سے (جو کہ نبی ﷺ نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جا کر اہل مدینہ سے کہلوائے تھے) ملا کر دیکھو کہ ذرا بھی فرق معلوم نہ ہوگا۔ یہی کسوٹی آنحضرت ﷺ کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتی ہے۔

عورتوں سے مزید اقرار بیعت

عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لیے جاتے تھے:

کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی، طمانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی۔ نہ سر کے بال کھسوٹیں گی، نہ گریبان چاک کریں گی، نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی اور نہ قبر پر سوگ وار بیٹھیں گی۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا کہ پانی کے باسن میں آنحضرت ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے۔ پھر بیعت کرنے والی اس باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی۔ دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لے کر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے۔

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا فضالہ آتا ہے؟''

فضالہ بولا: ''ہاں۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟''

فضالہ بولا: ''کچھ نہیں، میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔''

نبی ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: ''اچھا تم اپنے رب سے اپنے لیے معافی کی درخواست کرو'' یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

فضالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ''کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا اور آنحضرت ﷺ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہو گئی کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔''

میں یہاں سے گھر کو چلا، راستہ میں میری معشوقہ ملی جس کے پاس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے کہا: فضالہ رضی اللہ عنہ ایک بات سنتے جاؤ۔ میں نے جواب دیا: نہیں، نہیں۔ اللہ اور اسلام ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔ [1]

نبی ﷺ کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائے گا اگر عفو تقصیرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں ذکر نہ کیا جائے۔ واضح ہو کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں۔ لیکن چار (4) مرد، دو (2) عورتیں [2] جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے، اعلان کر دیا گیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

ان چار (4) مردوں میں سے صرف ابن خطل کو قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اس لیے قتل کر دیا کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن الاسود اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دی گئی۔

(1) عکرمہ علاوہ ازیں کہ ابو جہل کا بیٹا تھا اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال میں بھی بنو خزاعہ کو جو مسلمانوں کے حلیف

---

[1] زاد المعاد: 413/3، ابن ہشام: 417/2۔ [2] سنن ابوداود: 2683۔

تھے تباہ کرنے کا باعث یہی تھا۔

② ہبار نے سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کے جب کہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں نیزہ مارا اور کجاوا گرا دیا تھا۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور بالآخر اسی صدمہ سے انھوں نے وفات پائی تھی۔

③ عبداللہ بن ابی سرح کہنے لگا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمد ﷺ تو مجھ سے سن کر لکھوا دیتے ہیں۔

اللہ اکبر! ایسے مجرمین پر رحم فرمانا نبی الرحمۃ ﷺ ہی کا کام ہے۔

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھی سزا و قصاص دی گئی۔

معافی پانے والوں میں ہند زوجہ ابوسفیان بھی ہے۔ اس عورت نے نبی ﷺ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا، ان کی ناک کو کاٹ کر دھاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

وحشی رضی اللہ عنہ کو بھی معافی دی گئی جس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عسکر (لشکر) نے مکہ فتح نہیں کیا تھا بلکہ خلق محمدی ﷺ اور عفو و رحم مصطفوی ﷺ نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ ①

فتح مکہ کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔

مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اجڑ کر گئے تھے ان کے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا اب ان مسلمانوں نے نبی ﷺ سے اپنی جائدادوں کے واپس دلائے جانے کی درخواست کی، لیکن نبی ﷺ نے ان کی اس درخواست کو بھی نا منظور فرما دیا۔ ②

گویا حضور ﷺ کا مدعا یہ تھا کہ جن چیزوں کو تم اللہ کے لیے چھوڑ چکے ہو، اب ان کی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو۔

فتح مکہ کا بیان (جس کے ضمن میں انبیاء گذشتہ کے کئی صحیفوں کی پیش گوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پیشتر میں قارئین کو ایک اور زبردست پیش گوئی پر توجہ دلاتا ہوں۔

قرآن مجید میں سورہ یوسف ہے جس کا نزول مکہ میں ہوا تھا۔ اس سورہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾ (یوسف 102) "یہ غیب کی خبریں ہیں جس کی وحی تیرے اوپر بھیجی جاتی ہے۔"

اب قارئین حضرت یوسف علیہ وعلیٰ آباۂ السلام (جو کہ کریم ابن الکریم، ابن الکریم، ابن الکریم) کے خطاب سے مخاطب ہیں، کے حالات سے نبی کریم ﷺ کے حالات کی مماثلت معلوم کریں۔

① حضرت یوسف ﷺ پر بوجہ ان کے روحانی کمالات کے ان کے بھائیوں نے حسد کیا، اسی طرح نبی ﷺ پر بھی آپ کے بھائیوں نے حسد کیا۔

② حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کے اندر رہے اور نبی کریم ﷺ غار کے اندر۔

③ حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال زندان میں بسر کیے اور آنحضرت ﷺ نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے تھے۔

④ حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جا کے جاہ و جلال ملا اور آنحضرت ﷺ کو وطن سے باہر مدینہ میں جا کے کامیابی ہوئی۔

---

① علماء میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا یا صلح سے اس پر قبضہ ہوا۔ ② زاد المعاد، ص: 320۔

5. حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں ان کے بھائی التجا لے کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔ صحیح بخاری باب الاستسقاء میں ہے کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا تو ابوسفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، کہا: يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُنَا بِصِلَةِ الرَّحِمِ فَادْعُوا اللّٰهَ لَنَا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابتداروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں۔ دیکھ ہم قحط سے مر رہے ہیں، دعا کیجیے کہ یہ مصیبت ٹلے'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قحط رفع ہوا۔ [1]
6. حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لیے غلہ بھجوایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو حکم دے کر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا۔
7. حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت کو بالآخران کے بھائیوں نے تسلیم کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھی ان کے بھائیوں کو بالآخر تسلیم کرنا پڑا تھا۔
8. حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ایذا دہندہ بھائیوں کے لیے يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ کی دعا فرمائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن امیہ کو جنھوں نے برسوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا تھا، اسی دعا سے شادکام فرمایا تھا۔
9. حضرت یوسف علیہ السلام کی علو مرتبت کا اظہار ان کے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تایا عباس (جن کو حدیث میں صِنو اَبٌ مثل پدر فرمایا گیا ہے) ایمان لائے تھے۔
10. حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو ﴿ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ﴾ [یوسف:92] کہہ کر معاف فرما دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائیوں کو جنھوں نے ہزار ہا اذیتیں دی تھیں اسی کلام طیب سے خورسند (شاداں) فرمایا تھا۔

چونکہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دی گئی تھی اور سورہ یوسف کا اعلان مکہ میں منکروں کے اندر ہو چکا تھا۔ جن کا ظہور اتم فتح مکہ تک ہو گیا۔ اس لیے سورہ مذکور کو بھی فتح مکہ سے مناسبت خاص ہے اور تمام سورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش گوئی کا حکم رکھتی ہے۔

فتح مکہ کے نتائج، اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات

فتح مکہ کے بعد (جو صلح اور معافی سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے) اسلام لانے والوں کی تعداد کثیر در کثیر ہو گئی تھی۔ اس کے چند اسباب ہیں:

1. بہت سے قبائل اسلام سے اس لیے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا۔
2. بہت سے قبائل اسلام سے اس لیے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے، مگر ان کے تعلقات یا رشتہ داری قریش کے ساتھ وابستہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائیں گے اور یہ لوگ قریش کے غیض و غضب کے مورد بن جائیں گے۔

---

[1] بخاری: 1020,1007

(3) بہت سے قبائل کی رائے تھی کہ مسلمانوں کا مکہ پر قابض ہو جانا ہی ان کی صداقت کا صحیح نشان اور مقبول الٰہ ہونے کا ہو سکتا ہے کیوں کہ سینکڑوں سال سے قومی روایات ان میں چلی آتی تھیں کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پا سکتا جس کے ساتھ رب العالمین کی نصرت و تائید نہ ہو۔

فَيَقُوْلُوْنَ اتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهٗ فَاِنَّهٗ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ [1]

''قبائل کہا کرتے تھے کہ اسے اپنی قوم سے سلجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گیا تو ضرور سچا نبی ہے۔''

(4) ہنوز مختلف قبائل میں بیسیوں بوڑھے ایسے موجود تھے جنھوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس [2] ہزار لشکر جرار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے اور ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود نسل کا تھا۔ [3]

ان بوڑھوں نے اپنی آنکھ سے ساٹھ (60) برس [4] پیشتر ان حبشیوں کو مکہ پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اہل مکہ ان کے ڈر سے گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے اور شہر میں ایک بھی شخص حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنے والا نہ رہ گیا تھا۔ بایں ہمہ انھوں نے دیکھا تھا کہ فوج خستہ و برباد ہوئی اور سردار فوج باحال تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی، نہ ہاتھی بلکہ سب کے لاشے مکہ سے چار کوس پر پڑے سڑ رہے تھے۔

ان بوڑھوں کو اب تک عبد مناف اور ابرہہ کی گفت و کلام بھی یاد تھی کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر اترا تو انھوں نے مکہ کے مویشی جو جنگل میں چر رہے تھے پکڑ لیے۔ ان میں عبد مناف کے بھی سو (100) اونٹ تھے۔ عبد مناف ہمارے نبی ﷺ کے پردادا تھے اور اس وقت مکہ کے سردار وہی تھے۔ خوب لمبے چوڑے، سرخ و سفید، شکل سے امارت و رعب برستا تھا۔ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے اور سردار فیل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اس نے تعظیم دی اور برابر بٹھلایا اور پوچھا کہ کس طرح تشریف لائے۔

عبد مناف نے کہا: ''ہمارے مویشی آپ کی فوج نے پکڑ لیے ہیں، براہ مہربانی ان کے چھوڑ دینے کا حکم دیجیے۔''

---

[1] بخاری: 4302 [2] فرنچ پروفیسر سیڈیو (sade) نے اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب ص 33 میں لشکر حبش کی تعداد چالیس ہزار (40,000) تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ جنرل ابرہہ الاشرام نے جو یمن میں نجاشی کا نائب سلطنت بھی بن گیا تھا صنعا میں ایک گرجا تعمیر کیا تھا جس کی عمارت نہایت عجیب تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آیا کرے، جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں جب اسے دیگر تدابیر میں کامیابی نہ ہوئی تب کعبہ کے گرانے کو آیا تھا۔ عبداللہ بن زبعری شاعر اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے:

واستنل امیر الجیش عنسا مارای — ولسوف ینبی الجاھلین علیھما
ستون الفا لم یوبوا ارضھم — بل لم یعش بعد الایاب سقیمھا

''ذرا پوچھو کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا جسے خبر ہے وہ بے خبروں کو بتلا دے گا کہ ساٹھ ہزار (60,000) سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ گیا تھا۔ اور اگر کوئی مرتا پڑتا واپس گیا بھی تو وہ بھی نہ بچا تھا۔''

چوں کہ پروفیسر سیڈیو (Sade) نے لکھا ہے کہ جنرل اریاط (Aryat) ستر ہزار (70000) فوج لے کر 525ء میں آیا تھا۔ اس لیے عجب نہیں کہ عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو۔ اور اسرم جو اریاط کا نائب و قاتل ہے یمن میں دس ہزار (10000) فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار (60000) فوج مکہ لایا ہو۔

[3] ہاتھیوں کی ایک عظیم الخلقت نوع تھی جو اب دنیا سے ناپید ہو گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اس نسل کا نام (Mamath) ہے۔ عرب نے اسی کو معرب کر کے محمود بنالیا ہے۔ (از تاریخ دول العرب)

[4] ہمارے زمانہ 1912ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکھنو کے سپاہی زندہ ہیں بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی ہیں۔

ابرہہ بولا: ”جب آپ آئے تھے تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی لیکن آپ کی باتیں سن کر اب نہ وہ وقعت قائم رہی، نہ عزت۔“

عبدمناف نے پوچھا: ”یہ کیوں؟“

ابرہہ بولا: ”دیکھو! میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے اس عبادت خانہ کو گرادوں جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو اور جس کے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسا کی وقعت وعزت عرب کی نگاہ میں اب تک کچھ نہیں ہوئی۔ تم اپنے اس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی ذکر نہیں کرتے اور اپنے مویشیوں کو اس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو۔“

عبدمناف نے کہا: ”نہیں، میں مویشیوں کو اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ بات یہ ہے کہ میں مویشیوں کا مالک ہوں اور مجھے ان کی فکر ہے اور اس گھر کا مالک ایک اور ہے اور اسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا۔ مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔“

الغرض جب مکہ پر مسلمانوں کو ایسی کامیابی اور آسانی کے ساتھ قبضہ ہوا تو اسلام لانے والوں کے سامنے معاہدات کی روک اٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا اور مسلمانوں کا مقبول الٰہ ہونا بھی انھوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا اور ان وجوہات سے اسلام لانے والوں کی کثرت ہوگئی۔

سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کو سمجھانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقت باقی نہ رہی تھی۔ واعظ آزادی سے منادی کر رہے تھے۔ سامعین آزادی واطمینان سے وعظ سنتے تھے اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ لیتی تھی۔

ہوازن وثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حنین (شوال 8 ہجری)

فتح مکہ ہوجانے سے ہوازن وثقیف کے قبیلوں نے جن کی حد مکہ سے ملتی تھی، سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دے دیں تو اہل مکہ کے جس قدر باغات وجاگیرات طائف میں ہیں وہ بلا دغدغہ (بلاخوف) ہمارے ہوجائیں گے اور مسلمانوں سے بت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جاسکے گا۔ [1]

انھوں نے بنی مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور چار ہزار (4000) بہادر لے کر مکہ روانہ ہوئے اور وادی حنین میں اترے۔ انھوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن وبچہ، مال مویشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا تھا کہ زن وبچہ، مال ومویشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار اختیار نہیں کرے گا۔

یہ خبر سن کر نبی ﷺ بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے۔

اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار (2000) اشخاص اور بھی شامل ہوگئے تھے۔ اس تعداد میں نومسلم بھی شامل تھے اور بت پرست معاہد بھی۔ فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار (12000) ہوگئی تھی۔ فوج کو اپنی کثرت پر غرور بھی ہوگیا تھا اور اسی لیے وہ مراحل حزم واحتیاط سے دور بھی تھی۔

---

[1] فتوح البلدان بلاذری، ص: 63

دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گزار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بٹھلایا۔ جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ (جس میں زیادہ تر طلقائے مکہ، یا ایسے لاابالی نوجوان تھے کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے یا لڑائی کی ضرورت کے موافق نہ تھے) دشمن کی زد میں بے خبر جا پہنچا۔ تو انھوں نے اتنے تیر برسائے کہ ان کو سراسیمہ ہو کے بھاگنے ہی کی سوجھی۔

قریباً ایک سو (100) صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا تو بے نظیر شجاعت و استقامت کا نمونہ دکھلایا۔ آنحضرت ﷺ اپنے خچر سے اترے اور یہ فرمانا شروع کیا:

أَنَــا الـنَّـبِـيُّ لَا كَـذِبْ   أَنَـا ابْـنُ عَـبْـدِ الْـمُـطَّـلِـبْ [1]

''میں نبی ہوں، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔''

مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے۔

اب عباس ؓ (عم نبی ﷺ نے) صحابہ ؓ کو مہاجرین و انصار کے پتے سے بلانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح ایک آواز پر ہی پلٹے۔ [2] اب فوج کی ترتیب از سر نو کی گئی۔ انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا۔ غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا اور دو حصوں میں منتشر ہو گیا۔

1. ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لے کر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔
2. دوسرا گروہ جن میں ان کے اہل و عیال تھے اور زر و مال تھے اُوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

نبی ﷺ نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا اور اوطاس کی طرف ابو عامر اشعری ؓ کو مامور فرمایا۔ ابو عامر اشعری ؓ نے وہاں پہنچ کر دشمن کے اہل و عیال اور زر و مال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی ﷺ کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا تو قلعہ کا محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا کیوں کہ ان لوگوں پر اہل و عیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔

اوطاس میں چوبیس ہزار (24000) اونٹ، چالیس ہزار (40000) بکریاں، چار ہزار (4000) اوقیہ چاندی اور چھ ہزار (6000) زن و بچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ [3]

نبی ﷺ ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ (6) سردار آئے اور انھوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی۔

ان میں وہ لوگ تھے جنھوں نے طائف میں نبی ﷺ پر پتھر برسائے تھے اور آخری مرتبہ وہاں سے زید ؓ رسول اللہ ﷺ کو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر لائے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا (اور اسی انتظار میں قریباً دو ہفتے ہو گئے کہ مال غنیمت کو بھی تقسیم نہ کیا تھا) [4]

---

[1] بخاری: 4318، مسلم: 1776۔ [2] مسلم: 1775؛ زاد المعاد، ص: 471/3

[3] یرمیاہ نبی کی کتاب 49 باب 28 درس دیکھو جس میں مکہ کی فتح اور جنگ حنین کا ذکر اور اس بھاری غنیمت کے ملنے کا بیان ہے۔ کتب کے الفاظ یہ ہیں: ''اٹھو قیدار پر چڑھو۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کرو۔ ان کے خیموں اور ان کے گلوں کو وہ لے لیں گے اور ان کے سارے برتنوں اور ان کے اونٹوں کو اپنے لیے لیتے جائیں گے۔ واضح ہو کہ قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزندان قیدار آباد تھے اور پورب والوں سے مراد حنین و طائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حنین مکہ سے پورب کی طرف ہے۔ [4] بخاری: 4319,4318

میں اپنے حصہ کے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو بآسانی چھوڑ سکتا ہوں اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے تو سب کا چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا مگر تم دیکھتے ہو کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اس لیے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نماز صبح کے بعد آنا اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اس وقت کوئی صورت نکل آئے گی۔ فرمایا تم خواہ مال کا واپس لینا پسند کر لو یا اہل وعیال کا کیوں کہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے۔ دوسرے دن وہی سردار آئے اور انھوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

بے نظیر فیاضی اور رحم

نبی الرحمۃ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے اور بنو عبد المطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجر نے کہا، ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔

اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے، ان کے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا رحم و لطف کیا جائے۔ اس لیے انھوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی ﷺ نے انھیں بلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ (6) اونٹ قرار پائے۔ یہ قیمت نبی ﷺ نے ادا کر دی اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔ پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت فرما دیا۔

دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت

ان قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیما بنت الحارث بھی تھی۔ نبی ﷺ نے اس دودھ کی بہن کو پہچانا اور اس کی نشست کے لیے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ فرمایا اگر تم میرے پاس ٹھہرو تو بہتر ہے اور اگر قوم میں واپس جانا ہے تو اختیار ہے۔ اس نے واپس جانا چاہا۔ اسے عزت و اکرام کے ساتھ اس کی قوم میں بھیج دیا گیا۔

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ

مال غنیمت نبی ﷺ نے اسی جگہ تقسیم فرما دیا۔ عطیے کے بڑے بڑے حصے ان لوگوں کو عنایت فرمائے تھے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے تھے۔ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے اس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا انصار کے ساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لے کر اپنے اپنے گھر جائیں گے اور انصار نبی اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں میں داخل ہوں گے۔

انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی۔ ؎

دو شاہد اند مرا خیبر و حنین کہ تو
وہی بجود ہر آنچہ بہ فتح بستانی

فصل

یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں

لفظ ''یہود'' سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیے جو ''یہودا ابن یعقوب'' کی نسل سے تھا لیکن اصطلاحاً ''بنی اسرائیل'' کے بارہ (12) قبائل ہی کا قومی نام یہی پڑ گیا۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں اللہ کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی، لیکن آخر میں وہ اللہ سے اس قدر دور ہوتے گئے کہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے رحم دل نے ان کی حالتوں کو دیکھ کر انھیں سانپ اور سانپ کے بچے بتلایا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ اللہ کی بادشاہت اس قوم سے لے جا کر ایک دوسری قوم کو دی جائے گی جو اس کے اچھے پھل لائے گی۔ [1]

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کر دی تو یہود نے سخت پیچ و تاب کھایا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ویسے ہی ظلم و ستم کی آماجگاہ بنایا جائے جیسا کہ مسیح علیہ السلام کو بنا چکے تھے۔

یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا۔ معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا۔ جب مسلمان نبی ﷺ کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے۔

یہود کی پہلی شرارت، بلوہ، قتل اور اخراج بنو قینقاع

انھی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دودھ بیچنے گئی اور چند یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار برہنہ کر دیا۔ عورت کی چیخ و پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا۔ اس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودی کو قتل کر دیا۔ اس پر سب یہودی جمع ہو گئے۔ اس مسلمان کو بھی مار ڈالا اور بلوہ بھی کیا۔ نبی ﷺ نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لیے بلایا۔ انھوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیج دیا اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی۔ اس لیے ان کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔

یہود کی دوسری شرارت، نبی ﷺ کے قتل کی سازش یا جلاء بنو نضیر

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جا چکا ہے کہ قریش نے مدینہ کے بت پرستوں کو نبی ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا، مگر آنحضرت ﷺ کی زیرکی و دانائی سے ان کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا:

''تم جائدادوں اور قلعوں کے مالک ہو، تم محمد ﷺ سے لڑو ورنہ ہم تمھارے ساتھ ایسا اور ویسا کریں گے۔ تمھاری عورتوں کی پازیبیں تک اتار لیں گے۔'' اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت ﷺ سے فریب کا ارادہ کر لیا۔ [2]

4ھ کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ ایک قومی چندہ فراہم کرنے کے لیے، بنو نضیر کے محلّہ میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو

---

[1] متی 21 باب 43-44۔ [2] ابوداؤد: 3004۔

ایک دیوار کے نیچے بٹھایا اور تدبیر یہ کی کہ ابن جحاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی ﷺ پر گرا دے اور حضور ﷺ کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

آنحضرت ﷺ کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربانی اس شرارت کا علم ہو گیا اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے۔

بالآخر بنونضیر کو یہ سزا دی گئی کہ خیبر جا کر آباد ہو جائیں۔ انھوں نے چھ سو (600) اونٹوں پر اسباب لادا، اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا، باجے بجاتے ہوئے نکلے اور خیبر جا بسے۔ [1]

یہود کی تیسری سازش، ملک کی عام بغاوت اور اس کا انجام

جنگ احزاب یا غزوہ خندق

5 ہجری کا مشہور واقعہ جنگ خندق ہے۔ [2] بنونضیر خیبر پہنچ کر بھی امن سے نہیں بیٹھے۔ انھوں نے یہ عزم کیا کہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ایک متفقہ کوشش کی جائے جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوں۔

انھوں نے بیس (20) سردار مامور کیے کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کے لیے آمادہ کریں۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذی قعدہ 5 ہجری کو دس ہزار (10000) [3] کا خونخوار لشکر جس میں بت پرست یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے۔ مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام "جنگ احزاب" ہے۔

(1) قریش، بنو کنانہ، اہل تہامہ، زیر کمان سفیان بن حرب تھے۔ (2) بنی فزارہ، زیر کمان عقبہ بن حصین۔

(3) بنی مرہ، زیر کمان حارث بن عوف۔ (4) بنی اشجع و اہل نجد، زیر کمان مسعود بن دخیلہ۔ [4]

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو شہر کے گرد خندق کھود لی۔ دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی۔ [5]

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا [6]

"ہم وہ ہیں جنھوں نے ہمیشہ کے لیے محمد کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے۔"

خندق کھودنے، پتھر توڑنے، مٹی ہٹانے میں نبی ﷺ خود بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو مدد دیتے تھے۔ سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے اور ابن رواحہ کے اشعار ذیل کو بآواز بلند پڑھتے تھے۔

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب: 6/30 میں پیش گوئی موجود ہے۔ باقی لڑکے دولت و خزانہ لے کر اس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کچھ فائدہ نہ ہونے کا ظہور جنگ خیبر میں ہوا تھا۔ [2] ہم نے اس جنگ کو یہودیوں کی جنگ میں شمار کیا ہے۔ کیوں کہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال دلانے اور مدینہ پر چڑھا کر لانے والے تھے۔ اگرچہ حملہ آوروں میں قریش بھی شامل تھے اور دیگر بت پرست قومیں بھی اور زیادہ تعداد بت پرستوں ہی کی تھی۔ [3] زاد المعاد: 271/3 [4] طبری ص: 212/2
[5] طبری ص: 213/2 [6] بخاری: 4100

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا	اے اللہ تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا	کیسے پڑھتے ہم نمازیں، کیسے دیتے ہم زکوۃ
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا	اے اللہ ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا	دشمن آ جائے تو ہم کو کر عطا یارب ثبات
اِنَّ الْاَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا	بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم پر چڑھ آئے ہیں
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا ①	فتنہ گر ہیں وہ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات

مسلمان صرف تین ہزار(3000) تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح پر اترا کہ سامنے خندق تھی اور پس پشت ''کوہ سلع'' ② بنوقریظہ، یہودی (جو مدینہ میں آباد تھے اور جن پر پابندیٔ معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری ولابدی تھا) ان سے شب کی تاریکی میں حیی بن اخطب یہودی سردار بنونضیر جا کر ملا اور انھیں نقضِ عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا۔ نبی ﷺ نے اپنے کئی نقیب (حواری) بھی ان کے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے مگر انھوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ محمد ﷺ کون ہے کہ ہم اس کی بات مانیں۔ اس کا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں۔ ③

اس کے بعد بنوقریظہ نے شہر کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ مجبوراً ان تین ہزار(3000) مسلمانوں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کے لیے علیحدہ کرنا پڑا۔ بنوقریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار(10000) دشمن کا جرار لشکر حملہ آور ہوگا اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دیں گے تو دنیا پر مسلمانوں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔

نبی ﷺ کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی۔ اس لیے آپ نے یہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی کہ حملہ آور سردارانِ غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔ ان دنوں بھی ہم نے ان کو ایک چھوہارہ تک نہیں دیا۔ آج جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے مشرف فرما دیا ہے تو ہم انھیں کیوں کر پیداوار کا ثلث دے سکتے ہیں۔ ان کے لیے ہمارے پاس تو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ④

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس (20) دن تک رہا۔ کبھی کبھی اکے دکے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمرو بن عبدود جو اپنے آپ کو ہزار (1000) جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا حیدر کرار علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ اہل مکہ نے نوفل کی لاش لینے کے لیے دس ہزار (10000) درہم مسلمانوں کو پیش کیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لاش دے دو، قیمت درکار نہیں۔'' ⑤

---

① بخاری: 4106,4104 ② زادالمعاد، ص: 271/3 ③ ابن ہشام، ص: 141/2، زادالمعاد، ص: 272/3
④ طبری وسیرت ابن ہشام، ص: 141/2، زادالمعاد، ص: 273/3 ⑤ ابن ہشام، ص: 142/2

جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھا کر ''رفو چکر'' ہو گیا۔

بنو قریظہ کا انجام

اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی ﷺ نے بنو قریظہ کو بلا بھیجا کہ وہ سامنے آ کر اپنے طرز عمل کی وجہ بیان کریں۔ اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔ اس وقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب جو بنو قریظہ کو مسلمانوں کا مخالف بنانے آیا تھا، اب تک ان کے قلعے کے اندر موجود ہے۔

بنو قریظہ کا یہ غدر ان کی پہلی حرکت ہی نہ تھی بلکہ جنگ بدر میں انھوں نے قریش کو (جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے) ہتھیاروں سے مدد دی تھی مگر اس وقت رحم دل نبی ﷺ نے ان کا یہ قصور معاف کر دیا تھا۔

اب ان کے قلعہ بند ہو جانے سے مسلمانوں کو مجبوراً لڑنا پڑا۔ بماہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا جو پچیس (25) دن تک رہا۔ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آ گئے۔ انھوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے ان کا پہلے سے ربط وضبط تھا۔ بیچ میں ڈالا اور نبی ﷺ سے منوالیا کہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو (جو اوس کے سردار قبیلہ تھے) حکم (سرپنچ ومنصف) تسلیم کیا جائے جو فیصلہ سعد کر دے اللہ کا نبی ﷺ اسی کو منظور کر لے۔

بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے اور مقدمہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ اللہ جانے بنو قریظہ کے یہودیوں اور اوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا امیدیں ان پر لگائی ہوں گی۔ مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا:

﴿1﴾ بنو قریظہ کے جنگ جو مرد قتل کیے جائیں۔ ﴿2﴾ عورتیں اور بچے مملوک بنائے جائیں۔ ﴿3﴾ مال تقسیم کیا جائے۔ [1]

اس فیصلہ کی تعمیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ جنگ آور مرد قتل کیے گئے تھے، لیکن اس حدیث کے متعلق قارئین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو ان کے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریباً وہی [2] سزا دی تھی جو یہودی اپنے دشمنوں کو دیا کرتے تھے اور جو ان کی شریعت میں ہے۔

ہمارے پاس یہ امر باور کرنے کی وجوہات اور نظائر موجود ہیں کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم ﷺ کے سپرد کر دیتے تو ان

---

[1] بخاری: 4121۔ [2] ''قریباً وہی سزا'' اس لیے لکھا گیا ہے کہ یہودی اپنے قیدیوں کو اس سے زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے۔ کتاب توراۃ میں گنتی کا 31 باب 6-35 درس ناظرین پڑھ کر دیکھیں۔

''9۔ بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں، ان کے بچوں کو اسیر کیا۔ ان کے مویشی اور بھیڑ بکری اور مال واسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ 10۔ اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے۔ اور ان کے سب قلعوں کو پھونک دیا۔ 14۔ موسیٰ۔۔۔ غصہ ہوا۔ 15۔ کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا؟ تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کر دو اور ہر عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھیں جان سے مار دو۔ 18۔ لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو زندہ رکھو۔

رگ وید۔ چوتھے منڈل کے منتر۔ 16 رچا 10 میں ہے۔

''اس نے پچاس ہزار (50000) سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ وغارت کیا۔'' صفحہ 34 قدیم ہندوستان۔ رگ وید منڈل 10 منتر 49۔ رچا۔ 7

ہم نے داسوں (غلاموں) کو دو ٹکڑوں میں قطع کر دیا۔ قضا وقدر نے ان کو اسی واسطے پیدا کیا تھا۔ صفحہ 38۔ رگ وید منڈل 2۔ منتر 20 رچا 6۔ 7

وہ اندر جس نے ورترا کو قتل کیا اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں تہ وبالا کر دیے۔ وہ جو کالے داسوں کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے۔ صفحہ 37 اردو ترجمہ قدیم ہندوستان کی تہذیب مصنفہ مسٹر آر سی۔ دت صاحب۔

کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاتی وہ یہ ہوتی کہ جاؤ خیبر میں آباد ہو جاؤ۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کا معاملہ اس کی نظیر ہے۔ نبی ﷺ نے ان بنو قریظہ سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنیٰ فرما دیا تھا۔ مثلاً زبیر یہودی کے لیے مع اہل وعیال و فرزند و مال رہائی کا حکم دے دیا تھا اور رفاعہ بن شمویل یہودی کی بھی جان بخشی فرما دی تھی۔ [1]

فصل

عیسائیوں سے جنگ

عیسائی اقوام سے نبی ﷺ کا برتاؤ اچھا رہا۔ ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرت ﷺ سے عناد کیا، لیکن جمہور کا اس سے تعلق نہ تھا۔ تفصیل سے اس کی توضیح ہوتی ہے کہ صرف ایک عیسائی سردار کے ساتھ ایک جنگ ہوئی اور ایک سفر ان کے حملہ آور ہونے کی خبر اڑ جانے پر کیا گیا ہے اور بس۔

داعیٔ اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ (بماہ جمادی الاول 8 ہجری)

موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے۔ یہاں کے سردار شرحبیل بن عمرو غسانی نے نبی ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ ازدی کو جو دعوت اسلام کا خط لے کر روانہ ہوا تھا، قتل کرا دیا تھا۔

مظلوم حارث رضی اللہ عنہ کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ اس لیے نبی ﷺ نے قریباً تین ہزار (3000) کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا اظہار نہ کیا۔ وہ تو مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا اور مو آب میں ایک لاکھ لشکر (100000) کی جمعیت سے ٹھہرا ہوا تھا۔ عرب کے صحرا نشین عیسائی قبائل لخم، جذام، بہراء، بلی، قیس وغیرہ کے بھی قریباً ایک لاکھ (100000) آدمی شہنشاہ ہرقل کی آمد پر وہاں جمع تھے۔ اس لیے حاکم غسان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوا لی اور قبائل کو بھی جمع کر لیا۔ غرض دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ مسلمان مجبوراً لڑے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے پروردہ، نہایت عزیز اور اس فوج کے کمانڈر تھے) مارے گئے۔ [2] جعفر طیار رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے چچیرے اور حضرت علی مرتضیٰ کے حقیقی بڑے بھائی تھے، بعمر 33 سال) 90 زخم [3] سامنے کی طرف کھا کر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (بزرگ صحابی) جنھوں نے جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کی کمان سنبھالی تھی، شہید ہو گئے۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوج کو سنبھالا اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنا زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں 9 تلواریں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مارتے مارتے ٹوٹی تھیں۔ [4]

نبی ﷺ نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے اور جنگ کے آخری انجام کا حال صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسی روز بیان فرما دیا تھا۔ اسی جنگ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ کو "سیف اللہ" کا خطاب عطا ہوا تھا۔

---

[1] تاریخ طبری، ص: 2/ 230 [2] زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ چھاتی پر نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے۔ ان کے ہاتھ میں نشان (علم، جھنڈا) تھا۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے نشان سنبھال لیا۔ حملہ آوروں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے ان کا دایاں بازو تلوار سے اڑا دیا۔ انھوں نے بائیں ہاتھ میں نشان سنبھال لیا۔ دوسرے دشمن نے دوسرا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ اس لیے ان کا لقب "ذوالجناحین" ہوا۔ (ابن خلدون)

[3] بخاری: 4261 [4] بخاری: 4265-4266

جیش عسرت یا سفر تبوک [1] (رجب 9/ہجری)

ایک قافلہ شام سے آیا اور انھوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں۔ عرب کے عیسائی قبائل لخم، جذام، عاملہ، غسان وغیرہ انکے ساتھ شامل ہیں۔ گویا وہ اس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے جو بمقام موتہ قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی۔

نبی ﷺ نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے، تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔

مسلمان بے سروسامان تھے۔ سفر دور دراز کا تھا۔ عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی۔ مدینے کے میوے پک گئے تھے۔ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے۔ نبی ﷺ نے تیاری سامان کے لیے عام چندہ کی فہرست کھولی۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نوسو (900) اونٹ، سو (100) گھوڑے اور ایک ہزار (1000) دینار چندہ میں دیے ان کو **مُجَهِّزُ جَيْشِ الْعُسْرَةِ** (فاقہ زدہ لشکر کا سامان بنا دینے والا) کا خطاب ملا۔

- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار (40,000) درہم۔
- عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اثاث البیت نقد و جنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا پیش کیا۔
- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ لائے اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے۔
- ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کیے اور یہ بھی عرض کی کہ ''رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری لایا تھا۔ دو سیر بیوی بچے کے لیے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بکھیر دو۔''

غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخ دلی سے کام لیا۔ قریباً 82 شخص جو دکھلاوے کے مسلمان تھے، بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن ابی سلول مشہور منافق نے ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد ﷺ اور اس کے ساتھی مدینے واپس نہ آسکیں گے۔ قیصر انھیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔

اللہ کا نبی ﷺ تیس ہزار (30000) کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوا۔

مدینہ پر سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ [2] کو خلیفہ بنایا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ [3] کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کے لیے مامور فرمایا۔

---

[1] چوں کہ کوئی جنگ نہیں ہوئی اس لیے میں نے اس کا نام سفر رکھا ہے۔ مورخین نے اسے غزوہ تبوک اس لیے لکھتے ہیں کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا۔
[2] طبری، ص: 338/2 [3] بخاری: 4416، مسلم: 6218,6217، ترمذی: 3731

لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ 18 اشخاص کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ جس سے ہونٹ سوج گئے تھے۔ پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں۔ اونٹوں کو (اگر چہ سواری کے لیے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے ان کی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔ (1)

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ نکما کہہ کر چھوڑ دیا، کوئی کہتا ترس کھا کے چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے اللہ کے شیر رضی اللہ عنہ کو غیرت آئی۔ دو منزلہ، سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اَلَّا اِنَّه، لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''علی رضی اللہ عنہ! تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لیے ویسے ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' یہ سن کر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خوش و خرم مدینے کو واپس تشریف لے گئے۔ (2)

تبوک پہنچ کر نبی ﷺ نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہوا کہ انھوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا اور اس حملہ آوری کا بہترین موقع آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا۔

آپ ﷺ کا خطبہ

تبوک (3) میں ایک نماز کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا۔ ذیل میں اسے مع ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ہم نے صرف اس قدر تصرف کیا ہے کہ ہر فقرہ پر نمبر شمار لگا دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد و ثنا کے بعد:

(1) فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ — ہر ایک کلام سے بڑھ کر صدق میں اللہ کی کتاب ہے

(2) وَاَوْثَقَ الْعُرٰی کَلِمَةُ التَّقْوٰی — سب سے بڑھ کر بھروسے کی بات تقویٰ کا کلمہ ہے

---

(1) مدارج النبوۃ (2) بخاری: 4416، 6217؛ ترمذی: 3731؛ ابن ماجہ: 115۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اس وقت چھوڑ گئے تھے۔ جب انھوں نے کوہ طور پر چالیس (40) دن کا میقات پورا کیا تھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو خلیفہ ہوئے ان کا نام یوشع بن نون علیہ السلام ہے۔

(3) فلاڈلفیا کا قدیم کلیسا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا 3 باب 7 تا 13 درس میں ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا۔ عرب اسے ''المقصر'' کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اس کے کھنڈر بھی پائے گئے۔ زمان نبوی ﷺ میں اس جگہ عیسائی قوم میں آباد تھیں۔ اس لیے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی اور ان سے معاہدات بھی کیے گئے۔ عیسائیت پر قائم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لیا تھا۔ اس طرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلاً اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا اور یوحنا ایلہ کا فرماں روا تھا۔ ان کی حکومتوں کو قائم رکھا گیا۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے۔ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا گیا۔ معاہدات میں جس فیاضی، بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے وہ آج تک مسلمہ ہے۔ عیسائیوں نے نئے یروشلم اور خدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات 3 باب 12 درس میں ہے اسی جگہ سنا تھا۔

اکیدر والی، دومۃ الجندل جسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معاہدہ کرنے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تھا۔

③ وَخَيْرُ الْمِلَلِ مِلَّةُ اِبْرَاهِيْمَ	سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کی ہے
④ وَخَيْرُ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ ﷺ	سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے
⑤ وَاَشْرَفُ الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللهِ	سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے۔
⑥ وَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ	سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے۔
⑦ وَخَيْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا	بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔
⑧ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا	امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو
⑨ وَاَحْسَنُ الْهُدٰى هُدَى الْاَنْبِيَآءِ	انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے۔
⑩ وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَآءِ	شہیدوں کی موت، موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے۔
⑪ وَاَعْمَى الْعُمْىٰ اَلضَّلَالَةِ بَعْدَ الْهُدٰى	سب سے بڑھ کر اندھا پن گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے۔
⑫ خَيْرُ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ	عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دہ ہو۔
⑬ وَخَيْرُ الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ	بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چلیں۔
⑭ وَشَرِّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ	بدترین کوری دل کی کوری ہے۔
⑮ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى	بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہے۔
⑯ وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى	تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈال دے۔
⑰ وَشَرُّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ	بدترین معذرت (توبہ) وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔
⑱ وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی۔
⑲ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا يَاْتِي الْجُمُعَةَ اِلَّا دُبُرًا	بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔
⑳ وَ مِنْهُمْ مَنْ لَّا يَذْكُرُ اللهَ اِلَّا هِجْرًا	ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں۔
㉑ وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانِ الْكَذُوْبِ	سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔
㉒ وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ	سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہے۔
㉓ وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى	سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے۔
㉔ وَرَاْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ	دانائی کا سر یہ ہے اللہ کا خوف دل میں ہو۔
㉕ وَخَيْرُ مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ	دلنشین ہونے کے لیے بہترین چیز یقین ہے۔
㉖ وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ	شک پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے۔
㉗ وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ	بین سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔

(28) وَالْغُلُوْلُ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ	چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے
(29) وَالسُّكْرُ كَيٌّ مِنَ النَّارِ	بدمست ہونا آگ میں پڑنا ہے۔
(30) وَالشِّعْرُ مِنْ اِبْلِيْسَ	شعر ابلیس کا (حصہ) ہے
(31) وَالْخَمْرُ جُمَّاعُ الْإِثْمِ	شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔
(32) وَشَرُّ الْمَاٰكِلِ مَالَ الْيَتِيْمِ	بدترین روزی یتیم کا مال کھا جانا ہے۔
(33) وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ	سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے
(34) وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ	اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہو۔
(35) وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ	عمل کا سرمایہ اس کے بہترین انجام پر ہے
(36) وَشَرُّ الرُّؤْيَا رُؤْيَا الْكَذِبِ	بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہے
(37) وَكُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ قَرِيْبٌ	جو بات ہونے والی ہے وہ قریب ہے
(38) وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ	مومن کو گالی دینا فسق ہے۔
(39) وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ	مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔
(40) وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ	مومن کا گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے۔
(41) وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ	مومن کا مال دوسرے پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کا خون۔
(42) وَمَنْ يتال عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ	جو اللہ سے استغنا کرتا ہے اللہ اسے جھٹلاتا ہے
(43) وَمَنْ يَّغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ	جو کسی کا عیب چھپاتا ہے، اللہ اس کے عیوب چھپاتا ہے۔
(44) وَمَنْ يَّعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ	جو معافی دیتا ہے اسے معافی دی جاتی ہے
(45) وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ اللّٰهُ بِهٖ	جو غصہ کو پی جاتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے۔
(46) وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ	جو نقصان پر صبر کرتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے۔
(47) وَمَنْ يَّتَّبِعِ السُّمْعَةَ يُسَمِّعْ اللّٰهُ	جو چغلی کو پھیلاتا ہے اللہ اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے
(48) وَمَنْ يَّصْبِرْ يُضْعِفُ اللّٰهُ لَهٗ	جو صبر کرتا ہے اللہ اسے بڑھاتا ہے۔
(49) وَمَنْ يَّعْصِي اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ	جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اسے عذاب دیتا ہے
(50) ثُمَّ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا	پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر۔

آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ کو ختم فرمایا۔ (1)

(1) بیہقی (المتوفی 458ھ) فی الدلائل: 242/5 وحاکم من حدیث عقبہ بن عامر منقول از زاد المعاد: 540/3۔ اور حافظ امام ابن کثیر ﷫ نے البدایہ والنہایہ: 14،13/5 میں نقل کیا ہے۔ نیز اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ذوالبجادین ﷛ کی وفات

ایام قیام تبوک میں ذوالبجادین ﷛ کا انتقال ہوا۔ اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ مفلس ومخلص صحابہ ﷡ پر کس قدر مزید لطف وعنایت فرمایا کرتے تھے۔

ان کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ مر گیا۔ چچا نے پرورش کی تھی۔ جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ، بکریاں، غلام دے کر ان کی حیثیت درست کردی۔ عبداللہ ﷛ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا، لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی ﷺ فتح مکہ سے واپس آ گئے تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا:

> ''پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گذر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں، لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت فرمایئے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔''

چچا نے جواب دیا:

> ''دیکھ! اگر تو محمد ﷺ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہبند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔''

عبداللہ نے جواب دیا:

> ''چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد ﷺ کی اتباع ہی قبول کروں گا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کی منشاء ہے کیجیے اور جو کچھ میرے قبضے میں زر و مال وغیرہ ہے، سب سنبھال لیجیے۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے۔ اس لیے میں ان کے لیے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔''

عبداللہ ﷛ نے یہ کہہ کر بدن کے کپڑے تک اتار دیے اور مادرزاد برہنہ ہو کر ماں کے سامنے گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی، کہ کیا ہوا؟ عبداللہ ﷛ نے کہا: میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں۔ نبی ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرما کر دے دیجیے۔ ماں نے ایک کمبل دے دیا۔ عبداللہ ﷛ نے کمبل پھاڑا، آدھے کا تہبند بنالیا، آدھا اوپر لے لیا اور مدینے کو روانہ ہو گیا۔ علی الصبح مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گیا اور مسجد سے تکیہ لگا کر منتظرانہ بیٹھ گیا۔

نبی ﷺ جب مسجد مبارک میں آئے تو اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا: میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا نام عبداللہ ﷛ ہے اور ذوالبجادین لقب۔ تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔'' عبداللہ ﷛ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا۔ [1] نبی ﷺ سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق وشوق اور جوش ونشاط سے پڑھا کرتا۔

---

[1] صفہ چبوترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے صحن میں ایک ''چبوترہ'' تھا۔ جو لوگ گھر بار ترک کر کے دنیا کا زر و مال آسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کے لیے آیا کرتے تھے وہ اس چبوترہ پر ٹھہرا کرتے تھے۔ اس لیے ''اہل صفہ'' کے نام سے مشہور تھے۔ یہ عاشقان صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے ان کی روک نہ بن سکتی تھی۔ انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعت اسلام ...

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق ؓ نے کہا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قراءت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عمر ؓ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو اللہ اور رسول ﷺ کے لیے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔'' [1]

عبداللہ ؓ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ میں بھی راہِ حق میں شہید ہو جاؤں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جاؤ۔ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔ جب عبداللہ ؓ چھلکا لے آئے تو نبی ﷺ نے وہ چھلکا اس کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا: ''الٰہی! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں'' عبداللہ ؓ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں تو شہادت کا طالب ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب غزوہ کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آ جائے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔''

تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ تپ چڑھی اور عالم بقا کو سدھار گئے۔ بلال بن حارث مزنی ؓ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ ؓ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

مخلص عرب کی تدفین میں نبی ﷺ کا اسوہ

''رات کا وقت تھا۔ بلال ؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابوبکر ؓ و عمر ؓ اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے۔ نبی ﷺ بھی اس کی قبر میں اترے تھے اور ابوبکر ؓ و عمر ؓ سے فرما رہے تھے: ''ادنيا اِلي اَخاكُمَا'' اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔ آنحضرت ﷺ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا:

''الٰہی! آج کی شام تک میں اس سے خوشنود رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔'' [2]

ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں: ''کاش! اس قبر میں میں دبایا جاتا۔'' [3]

نبی ﷺ تبوک سے مع الخیر مدینہ پہنچ گئے۔

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب محمد ﷺ اور ان کے دوست قید ہو کر کسی دور دست جزیرہ میں بھیجے جائیں گے اور صحیح و سالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے اور انھوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ عذر بنائے۔ نبی ﷺ نے سب کو معافی دے دی، لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہم رکاب جانے سے رہ گئے تھے۔ ان کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا۔

ان میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے میں اس کو اسی جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری ؓ ہیں اور ان 73 سابقین میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور شعراء خاص میں سے تھے۔

کعب بن مالک ؓ کا امتحان سخت طریق سے

کعب ؓ کا بیان ہے کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا اتفاقِ محض تھا۔ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ

رحمہ اللہ کرتے تھے۔ انھی میں سے حضرت ابوہریرہ ؓ ہیں جو پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلغ ہیں۔ زیادہ مفصل حال ہماری کتاب ''سبیل الرشاد یعنی سفرنامہ حجاز'' میں پڑھنا چاہیے۔ [1] مسند احمد: 159/4، اسد الغابۃ: 229/3۔ [2] مدارج النبوۃ، ج: 423/2۔ [3] اسد الغابۃ: 229/3

سامان مرتب تھا۔ عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سفر کے لیے میں نے دو مضبوط اشتر بھی خرید کیے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے اور مجھے ذرا تردو نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا، میں چل پڑوں گا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا، میں نے کہا: خیر میں کل جا ملوں گا۔ دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گذر گئے۔ اب لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اس سے ملنا مشکل ہو گیا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا، مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا۔ یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج و غم کی آگ لگ گئی۔ یہ دن میرے اسی طرح گذر گئے کہ نبی ﷺ واپس بھی تشریف لے آئے۔ اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیوں کر اللہ کے رسول ﷺ کے عتاب سے بچاؤ کروں۔ لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتلائے مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے۔ آخر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا۔ تبسم خشم آمیز تھا۔ میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے۔

نبی ﷺ نے پوچھا: ”کعب! تم کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تمھارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا“۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تو سب کچھ تھا۔ میرے نفس نے مجھے غافل بنایا، کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے حرمان و خذلان کی گرداب میں ڈال دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔“

بعض لوگوں نے کہا: دیکھو، اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا۔ میں نے کہا: ”وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔“ لوگوں نے کہا: ہاں! ہلال بن امیہ ؓ اور مرارہ بن ربیع ؓ کی بھی یہی حالت ہے۔ یہ سن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی میری جیسی حالت میں ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آ کر بیٹھے۔ اب زندگی اور دنیا ہمارے لیے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دنوں میں ہلال ؓ اور مرارہ ؓ تو گھر سے باہر نہ نکلے کیوں کہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا۔ مسجد نبوی ﷺ میں جاتا، نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔

نبی ﷺ محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری شکستگی کو ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضور ﷺ اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز میں نہایت رنج و الم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابو قتادہ ؓ میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی۔ سامنے اس کا باغ تھا۔ وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا۔ میں اس کے پاس چلا گیا۔ اسے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہ دیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا ابو قتادہ ؓ! تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے۔ ابو قتادہ ؓ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا کہ ”وہ اللہ اور رسول ﷺ ہی کو خوب معلوم ہے۔“ مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور میں خوب ہی رویا۔

کعب ؓ کے پاس والی غسان کا خط

میں شہر میں لوٹ کر آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے بتلا دیا کہ وہ یہی شخص ہے۔ اس کے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا:

''ہم نے سنا ہے کہ تمھارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں۔ ہم کو تمھارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمھاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے۔ اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آ کر دیکھو کہ میں تمھارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں۔''

کعب ؓ کا والی غسان کو جواب

خط پڑھتے ہی میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی۔ اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج و اندوہ چند در چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈال دیا اور کہہ دیا:

''جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوش تر ہے۔'' [1]

میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی ﷺ کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے۔ اس نے کہا: ''نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔'' میں نے پوچھا کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ کہا نہیں۔ صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہلال ؓ اور مرارہ ؓ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا۔ ہلال ؓ کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ ہلال کمزور و ضعیف ہے اور اس کی خدمت کے لیے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟'' فرمایا: ''ہاں۔ اس کے بستر سے دور رہو۔'' عورت نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہلال ؓ کا غم و رنج سے ایسا حال ہے کہ اسے تو اور کوئی خیال نہیں رہا۔''

اب مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت لے لو کہ تمھاری بیوی تمھارا کام کاج کر دیا کرے، میں نے کہا: میں تو ایسی جرأت نہیں کروں گا۔ کیا خبر حضور ﷺ اجازت دیں یا نہ دیں اور میں تو جوان ہوں، اپنا کام خود کر سکتا ہوں، مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس (50) دن گذر گئے۔ [2] ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا [3] ابوبکر صدیق ؓ نے آواز دی: ''کعب ؓ کو مبارک ہو کہ اس کی توبہ

---

[1] زاد المعاد: 554/3 [2] سفر تبوک میں نبی ﷺ کو تقریباً 50 دن ہی لگے تھے۔ اس لیے پیچھے رہ جانے والوں کو اتنے ہی دن مسلمانوں اور عیال سے قریباً تنہائی میں کاٹنے پڑے۔ [3] سلع کا ذکر (بخاری: 4418) کی اس حدیث میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پہاڑی مدینے کے اندر ہے اور کعب بن مالک صحابی کا گھر اس کے پاس تھا اور طبری نے جنگ خندق کے بیان میں بروایت ابن اسحاق یہ روایت لکھی ہے: وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون حتی جعلوا ظھورھم الی سلع فی ثلاثۃ الاف من المسلمین فضرب ھنالک عسکرہ والخندق بینہ وبین القوم۔ اس سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب اترا تھا اور اس وقت مسلمانوں کا رخ خندق کی طرف اور پشت سلع کی طرف تھی۔ حسان بن ثابت ؓ کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے جس میں عمرو بن عبدود کے مرنے کا ذکر ہے: بقیہ حاشیہ

قبول ہوگئی‘‘ یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارک باد کہنے لگے کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔ میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارک باد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی ومسرت سے ماہ چہاردہ (چودھویں کے چاند) کی طرح تاباں ودرخشاں ہو رہا تھا اور عادت مبارک تھی کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھے فرمایا:

’’کعب رضی اللہ عنہ مبارک! اس بہترین دن کے لیے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر آج تک نہیں گذرا۔ آؤ! تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرما لیا ہے۔‘‘

میں نے عرض کیا: ’’یا رسول اللہ ﷺ اس قبولیت کے شکرانے میں میں اپنا کل مال راہ حق میں صدقہ دیتا ہوں۔‘‘ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’نہیں‘‘ میں نے عرض کیا: ’’نصف‘‘ فرمایا: ’’نہیں‘‘ میں نے عرض کیا: ’’ثلث‘‘ فرمایا: ’’ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔‘‘ [1]

خاتمہ حروب

الحمد للہ! کہ اس فتنہ وشر کا جو دشمنوں نے برسوں سے اٹھا رکھا تھا اور جس نے عرب کے تمام قبائل کو بغاوت کی زہر آلود ہوا سے آلودہ کر رکھا تھا، خاتمہ ہو گیا۔ ان سب لڑائیوں کے دوران میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحمدلی کا ظہور اس کثرت ودفور سے ہوا کہ دنیا نے جنگ کے شجاعانہ اور مہذب اصول یہیں سے معلوم کیے۔

لاثانی فیاضی ورحمدلی

یہ وہ ناگزیر لڑائیاں تھیں جن میں اللہ کا برگزیدہ رسول ونبی ﷺ اور مسلمان اضطراراً تقریباً سات (7) سال کے درمیانی عرصہ میں شریک ہوتے رہے۔

قارئین کسی جنگ میں نہیں دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو۔ یہ تمام جنگیں صرف حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے اور ان کے شر سے بچنے کے لیے کیے گئے تھے۔ نبوت کے تمام زمانے میں ایک شخص بھی اس لیے قتل نہ ہوا کہ وہ بت پرست یا پارسی یا عیسائی یا یہودی تھا۔

مذہب اسلام میں جبر واکراہ نہیں

قرآن مجید میں اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے بخوبی واضح فرما دیا تھا کہ دنیا میں مذہب واعتقاد کا اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لیے مذہب کے لیے کسی شخص پر جبر کرنا جائز نہیں۔ مندرجہ ذیل آیات اس مطلب کے لیے صاف ہیں۔

اسی الفتی عمرو بن عبد ودثاوی　　بجنوب سلع ثارۃ لم ینظر

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جنگ خندق پر جو قصیدہ لکھا اس کا ایک شعر یہ ہے۔

الا ابلغ قریشا ان سلعاً　　وما بین العریض الی العماد

اب ان ہر دو روایات کے ساتھ یسعیاہ نبی کی کتاب باب 42 درس 15 کو دیکھیں جس میں سلع کے باشندوں کا بیان ہے جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام ’’سلع‘‘ ہے۔ [1] صحیح بخاری: 4418، 2757، مسلم: 2769، زاد المعاد: 3/552 تا 556۔

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ [البقرہ 256]

''دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہوگئی ہے۔''

﴿ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾

''اگر تیرا پروردگار چاہتا تو زمین پر سب کے سب باشندے ایمان لے آتے تو ان لوگوں پر جبر کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔'' [یونس 99]

﴿ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ﴾ [ہود 118]

''اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے (بجز ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا ہے) اور ان کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔''

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [قصص 56]

''تو اسے ہدایت نہیں دے سکتا جس سے محبت کرتا ہے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ [ق 45]

''جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں، ہم جانتے ہیں اور تو ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ ہاں قرآن کا وعظ کر۔ پھر جو کوئی عذاب الٰہی سے ڈرتا ہے وہ ڈرے۔''

﴿ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیہ 21-22]

''وعظ کرتا رہ۔ کیوں کہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے اور ان پر داروغہ نہیں ہے۔''

اسیران جنگ

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ اس برتاؤ کا ذکر کر دیا جائے جو نبی ﷺ اسیران جنگ کے ساتھ فرماتے تھے۔

اسیران جنگ اور اسلام

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں وہ اسیران جنگ کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں جسے سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ کا طریق عمل قیدیوں کے ساتھ صرف دو ہی طرح پر تھا۔ [1]

---

[1] فاضل مصنف کی بات درست نہیں ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جنگی قیدیوں کے متعلق پانچ طرح کا طرز عمل تھا:
(1) فدیہ لے کر آزاد کرنا۔ (2) فدیہ لیے بغیر آزاد کرنا۔ (3) مسلمان قیدیوں کے ساتھ تبادلہ۔ (4) قتل کرنا جیسا کہ غزوہ بدر کے بعد عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کیا، بنو قریظہ کے یہودیوں کو قتل کیا۔ (5) قیدیوں کو غلام بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کرنا۔

1. فدیہ لے کر آزاد کرنا۔
2. بلا کسی فدیہ کے آزاد کر دینا۔

مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے، یہ اہل مکہ تھے۔ ان سے بڑھ کر دشمن مسلمانوں کا کوئی نہ تھا۔ نبی ﷺ نے پہلے اس معاملہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی شوریٰ میں پیش کیا۔ صحابہ میں ایک جانب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جن کی رائے یہ تھی کہ قیدیوں سے جرمانہ لے لیا جائے اور انھیں چھوڑ دیا جائے۔ اس رائے کی تائید میں انھوں نے دو دلائل پیش کیے تھے۔

1. زر جرمانہ سے ہم اپنے ساز و سامان کی درستی کر لیں گے۔
2. آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں سے اللہ کسی کو اسلام کی ہدایت فرما دے۔

دوسری جانب عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی رائے تھی کہ قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے:

1. یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ ان کی گردنیں اڑانی چاہئیں۔
2. اللہ نے ہم کو ان پر غلبہ دیا ہے اس لیے مسلمانوں کا قصاص لینا چاہیے۔

نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا۔ جو قیدی زر جرمانہ ادا نہ کر سکتے تھے ان کے لیے تجویز فرمایا کہ وہ اولاد انصار کو لکھنا سکھلا دیں (یا کوئی اور ہنر سکھلا دیں)

بعض لوگ اب تک یہ سمجھتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث یہ ہے کہ اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گریہ کرتے ہوئے دیکھا، لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے۔ بوجوہ ذیل:

1. قرآن مجید میں بھی رائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بابت پہلے سے حکم موجود تھا۔
2. اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے۔
3. نبی ﷺ نے اسی حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابراہیم و عیسیٰ علیہم السلام سے اور عمر رضی اللہ عنہ کو نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے۔
4. ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے نبی ﷺ کی رائے موافق تھی۔
5. بالآخر رب العالمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا۔
6. ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح ہوا کہ اسیران جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے اور سر دست زر جرمانہ (تاوان جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو بھی درست کر لیا۔

1. الغرض جنگ بدر کے بہتر (72) قیدیوں میں سے ستر (70) کو آنحضرت ﷺ نے جرمانہ لے کر آزاد فرما دیا تھا۔ ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنھوں نے اقرار کیا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھ کر ان کی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔ صرف دو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا ان کے سابق جرائم کا نتیجہ تھی۔ جس نے انھیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا۔
2. جنگ بدر کے بعد غزوہ بنو المصطلق میں سو (100) سے زیادہ زن و مرد قید ہوئے تھے۔

وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیے گئے تھے اور ان میں سے ایک عورت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ نے ام المومنین ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

③ حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم کے 80 حملہ آور قید ہوئے تھے۔ ان کو بھی آنحضرت ﷺ نے بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔

④ جنگ حنین میں چھ ہزار (6000) زن و مرد کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔ بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت و انعام دے کر رخصت فرمایا تھا۔

ان جملہ نظائر سے ثابت ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پا لینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے۔

کتب احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی ملتا ہے۔ نبی ﷺ کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق و شام، مصر و عرب۔ ایران و خراسان کے سینکڑوں شہر فتح کیے گئے۔ مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں۔ جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی غلام بنانے کا ذکر نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔ [1] اگرچہ مسلمانوں کے لیے یہ جنگ سخت آزمائش تھی۔ لیکن رب العالمین کی اس میں بھی شاید یہ حکمت ہو کہ اسلام دنیا کے لیے جنگ کا بھی نمونہ پیش کر دے جو انسانی ہمدردی اور رحم و الطاف سے لبریز ہو۔

---

[1] فاضل مصنف کا یہ خیال درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام نہیں بنایا۔ بنو المصطلق کے مرد و زن کو صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو صحابہ کرام نے اس رشتہ کے احترام میں ان لوگوں کو آزاد کر دیا۔ اوطاس کے قیدیوں کو بھی افواج میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح مسلم میں ہے میں انھوں نے رسول اللہ سے پوچھا: کہ ہم ان عورتوں کا کیا کریں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک حیض انتظار کرو، اس کے بعد ان سے تمتع کرو۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں شام اور ایران فتح ہوئے۔ وہاں قید ہونے والوں کو مسلمان فوجیوں میں تقسیم کیا گیا۔ انھی لونڈیوں کے بطن سے بڑے بڑے محدث اور فقہاء پیدا ہوئے جن میں امام زین العابدین، محمد بن عبداللہ بن عمر، حضرت حسن بصری اور اوطاس رحمہم اللہ جیسی جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں ان لونڈیوں اور غلاموں کے بہت سے مسائل درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل ابو فیروز لولو بھی جنگ نہاوند میں قید ہو کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام بنا تھا۔ اسلام نے جنگی قیدیوں کے علاوہ لونڈیاں بنانے کے دیگر طریقوں کو حرام قرار دے دیا تھا۔

باب دوم 2

مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لیے سفیر و فرامین کا بھیجا جانا، بعض کا مسلمان ہو جانا، بعض کا اظہار ادب کرنا بعض کا گستاخی سے پیش آنا اور ان کا انجام

نبی ﷺ کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت میں موجود نہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں تر خصوصیت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہہ کر پیش کیا ہے اور اسی لیے نبوت کے اس ابتدائی زمانے ہی سے جب کہ شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کر دیا تھا۔ بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی، عداس نینوائی رضی اللہ عنہم وہ بزرگوار ہیں جو حبش، یونان، ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے ثمر اولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کا کل عالم کے لیے رسول ہونا

قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں:

1. ﴿ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ [سبا: 28]

"ہم نے تجھے تمام انسانوں کے لیے بشارت پہنچانے والا، ڈر سنانے والا بنا کر دنیا میں رسول ﷺ بنایا ہے۔"

2. ﴿ هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ [الصف: 9]

"اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے۔"

3. ﴿ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء: 107] "ہم نے تجھے تمام اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

4. ﴿ قُلْ يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ [الاعراف: 158]

"ان سے کہہ دو کہ اے انسانی نسل کے بچو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔"

ان آیات مبارکہ کے ارشاد کی تعمیل ہی میں رسول اللہ ﷺ نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے سرکردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے اور ہر ایک کو لکھ دیا تھا کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اس لیے پڑے گا کہ تم نے اپنی ذات کے لیے انکار کر دیا، بلکہ تمھارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمھاری قوم بھی ہدایت سے رکے گی۔ اس لیے ان کی ضلالت و گمراہی کا وبال بھی تم ہی پر پڑے گا۔ کیوں کہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں بلکہ سرکردہ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے۔

دعوت عامہ کی نظیر موجود نہ تھی

رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کارروائی فرمائی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی کہ ان کے بانیان مذہب نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔

چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت و عظمت کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی خاموشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ

وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جس کے لیے وہ بھیجے گئے تھے۔ [1]

اب اگر ان کے متبعین ان کے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں تو یہ ان کا اپنا فعل ہے جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بن سکتا 7 ہجری المقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی ﷺ نے بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے۔ جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے۔ [2]

اب تک نبی ﷺ نے کوئی مہر نہ بنائی تھی۔ جب پادشاہان عالم کو خطوط لکھے گئے تو ان پر مہر کرنے کے لیے خاتم تیار کی گئی۔ یہ چاندی کی تھی۔ تین سطور میں اس طرح پر یہ عبارت کندہ تھی۔ [3]

الله

رسول

محمد

ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خط عیسائی بادشاہوں کے نام تھے ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی:

﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [آل عمران:64]

''اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے اور تمہارے (دین) میں مساوی ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا الوہیت کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کے لیے تجویز نہ کریں۔''

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں:

بادشاہ حبش کے نام

اصحم بن ابجر بادشاہ حبش، الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا نامۂ مبارک لے کر گئے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ تاریخ طبری سے اس نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى النَّجَاشِيِّ الْاَصْحَمِ مَلِكِ الْحَبْشَةِ. اَسْلِمْ اَنْتَ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ، اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ وَاَشْهَدُ اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوْحُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ، اَلْقَاهَا

اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔

یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو، میں پہلے اللہ کی ستائش کرتا ہوں، اللہ وہ ذات ہے کہ کوئی الہٰ نہیں مگر وہی، وہ ملک، قدوس، سلام، مومن [4] اور مہیمن ہے اور ظاہر کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن

---

[1] مقدس مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں: میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ [2] خصائص الکبریٰ جلد دوم ص: 1 بروایت ابن ابی شیبہ۔

[3] بخاری عن انس بن مالک رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ انگشتری ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک چاہ، بیئر اریس کے اندر گر گئی تھی۔ بہت تلاش کی گئی نہ ملی۔ نقش الخاتم۔ (بخاری:5865)

[4] مومن جو اللہ کا نام ہے اس کے معنی ایمان عطا کرنے والا ہے۔

اِلٰی مَرْیَمَ الْبَتُوْلَ الطَّیِّبَۃِ الْحَصِیْنَۃِ، فَحَمَلَتْ بِہٖ عِیْسٰی ،فَخَلَقَہُ اللّٰہُ مِنْ رُّوْحِہٖ وَ نَفْخِہٖ۔ کَمَا خَلَقَ اٰدَمَ بِیَدِہٖ وَ نَفْخِہٖ وَ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ اِلَی اللّٰہِ وَحْدَہٗ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَ الْمُوَالَاۃِ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَاَنْ تَتَّبِعَنِیْ وَتُؤْمِنُ بِالَّذِیْ جَآءَنِیْ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ قَدْ بَعَثْتُ اِلَیْکَ ابْنَ عَمِّیْ جَعْفَرًا وَ نَفَرًا مَّعَہٗ، مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِذَا جَآءَکَ فَاَقِرْھُمْ وَدَعِ التَّجَبُّرَ۔ فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ وَ جُنُوْدَکَ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ بَلَّغْتُ وَ نَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نُصْحِیْ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ [1]

مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں، جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا اور انھیں عیسیٰ (عَلَیْہِ السَّلَام) کا اس سے حمل ٹھہر گیا۔ اللہ نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا تھا جیسا کہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا تھا۔ اب میری دعوت یہ ہے کہ تو اللہ پر جو اکیلا اور لاشریک ہے ایمان لے آ اور ہمیشہ اسی کی فرمانبرداری میں رہا کر اور میرا اتباع کر اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیوں کہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں، تم اسے بآرام ٹھہرا لینا۔ نجاشی تم تکبر چھوڑ دو، کیوں کہ میں تم کو اور تمھارے دربار کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا ہے اور تمھیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو۔ سلام اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہو گیا اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مِنَ النَّجَاشِیِّ الْاَصْحَمِ بْنِ اَبْجَرْ سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ، اَللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الَّذِیْ ھَدَانِیْ اِلَی الْاِسْلَامِ اَمَّا بَعْدُ۔ فَقَدْ بَلَغَنِیْ کِتَابُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ مَا ذَکَرْتَ مِنْ اَمْرِ عِیْسٰی فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّ عِیْسٰی مَا یَزِیْدُ عَلٰی مَا ذَکَرْتَ ثُفْرُوْقًا ۔ اِنَّہٗ، کَمَا قُلْتَ وَ قَدْ عَرَفْنَا مَا بَعَثْتَ بِہٖ اِلَیْنَا۔ وَ قَدْ قَرَّبْنَا ابْنَ عَمِّکَ وَ اَصْحَابَہٗ فَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقًا مُّصَدِّقًا۔ وَ قَدْ بَایَعْتُکَ وَ بَایَعْتُ ابْنَ عَمِّکَ وَاَسْلَمْتُ عَلٰی یَدَیْہِ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَ قَدْ بَعَثْتُ اِلَیْکَ بِاِبْنِیْ اَرْھَا بْنَ الْاَصْحَمَ بْنَ اَبْجَرْ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ۔ وَ اِنْ

اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے۔ اے نبی اللہ کے آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں۔ اسی اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان میرے پاس پہنچا۔ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق جو کچھ آپ ﷺ نے تحریر فرمایا ہے بخدائے زمین و آسمان، وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں۔ ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ ﷺ نے تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ سچے ہیں اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے

[1] زاد المعاد، ص: 3 / 289

شِئْتَ اَنْ اٰتِیَکَ فَعَلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ فَاِنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّ مَا تَقُوْلُ حَقٌّ۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ ①

والے ہیں۔ میں آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور ﷺ کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے اور میں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے فرزند ''ارحا'' کو روانہ کرتا ہوں۔ میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں، اگر حضور ﷺ کا منشا یہ ہوگا کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔ کیوں کہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضور ﷺ جو فرماتے ہیں وہی حق ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو۔

شاہ بحرین کا اسلام

② منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا۔ شہنشاہ فارس کا خراج گزار تھا۔ علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔ یہ مسلمان ہو گیا اور اس کی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوا۔ اس نے جواب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لکھا تھا کہ بعض لوگوں نے اسلام کو از حد پسند کیا ہے۔ بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے مخالفت کی ہے۔ میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں۔ ان کے لیے جو ارشاد ہو، کیا جائے۔ نبی ﷺ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا:

① مَنْ یَّنْصَحْ اِنَّمَا یَنْصَحُ لِنَفْسِہٖ۔

''جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے۔''

② مَنْ اَقَامَ عَلٰی یَھُوْدِیَّۃٍ اَوْ مَجُوْسِیَّۃٍ فَعَلَیْہِ الْجِزْیَۃُ۔

''جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے وہ جزیہ (خراج ریعانہ) دیا کرے۔'' ②

سفیر اسلام کی دربارِ عمان میں گفتگو

③ جیفر و عبد فرزندان جلندی: ملک عمان کے نام عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیج دیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب میں عمان پہنچا تو پہلے عبد کو ملا۔ یہ سردار تھا اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا سفیر ہوں اور تمھارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

عبد بولا: ''میرا بھائی عمر میں مجھ سے بڑا ہے اور ملک کا مالک ہے، میں تمھیں اس کی خدمت میں پہنچا دوں گا مگر یہ تو بتلاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اکیلے اللہ کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں، نیز اس شہادت کی طرف کہ محمد ﷺ اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں۔''

---

① زاد المعاد: 3/289,290، ابن سید الناس: 2/268,269 ② زاد المعاد: 3/692،693، ابن سید الناس: 2/266، شرح المواہب 3/350

عبد نے کہا: ''عمرو رضی اللہ عنہ تو سردار قوم کا بیٹا ہے۔ بتلاؤ کہ تیرے باپ نے کیا کیا، کیوں کہ ہم اسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''وہ مر گیا، نبی ﷺ پر ایمان نہ لایا تھا۔ کاش! وہ ایمان لاتا اور آنحضرت ﷺ کی راست بازی کا اقرار کرتا۔ میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتیٰ کہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔''

عبد: '' تم کب سے محمد ﷺ کے پیرو ہو گئے ہو؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔''

عبد: ''کہاں؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''نجاشی کے دربار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔''

عبد: ''وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''اسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔''

عبد: ''(تعجب سے) کیا بشپ پادریوں نے بھی؟''

عمرو بن عاص: ''ہاں۔''

عبد: ''دیکھو! عمرو رضی اللہ عنہ کیا کہہ رہے ہو؟ انسان کے لیے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھ کر ذلت بخش نہیں۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''میں نے جھوٹ نہیں کہا اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔''

عبد: ''ہرقل نے کیا کیا؟ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''ہاں''

عبد: ''تم کیوں کر ایسا کہہ سکتے ہو؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''نجاشی ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہوا، کہہ دیا کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔ ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی۔ ہرقل کے بھائی نیاق نے کہا: یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور حضور ﷺ کے دین کو بھی اس نے چھوڑ دیا ہے۔ ہرقل نے کہا: پھر کیا ہوا؟ اس نے اپنے لیے ایک مذہب پسند کر لیا اور قبول کر لیا، میں کیا کروں؟ بخدا اگر اس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔''

عبد: ''دیکھو عمرو رضی اللہ عنہ کیا کہہ رہے ہو؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''قسم ہے اللہ کی سچ کہہ رہا ہوں۔''

عبد: ''اچھا بتلاؤ، وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور معصیت الٰہی سے روکتے ہیں۔ وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔''

عبد: '' کیسے اچھے احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں۔ کاش! میرا بھائی میری رائے قبول کرے۔ ہم دونوں محمد ﷺ کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا اور دنیا ہی کا راغب رہا تو وہ اپنے ملک کے لیے

بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی ﷺ اسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمالیں گے۔ وہ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے غرباء میں تقسیم کرادیا کریں گے۔''

عبد: ''یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے زکوۃ کے مسائل بتلائے۔ جب یہ بتلایا کہ اونٹ میں بھی زکوۃ ہے تو عبد بولا: کیا وہ ہمارے مویشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو خود ہی درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا ہے اور خود ہی پانی جا پیتا ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں! اونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔''

عبد: ''میں نہیں جانتا کہ میری قوم کے لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دور دور تک بکھرے پڑے ہیں وہ اس حکم کو مان لیں گے۔''

الغرض عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وہاں چند روز ٹھہرے۔ عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیا کرتا۔ ایک روز عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بادشاہ نے طلب کیا۔ چوبداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انھیں پادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ پادشاہ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو۔ چوبداروں نے چھوڑ دیا۔ یہ بیٹھنے لگے۔ چوبداروں نے پھر ٹوکا۔ انھوں نے پادشاہ کی طرف دیکھا۔ پادشاہ نے کہا: ''بولو، تمھارا کیا کام ہے؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خط دیا جس پر مہر ثبت تھی۔

جیفر نے مہر توڑ کر خط کھولا، پڑھا، پھر بھائی کو دیا، اس نے بھی پڑھا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: ''کہ قریش کا کیا حال ہے؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سب نے طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔''

پادشاہ نے پوچھا: ''کہ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کو رضا اور رغبت سے قبول کیا۔ سب کچھ چھوڑ کر نبی ﷺ ہی کو اختیار کر لیا ہے اور پوری غور و فکر اور عقل و تجربہ سے نبی ﷺ کی جانچ کر لی ہے۔''

بادشاہ نے کہا: ''اچھا تم کل پھر ملنا۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دوسرے روز بادشاہ سے پہلے ملا۔ وہ بولا کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پھر بادشاہ سے ملے۔

بادشاہ عمان کا اسلام

بادشاہ نے کہا: ''میں نے اس معاملے میں غور کیا ہے۔ دیکھو اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا، حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ تمھیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بہتر میں کل واپس چلا جاؤں گا۔''

بادشاہ نے کہا: ''نہیں کل تک ٹھہرو۔''

دوسرے دن بادشاہ نے انھیں آدمی بھیج کر بلایا اور دونوں بھائی مسلمان ہوگئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا۔ [1]

گورنران دمشق و یمامہ کا انکار

[4] منذر بن حارث بن ابو شمر، دمشق کا حاکم اور شام کا گورنر تھا۔ شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ اس کے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے۔ یہ پہلے تو خط مبارک پڑھ کر بہت بگڑا۔ کہا میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا۔ بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا۔ مگر مسلمان نہ ہوا۔ [2]

[5] ہوذہ بن علی: حاکم یمامہ عیسائی المذہب تھا۔ سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ نامہ مبارک اس کے پاس لے کر گئے تھے۔ اس نے کہا: اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کر لی جائے تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ ہوذہ اس جواب کے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہو گیا۔ [3]

[6] جریج بن متی الملقب بہ مقوقس [4] شاہ اسکندریہ و مصر عیسائی المذہب تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس سفیر ہو کے گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے آخر میں تحریر فرما دیا تھا کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو تمام مصریوں (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمھاری گردن پر ہوگا۔

مبلغ اسلام کی دربار مصر میں تقریر

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ بادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا۔

صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے: ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ (میں تم لوگوں کا بڑا رب ہوں) کہا کرتا تھا اور اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ جب اللہ کا غضب بھڑکا تو وہ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا۔ اس لیے لازم ہے کہ تم دوسروں کو دیکھو اور عبرت پکڑو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں۔''

بادشاہ نے کہا: ''ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں۔ اسے ترک نہیں کریں گے۔ جب تک کہ اس سے بہتر کوئی دین نہ ملے۔''

حاطب رضی اللہ عنہ بولے: ''میں آپ کو دین اسلام کی جانب بلاتا ہوں جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی۔ قریش نے مخالفت کی ہے اور یہود نے عداوت، لیکن سب میں سے محبت و مودت کے ساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں۔ واللہ! جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بشارت دی اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے۔ قرآن مجید کی دعوت ہم آپ کو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہل تورات کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔

جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا وہی قوم اس کی امت سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے مذہب کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

مقوقس کا جواب

مقوقس نے کہا: ''میں نے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غور کیا۔ ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی۔ اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ نہ وہ ساحر ضرر رساں ہیں، نہ کاہن کاذب اور ان میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے۔

---

[1] زاد المعاد: 3/695، ابن سید الناس: 2/267، شرح المواہب: 3/352، نصب الرایہ: 4/423۔ [2] زاد المعاد، ص: 3/697، ابن سید الناس: 2/270، شرح المواہب: 3/536۔ [3] زاد المعاد: 3/696 [4] لفظ مقوقس کی اصلیت میں علمائے مصر و یورپ و عرب میں بہت اختلاف ہے۔ غالباً یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ جریج بن متی کو چند یورپین مؤرخین نے (جورج بن مینا) بھی لکھا ہے۔ یہ رومی النسل تھا، مگر غالباً قبطی تھی۔

بہر حال میں اس معاملہ میں مزید غور کروں گا۔''

پھر آنحضرت ﷺ کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ آنحضرت ﷺ کے لیے تحائف بھیجے اور جواب خط میں یہ بھی لکھا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے مگر میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ رسول ملک شام میں ہوں گے۔

دُلدُل: مشہور خچر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا۔ [1]

[7] ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ دحیہ بن خلیفۃ الکلبی رضی اللہ عنہ [2] اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا اور سفیر سے نبی ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کرتا رہا۔

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا۔ حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو تو پیش کیا جائے۔

اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان مع دیگر تاجران مکہ سے شام آیا ہوا تھا۔ [3] اسے بیت المقدس پہنچایا اور دربار میں پیش کیا گیا۔

قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا۔ اگر کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتلا دینا۔

ابوسفیان ان دنوں نبی ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے تو میں بہت باتیں بناتا۔ مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔

سوال و جواب یہ ہیں:

ابوسفیان و ہرقل کے مابین گفتگو

قیصر: ''محمد ﷺ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟''

ابوسفیان: ''شریف و عظیم۔''

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: سچ ہے کہ نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تاکہ ان کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔

قیصر: ''محمد ﷺ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟''

ابوسفیان: ''نہیں۔''

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔

قیصر: ''نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟''

ابوسفیان: ''نہیں۔''

ہرقل نے اس جواب پر کہا: یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا ہو وہ اللہ پر جھوٹ باندھے۔

قیصر: ''اس کے باپ دادا میں کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے؟''

---

[1] زاد المعاد: 692/3، ابن سید الناس: 265/2، شرح المواہب، ص 348/3، نصب الرایۃ: 421/4، طبری: 272/2

[2] دحیہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب ثور بن کلب تک منتہی ہوتا ہے جو قضاعہ کی بڑی شاخ ہے۔ یہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور جملہ مشاہد مابعد میں شامل ہوئے۔

[3] بخاری: 2941، مسلم: 1773

ابوسفیان: ''نہیں۔''

ہرقل نے اس جواب پر کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر: ''محمد ﷺ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟''

ابوسفیان: ''مسکین حقیر لوگ۔''

ہرقل نے اس جواب پر کہا: ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔

قیصر: ''ان لوگوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے یا کم ہوتی ہے؟''

ابوسفیان: ''بڑھ رہی ہے۔''

ہرقل نے کہا: ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر: ''کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟''

ابوسفیان: ''نہیں۔''

ہرقل نے کہا: لذت ایمان کی یہی تاثیر ہوتی ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی ہے اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے، تب جدا نہیں ہوتی۔

قیصر: ''یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟''

ابوسفیان: ''نہیں، لیکن امسال ہمارا معاہدہ [1] اس سے ہوا ہے۔ دیکھیے کیا انجام ہو۔''

ابوسفیان کہتا ہے کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور یوں کہا: بے شک نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دنیادار کیا کرتا ہے، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔

قیصر: ''کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟''

ابوسفیان: ''ہاں۔''

قیصر: ''جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟''

ابوسفیان: ''کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)''

ہرقل نے کہا: اللہ کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے، لیکن آخر کار اللہ کی مدد اور فتح ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

قیصر: ''اس کی تعلیم کیا ہے؟''

ابوسفیان: ''ایک رب کی عبادت کرو۔ باپ دادا کا طریق (بت پرستی) کو چھوڑ دو۔ نماز، روزہ، سچائی، پاکدامنی، صلۂ رحم کی پابندی اختیار کرو۔''

ہرقل نے کہا: نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتلائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ پر جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام و بیت المقدس) ضرور قابض ہو جائے گا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی ﷺ کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اراکین دربار اسے سن کر بہت چیخے اور چلائے اور ہم کو دربار سے

---

[1] اس وقت رسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ ہوئی تھی۔ ابوسفیان کا اشارہ اسی معاہدہ کی طرف ہے۔

نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت ﷺ کی آئندہ عظمت کا یقین ہو گیا۔

کسریٰ (شاہ فارس) کو تبلیغ

8 خسرو پرویز۔ کسریٰ ایران۔ نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ زرتشتی مذہب رکھتا تھا۔ عبداللہ بن خدامہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ نامہ مبارک کی نقل یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى كِسْرٰى عَظِيْمِ فَارِسَ۔ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَشَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ، وَ رَسُوْلُهٗ، وَاَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً لِاُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔ فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ۔ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاِنَّ اِثْمَ الْمَجُوْسِ عَلَيْكَ۔

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے

"محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا، اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لاتا اور یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ میں تجھے اللہ کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو کوئی زندہ ہے اسے عذاب الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے اور جو کوئی منکر ہیں ان پر اللہ کا قول پورا ہو، تو مسلمان ہو جا۔ سلامت رہے گا، ورنہ قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمے ہو گا۔"

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصے سے چاک کر ڈالا اور زبان سے کہا: "میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔" [1]

اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا۔ یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔

گورنر یمن کا دستہ آپ ﷺ کی گرفتاری کے لیے

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا۔ فوجی افسر کا نام خرخسرو تھا۔ ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا جس کا نام بانو یہ تھا۔ بانو یہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور آنحضرت ﷺ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں تو واپس آ کر رپورٹ کرے۔

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمد ﷺ ضرور تباہ ہو جائے گا کیوں کہ شہنشاہ کسریٰ نے اسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دے دیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری: 2941، تاریخ طبری: 2/264۔

قتل خسرو کی آپ ﷺ کا باعلام الٰہی خبر دینا

جب یہ افسر مدینہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبی ﷺ نے فرمایا آج رات تمہارے بادشاہ کو اللہ نے ہلاک کر ڈالا، جاؤ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبر سن کر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آ چکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا اور تخت کا مالک شیرویہ ہے جو باپ کا قاتل تھا[1]

اب باذان نے نبی ﷺ کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کیں اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ دربار اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

جو سفیر نبی ﷺ نے بھیجا تھا اس نے واپس آ کر عرض کیا کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا: "مَزَّقَ مُلْكَهُ" اس نے اپنی (قوم کے) فرمان سلطنت کو چاک کر دیا ہے۔

ناظرین! اس مختصر اور پر ہیبت جملہ کو دیکھیں اور سو اتیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی اور جس کی فتوحات بارہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں؟ ہرگز نہیں۔

چند والیان ملک کا مشرف باسلام ہونا

مناسبت مقام سے اس جگہ ان والیان و حکمرانان ملک کے نام بھی درج کیے جاتے ہیں جنھیں نبی ﷺ کے مقرر کردہ منادان اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

(1) ثمامہ: نجد کا حکمران تھا۔ 6 ہجری میں مسلمان ہوا۔ [2]

(2) جبلہ: عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسان کا حکمران تھا۔ 7 ہجری میں مسلمان ہوا۔ [3]

(3) فروہ بن عمرو خزاعی: علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا تو قیصر نے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اسلام چھوڑ دے۔ فروہ نے انکار کیا۔ قیصر نے اسے قید کر دیا اور پھر قتل کرا دیا۔ اللہ کے پیارے بندے نے دولت، حکومت، عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں مگر اسلام ترک نہ کیا۔

(4) اکیدر: دومۃ الجندل کا حکمران تھا۔ 9 ہجری میں مسلمان ہوا۔

(5) ذی الکلاع حمیری: یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اس کی حکومت تھی اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا۔ یہ اپنے آپ کو اللہ کہلایا کرتا اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار (18000) غلام آزاد کیے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ آ کر رہا اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

---

[1] ناظرین نبی ﷺ کے نامہ مبارک کے الفاظ "اسلم تسلم" پر مکرر غور کریں۔ اس میں درج تھا کہ اگر مسلمان ہو جائے گا تب سلامت رہے گا۔ یہ تہدید نہ تھی بلکہ اخبار عن الغیب (پیش گوئی) تھا۔ (فتح الباری: 8/127، 128، محاضرات: 1/147) [2] ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے فتنہ میں اسلام کی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ نبی ﷺ نے ان کے پاس اس بارہ میں فرات ابن حیان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ [3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جبلہ بن الایہم مرتد ہو گیا تھا، کیونکہ طواف کعبہ کے دوران جبلہ کی عبا پر ایک بدوی کا پاؤں آ گیا تھا۔ جبلہ نے اس بدوی کو تھپڑ مارا۔ جب معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ بدلہ میں بدوی جبلہ کو اسی طرح تھپڑ مارے۔ جبلہ نے اس سزا کو ماننے سے انکار کر دیا اور فرار ہو کر قیصر روم کے پاس پہنچ گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا۔

باب سوم 3

نبی ﷺ کے عہد میں اسلام کی اشاعت

نبی ﷺ کے عہد میں اسلام کی اشاعت جس حسن و خوبی کے ساتھ ہوئی تھی ،اس کی مختصر کیفیت ،ان وفود (Deputations) سے اندازہ کی جاسکتی ہے جو وقتاً فوقتاً حضور ﷺ کی خدمت میں دور دراز سے آیا کرتے تھے۔

وفود (Deputations) کا آنا، واپس جانا، ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز کا سب لوگوں کے کان تک پہنچانا کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی مدافعانہ جنگ تو جن میں مجبوراً شامل ہونا پڑا ملک کے ایک محدود دائرہ ہی میں تھی لیکن ان وفود (Deputations) کو دیکھ کر ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے۔

ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں جو نبی ﷺ نے چٹیل میدان میں بہا دیئے تھے جس کی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے۔

دعوت عام کی دوسری زبردست دلیل ان وفود کا حاضر ہونا ہے۔جن قبائل کے وفود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے نام یہ ہیں۔ میں نے ان قبائل کے نام اس فہرست میں شامل نہیں کیے جن کا نبی ﷺ کی خدمت میں آنا ملکی اغراض یا ذاتی فوائد کے لیے تھا۔

(1) دوس، (2) صداء ،(3) ثقیف، (4) عبدالقیس ، (5) بنی حنیفہ، (6) طے، (7) اشعریین، (8) ازد، (9) فروہ جذامی، (10) ہمدان، (11) طارق بن عبداللہ، (12) تجیب ، (13) بنی سعد ہذیم، (14) بنو اسد، (15) بہراء، (16) عذرا، (17) خولان، (18) محارب، (19) غسان، (20) بنی الحارث، (21) بنی عبس، (22) غامد، (23) بنی فرازہ، (24) سلامان، (25) نجران، (26) نخع ۔

ذیل میں مندرجہ بالا وفود کے مختصر مختصر حال درج کیے جاتے ہیں۔

1 وفد دوس

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا تو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی۔ یا اللہ! طفیل رضی اللہ عنہ کو تو ایک نشان (آیت) بنا دے۔طفیل رضی اللہ عنہ گھر پہنچا تو بوڑھا باپ ملنے کے لیے آیا۔طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: بادا جان! اب نہ میں تمہارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں۔''بوڑھے نے کہا:''یہ کیوں؟''طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا:''میں تو محمد ﷺ کا دین قبول کر کے مسلمان ہو کے آیا ہوں۔''بوڑھے نے کہا:''بیٹا! جو تیرا دین ہے وہی میرا بھی ہے۔''

طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا:''خوب! اب آپ اٹھیے، غسل فرمایئے، پاک کپڑے پہن کر تشریف لایئے تا کہ میں اسلام کی تعلیم دوں۔''

پھر طفیل رضی اللہ عنہ کی بیوی آئی۔اس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی اور وہ بھی مسلمان ہوگئی۔اب طفیل رضی اللہ عنہ نے اسلام کی منادی شروع کر دی لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے۔

طفیل رضی اللہ عنہ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے۔ (چونکہ اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے) اس لیے لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ حضور ﷺ ان کے لیے دعا فرمائیں۔ نبی ﷺ نے زبان سے کہا: اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا۔ ''اے اللہ دوس کو سیدھا راستہ دکھلا۔ پھر طفیل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ۔'' [1]

دعوت اسلام کرنے والوں کے لیے ضروری ہدایات

لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤ۔ ان سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو۔ اس دفعہ طفیل رضی اللہ عنہ کو اچھی کامیابی ہوئی۔ وہ 5ھ / ہجری میں دوس کے ستر اسی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے، ساتھ لے کر مدینہ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ خیبر گئے ہوئے ہیں اس لیے خیبر ہی پہنچ کر اس نے شرف حضوری حاصل کیا اور یہ سب لوگ بھی خیبر ہی میں نبی ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ نبی ﷺ کے چچیرے بھائی بھی حبش سے وہاں کے حبشی قبائل کو جو مسلمان ہو چکے تھے لے کر خیبر ہی جا پہنچے۔ [2]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا حبش سے وہاں کے نومسلموں کو لے کر اور حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یمن سے دوس کے نومسلم خاندانوں کو لے کر خیبر میں پہنچ جانا گویا یہودیوں کو اللہ کی طرف سے یہ بتلا دینا تھا کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دور دراز ملکوں میں ''دلوں کے قلعوں'' کو آسانی سے فتح کر رہی ہے اس کی مخالفت میں اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں پر بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے۔

2 وفد صداء

یہ وفد 8ھ میں حاضر خدمت نبوی ﷺ ہوا تھا۔ سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد بن حارث رضی اللہ عنہ صدائی حاضر ہوا۔ پھر دوبارہ وہی زیاد قوم کے پندرہ (15) سرکردہ لوگوں کو لے کر آیا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان کی تواضع کے لیے مامور ہوئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد ان کے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔

زیاد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنواں ہے۔ سرما میں اس کا پانی کافی ہوتا ہے۔ لیکن گرما میں وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اس لیے تمام قوم متفرق ہو کر یہ موسم پورا کرتی ہے۔

بے خبروں کو اسلام سیکھنے کی بہت ضرورت ہے

ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے۔ تعلیم و تعلم کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ دعا فرمائیے کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سات کنکریاں اٹھا لاؤ۔ زیاد رضی اللہ عنہ لے آیا۔ نبی ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر پھر واپس دے دیا۔ فرمایا: ''ایک ایک کنکری اس کنوئیں میں گرا دینا۔ ہر ایک کنکری پر اللہ۔ اللہ پڑھتے جانا۔'' زیاد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر اس چاہ میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ اس کے قعر کا پتا ہی نہ لگا کرتا۔ [3]

3 وفد ثقیف کا حال

ثقیف میں سے سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کے لیے نبی ﷺ خدمت میں آیا تھا۔ وہ عروہ بن مسعود

---

[1] بخاری: 4393,2937، مسلم: 252,197، دلائل النبوۃ للبیہقی: 359/50، احمد: 243/2، اسد الغابۃ: 78/3، ابن سعد: 176/1۔ [2] زاد المعاد: 626/3، اسد الغابۃ: 78/3 [3] زاد المعاد: 666/3، احمد: 169/4، ابن سعد: 327,326/1، ابن سید الناس: 255/2، فتوح مصر لابن عبد الحکم: 212۔

ثقفی ؓ تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بن کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا۔ جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد جذبہ توفیق الٰہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ عروہ ؓ کے گھر میں دس(10) بیویاں تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے چار [1] کو رکھ کر باقی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ [2]

جب عروہ ؓ اسلام سیکھ چکے تو انھوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے، اسلام کی منادی کرنے کی اجازت فرما دیجیے، نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری قوم تمہیں قتل کر دے گی۔ عروہ ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے۔ یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا اور وعظ اسلام شروع کر دیا۔ ایک روز

---

[1] اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ عرب میں کثرت زوجات کا رواج پہلے سے تھا۔ اور کوئی پابندی نہ تھی کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔ اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لامحدود کو محدود بنایا اور کثرت کے لیے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی۔ آج کل بہت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا۔ ایسا اعتراض کرنے والے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے رواج کثرت زوجات میں کوئی اصلاح کی تھی؟ اگر نہیں تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے جملہ مذاہب عالم میں سے اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی۔ انجیل متی 25 باب کو شروع سے پڑھ دیکھو جس میں ایک دولہا کے ساتھ 10 کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے۔ جن میں پانچ تو دولہا کے ساتھ جاتی اور پانچ اپنی نادانی سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہ تمثیل کثرت زوجات کی دلیل بھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں دو، تین، چار تک اجازت دے کر پھر یہ فرمایا گیا ہے: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ [النسآء:3] اگر یہ اندیشہ ہو کہ تم اپنی بیویوں کے لیے عدل نہ کر سکو گے تب صرف ایک بیوی کرنا۔ پھر یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ [النسآء:129] تم کبھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو۔ پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں سے پیشتر صرف ایک ہی بیوی کے الفاظ کو قانونی اور حکمی طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام کے لیے یہی فخر اور فضل کافی ہے۔ کتاب ہذا کے موضوع سے زائد ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کے جواز پر عقلی و نقلی دلائل کا یہاں بیان کیا جائے۔ لیکن مختصراً اس جگہ اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ جب قومی عزت و وقار کا حصر کثرت آبادی پر ہو تب اس وقت قومی عزت کے لیے ایک سے زیادہ بیوی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ گو ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا۔ لیکن دنیا کے عقل مند جانتے ہیں کہ مبارک وہ ہیں جو قوم کے لیے اپنے آپ کی قربانی کر دیتے ہیں۔

[2] لفظ طلاق سے بھی یورپین مصنف بہت برہم ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں کہ جسٹس کوڈ(Justice Code) میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کے لیے بحال رکھی گئی ہے۔ وہ یہ بھی فراموش کر دیتے ہیں کہ آج دنیا میں صرف یورپ ہی ہے جہاں طلاق بکثرت دی جاتی ہے۔ اور طلاق منظور کرنے والی عدالتیں جداگانہ یورپ ہی میں ہیں۔ اسلام نے تو یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھا دی ہیں۔ جس سے طلاق کی رسم قریباً ملیامیٹ ہوگئی۔ (1)۔ مہر زوجہ طلاق کی روک ہے۔ طلاق شرعی تین (3) ہیں۔ ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہیے۔ یہ تین مہینے کی میعاد بھی طلاق کے لیے روک ہے۔ (2) آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں رہیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیے ہے۔ (3) طلاق پردہ کو وہ ضروری ہیں اور یہ بھی اہل غیرت کے لیے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے طلاق کی روک ہے۔ (4) مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک کوئی اور اس سے نکاح نہ کر لے اور پھر اتفاق وقت سے نہ چھوڑے۔ یہ سخت دشوار شرط بھی طلاق کے لیے روک ہے۔ (5) سب سے بڑھ کر ان ابغض الحلال عند الله الطلاق (ابوداؤد:2178، ابن ماجہ 2018) سب سے زیادہ طلاق کو روکنے والی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: ''جائز کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ (6) قرآن مجید میں ہے نبی ﷺ نے اپنے صحابی زید ؓ سے فرمایا: ﴿امسك عليك زوجك واتق الله﴾ (الاحزاب: 37) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے (اور اسے طلاق دینے میں) اللہ سے ڈر۔ لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی کو طلاق دینے کی بابت کہا گیا ہو۔ (7) قرآن مجید نے ظہار کو لغو ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی۔ اس سے بھی طلاق کی کمی ہوگئی۔ (8) قرآن مجید نے ایلاء کی اصلاح کی۔ حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق کے حق میں ہی مستعمل ہوتا تھا اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی۔ (9) قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے کہ ناچاقی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کنبہ کا۔ ایک شخص ثالث بیوی کے کنبہ کا مقرر کیے جائیں۔ اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں اصلاح کرا دیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیے ہے۔ اگر کسی مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدابیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے۔ ان احکام کا عملی نتیجہ دیکھو کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے لیکن یورپ میں جو عدم جواز طلاق کے مسئلہ پر متکبر ہے کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی محلہ ایسا نہ ملے گا جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں۔ (محمد سلیمان)

☐ مصنف کی یہ بات حقیقت کے برعکس ہے کہ ہر حیض کے بعد اور ہر ماہ طلاق دی جائے، جب کہ ایک طلاق کے بعد ہی اگر خاوند رجوع نہ کرے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر بیوی پہلے خاوند کے گھر ہی بسنا چاہتی ہو تو دونوں میں تجدید نکاح ہو سکتا ہے۔

یہ اپنے بالا خانہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی شقی نے تیر چلایا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

اگرچہ عروہ رضی اللہ عنہ جانبر نہ ہوئے لیکن جو آواز انھوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی وہ دلوں پر اثر کیے بغیر نہ رہی۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ قوم نے اپنے چند سرکردگان کو منتخب کیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں اس لیے بھیجا کہ اسلام کی نسبت پوری واقفیت حاصل کریں۔

یہ وفد 9 ہجری میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ وفد کا سردار عبد یا لیل تھا۔ جس کے سمجھانے کو نبی ﷺ کو وہ طائف پر 10 نبوت میں گئے تھے اور انھوں نے وعظ کے سننے سے انکار کر کے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبی ﷺ کی تضحیک و تحقیر کے لیے مقرر کر دیا تھا اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول اللہ ﷺ پر پتھر برسائے گئے، کیچڑ پھینکا گیا تھا۔

قوم کی عزت کا سبق

نبی ﷺ نے وہاں آتے ہوئے یہ فرما دیا تھا کہ میں ان کی بربادی کے لیے دعا نہیں کروں گا کیوں کہ اگر یہ خود اسلام نہ لائیں گے تو ان کی آئندہ نسلوں کو اللہ ایمان عطا کرے گا۔ اب وہی دشمن اسلام خود بخود اسلام کے لیے اپنے دل میں جگہ پاتے اور دلی شوق و روحی طلب سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ یہ (اہل ثقیف) میری قوم کے لوگ ہیں۔ کیا میں انھیں اپنے پاس اتار لوں اور ان کی تواضع کروں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: لَا اَمْنَعُكَ تُكْرِمُ قَوْمَكَ ''میں منع نہیں کرتا کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو لیکن ان کو ایسی جگہ اتارو، جہاں قرآن کی آواز ان کے کان میں پڑے۔''

الغرض ان کے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے، جہاں سے یہ قرآن بھی سنتے تھے اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے۔ اس تدبیر سے ان کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا اور انھوں نے نبی ﷺ کے دست مبارک پر بیعت اسلام کر لی۔ انھوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت چاہی کہ ہم کو ترک نماز کی اجازت دی جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: لَا خَيْرَ فِيْ دِيْنٍ لَيْسَ فِيْهِ رُكُوْعٌ (جس مذہب میں نماز نہیں اس میں کوئی بھی خوبی نہیں) پھر انھوں نے کہا: اچھا ہمیں جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور نہ زکوۃ ہم سے لی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ شرط قبول کر لی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے۔ [1]

عبد یا لیل نے جوان کا سردار تھا مختلف اوقات میں نبی ﷺ سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی۔

[1] زنا حرام ہے

یا رسول اللہ ﷺ! زنا کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہماری قوم کے لوگ اکثر وطن سے دور رہتے ہیں، اس لیے زنا

---

[1] سنن ابی داود: 3026,3025، احمد: 218/4، زاد المعاد: 599/3، آنحضرت ﷺ کے ہدی مبارک کو دیکھو کہ کس حکمت سے نومسلموں پر شرائع اسلام کی تعمیل کا بار ڈالا کرتے تھے۔ ''دعوت اسلام'' ص: 462 میں ہے کہ وال ویمر زار روس مسلمان ہونے کو تیار تھا۔ اس شرط پر کہ وہ شراب کا پینا ترک نہ کرے گا۔ اس وقت کے عالم نے اس شرط کو قبول نہ کیا۔ زار مذکور جو بت پرستی سے متنفر ہو گیا مایوس ہو کر عیسائی بن گیا۔ اگر اس عالم کو ہدی محمدی ﷺ سے واقفیت ہوتی تو آج سلطنت روس میں تقریباً سب مسلمان ہوتے۔

نوٹ: حلت و حرمت کا اختیار صرف ذات باری تعالیٰ کو ہے اور ویسے بھی مذکورہ بالا حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

کے بغیر کچھ چارہ ہی نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''زنا تو حرام ہے اور اللہ پاک کا اس کے لیے یہ حکم ہے'': ﴿ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی اسرائیل:32] ''تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو سخت بے حیائی اور بہت برا طریق ہے۔''

② سود کا روپیہ لینا حرام ہے

یا رسول اللہ ﷺ! سود کے بارہ میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو بالکل ہمارا ہی مال ہوتا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرہ:278]

''اے ایمان والو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے وہ بھی چھوڑ دو۔''

③ شراب کا استعمال حرام ہے

یا رسول اللہ ﷺ! خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے اور اس کے بغیر تو ہم نہیں رہ سکتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: شراب کو اللہ نے حرام کر دیا ہے: دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدہ:90]

''اے ایمان والو! شراب، جوا، انصاب وازلام ناپاک وگندے، شیطانی کام ہیں، ان سے بچا کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

دوسرے روز اس نے آ کر کہا: خیر ہم آپ کی سب باتیں مان لیں گے لیکن (ربّہ) کو کیا کریں؟ (ربّہ مونث ہے لفظ رب کی جس دیوی کے بت کو یہ پوجا کرتے تھے اسے ربّہ کہا کرتے تھے) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے گرا دو۔''

وفد کے لوگوں نے کہا: ہائے ہائے! اگر ربّہ کو خبر ہو گئی کہ آپ اسے گرا دینا چاہتے ہیں تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالے گی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: افسوس! ابن عبدیالیل رضی اللہ عنہ تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے۔ ابن عبدیالیل نے کھسیانہ ہو کر کہا: عمر رضی اللہ عنہ ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

اسے گرانے کی ذمہ داری حضور ﷺ خود لیں، کیوں کہ ہم تو اسے کبھی نہیں گرائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خیر میں گرانے والے کو بھی بھیج دوں گا۔''

ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ اس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجیے گا۔ وہ ہمارے ساتھ نہ جائے۔ ①

الغرض یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے وہ مسلمان ہو کر وطن واپس چلے گئے۔ انھوں نے چلتے وقت کہا کہ ہمارے لیے کوئی امام

① معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبدیالیل رضی اللہ عنہ جو طائف کا حکمران رئیس تھا، ایک ہوشیار شخص تھا۔ وہ اپنے آپ کو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لیے بظاہر اعتراضات و سوالات کرتا تھا تاکہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث ومباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا۔ جاہلوں کو سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

مقرر کر دیجیے۔

ان ہی میں ایک شخص عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ تھا جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا۔ کبھی رسول اللہ ﷺ سے، کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھ لیا کرتا۔ آنحضرت ﷺ نے اسی کو ان کا امام مقرر فرما دیا۔

وفد نے راستہ میں مشورہ کیا کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیے۔ جب یہ وطن پہنچ گئے تو قوم نے پوچھا: کہو کیا حال ہوا؟

وفد نے کہا: ہمیں ایک سخت خو، درشت گو شخص سے سابقہ پڑا جو ہمیں ان ہونی باتوں کا حکم دیتا ہے مثلاً لات وعزیٰ کو توڑ دینا، تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا، شراب، زنا کو حرام سمجھنا۔ قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں مانیں گے۔

وفد نے کہا: اچھا ہتھیاروں کو درست کر و اور جنگ کی تیاری کرو۔ قلعوں کی مرمت کر لو۔ دو دن تک ثقیف اس ارادے پر جمے رہے۔ تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے۔

بھلا محمد ﷺ کے ساتھ ہم کیوں کر لڑ سکیں گے۔ سارا عرب تو اس کی اطاعت کر رہا ہے۔ پھر وفد کے لوگوں نے کہا، جاؤ جو کچھ بھی وہ کہتا ہے قبول کر لو۔

وفد نے کہا: اب ہم تم کو صحیح صحیح بتلاتے ہیں۔ ہم نے محمد ﷺ کو تقویٰ میں اور وفا میں رحم میں اور صدق میں سب سے بڑھ کر پایا۔ ہم تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی۔

قوم نے کہا کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا اور ہم کو ایسے سخت غم والم میں کیوں ڈالا۔ وفد نے کہا: ہمارا مدعا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے اشخاص خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہنچ گئے۔ انھوں نے لات کے گرادینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ ثقیف کے سب مرد وزن، بوڑھے، بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے۔ پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کے توڑنے کے لیے تیر چلایا مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے۔ یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اٹھے، رب نے مغیرہ کو دھتکار دیا ہے اور ربہ (1) نے اسے قتل کر ڈالا۔ اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے۔ تم کچھ ہی کوشش کرو مگر اسے نہیں گرا سکتے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خفا ہو کر کہا: ثقیف والو، تم بہت ہی بے وقوف ہو۔ یہ پتھر کا ٹکڑا کر بھی کیا سکتا ہے۔ لوگو! اللہ کی عافیت قبول کرو اور اس کی بندگی کرو۔

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اول اس بت کو توڑا اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گیا اور انھیں گرانا شروع کر دیا۔ باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے اور اس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کے چھوڑا۔

مندر کا پجاری کہنے لگا کہ مندر کی بنیاد انھیں ضرور غرق کر دے گی۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی اور اس طرح قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔ (2)

---

(1) ربہ دیوی کو کہا کرتے تھے۔ (2) زاد المعاد: 3/595-598

④ وفد عبدالقیس کا حال

قبیلہ عبدالقیس کا وفد خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا نبی ﷺ نے پوچھا تم کس قوم سے ہو؟ عرض کیا: قوم ربیعہ سے، نبی ﷺ نے انھیں خوش آمدید فرمایا۔

انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں۔ ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں اس لیے صاف اور واضح طور پر سمجھا دیا جائے، جس پر ہم عمل کرتے رہیں اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔

فرمایا: میں چار چیزوں پر عمل کرنے کا اور چار چیزوں سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہوں۔ جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں:

(1) اکیلے اللہ پر ایمان لانا، اس سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت ادا کرنا۔ (2) نماز۔ (3) زکوٰۃ۔ (4) رمضان کے روزے اور مال غنیمت سے خمس نکالنا۔

چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے، یہ ہیں:

(1) دبا (تونبا)۔ (2) حنتم (لاکھی برتن)۔ (3) نقیر (شراب کے لیے لکڑی کا ایک برتن)۔ (4) مزفت (قیر آلودہ برتن) ① ان باتوں کو یاد رکھو اور پچھلوں کو بھی بتا دو۔

انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ، حضور ﷺ کو معلوم ہے کہ نقیر کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: ''جانتا ہوں کھجور کے درخت میں زخم لگا کر عرق نکالتے ہیں اور اس میں کھجوریں ڈالا کرتے ہو، اس پر پانی ڈالتے ہو، اس میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جب جوش بیٹھ جاتا ہے تب پیا کرتے ہو۔ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اس نشہ میں اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر ڈالے۔'' (عجیب بات یہ ہے کہ اسی وفد میں ایک شخص بھی تھا جس نے نقیر کے نشہ میں اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔)

ان لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں۔ فرمایا: مشکوں میں جن کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے یہاں چوہے بکثرت ہوتے ہیں۔ اس لیے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں۔ فرمایا: ''خواہ سالم ہی نہ رہیں۔'' ②

اسی وفد کے ساتھ جارود بن بشر بن المعلی بھی آیا تھا۔ یہ مسیح المذہب تھا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں۔ اگر ہم اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں۔ فرمایا: ہاں، میں ضامن بنتا ہوں کیوں کہ جس مذہب کی میں دعوت دے رہا ہوں، یہ اس مذہب سے بہتر ہے جس پر تم اب ہو۔

---

① بخاری: 53، مسلم: 17۔ اس قوم میں شراب بکثرت پائی جاتی، بنائی جاتی، ذخیرہ کی جاتی، نبی ﷺ نے حرمت شراب کا حکم دیتے وقت ان ظروف کا استعمال بھی منع فرما دیا جن میں شراب پی جاتی یا رکھی جاتی تھی۔ جب قوم سے شراب کی عادت چھوٹ گئی۔ تب ان برتنوں کے استعمال سے ممانعت بھی دور کر دی گئی تھی۔ اس سے مسلمان بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نبی ﷺ کیسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

دبا: کدو کو درمیان سے کھرچ کر (اندر سے خالی کر کے) ایک طرح کا برتن بنا لیا جاتا تھا۔

حنتم: ایسا مٹکا جس کی بیرونی سطح پر روغن کر لیا جاتا۔

نقیر: کھجور کی جڑ کی لکڑی جسے درمیان سے خراد کر بطور برتن استعمال کیا جاتا تھا۔

مزفت: مٹی کا ایسا برتن جس کے باہر تارکول پھیر دیا جائے۔ ② مسلم: 7، زاد المعاد: 606/3

جارود کے ساتھ اور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے۔ (1)

(5) وفد بنی حنیفہ

بنو حنیفہ کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ (2) کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ یہ وفد مدینہ آ کر مسلمان ہوا تھا۔ اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ وہ مدینہ میں آ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر محمد ﷺ یہ اقرار کریں کہ مجھے ان کا جانشین بنایا جائے گا تو میں بیعت کروں گا۔

نبی ﷺ نے یہ سنا حضور ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، فرمایا: ''میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔ اگر وہ بیعت نہ کرے گا تو اللہ اسے تباہ فرمائے گا۔ اس کا انجام اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھلا دیا ہے۔ یعنی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب ہی میں وحی سے معلوم ہوا کہ انھیں پھونک سے اڑا دو۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان سے مراد مسیلمہ کذاب اور عنسی صاحب صنعا ہے۔'' (3)

مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا مگر نبی ﷺ کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا۔ اس سے مدعا اس کا غالباً یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں۔

10 ہجری میں مسیلمہ کذاب اور نبی ﷺ میں یہ خط و کتابت ہوئی۔

مِنْ مُسَيْلَمَةَ رَسُوْلِ اللهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لَنَا نِصْفُ الْاَرْضِ وَ لِقُرَيْشٍ نِصْفُهَا۔ لَا يُنْصِفُوْنَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

''اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام۔ واضح ہو کہ نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ آپ پر سلام ہو۔''

نبی ﷺ نے جواب دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ (کتب ابی ابن کعب) (4)

''اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ اللہ کے نبی محمد ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ واضح ہو زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت تو تقویٰ شعار لوگوں

(1) ابن حبان: 1171، ترمذی: 1882، ابن ماجہ: 2502، احمد: 80/5، زاد المعاد: 606/3، ابن ہشام: 275/2 (2) بخاری: 7372

(3) صحیحین میں بروایت نافع بن جبیر عن ابن عباس۔ مسیلمہ اور عنسی دو کذاب شخص گذرے ہیں جنھوں نے نبی ﷺ کی دیکھا دیکھی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔ اللہ نے دونوں کو تباہ کر دیا۔ کامیابی اور ابدی صداقت کی رفاقت اسی کو ملی جو اللہ کا سچا رسول تھا۔ قرآن مجید میں پیش گوئی موجود ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ [الفتح 28] اللہ نے اپنے رسول کو ہدایتوں اور صداقتوں کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے کہ وہ باقی سب مذہبوں کے اوپر ظہور پائے۔ (بخاری: 4373، مسلم: 2273)

(4) مسند احمد: 487/3، ابوداود: 2772,2761، اخرجہ الطیالسی: 238/1، ابن ہشام: 576/2، ابن سعد: 316/1۔

کے لیے ہے۔ سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا خط حبیب بن زید بن عاصم ﷺ لے کر گئے تھے۔ کذاب نے ان کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹوا دیے تھے۔ [1]

[6] وفد طے کا بیان

قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید الخیل تھا، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی وہ دیکھنے کے وقت اس سے کم ہی نکلا۔ ایک زید الخیل اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر اس کا نام زید الخیر رکھ دیا۔ یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے۔ [2]

[7] وفد اشعر یمین کا حال

قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ ان کے آنے پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''اہل یمن آئے، جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں۔'' [3]

ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی۔ مسکنت بکریوں والوں میں، فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے جو مشرق کی طرف رہتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے تو یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

غَدًا نَلْقَى الأَحِبَّهْ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهْ

''کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔'' [4]

[8] وفد ازد کا حال

یہ وفد سات (7) اشخاص کا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے ان کی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا: تم کون ہو؟ انھوں نے کہا: ہم مومن ہیں۔

ایمان کی حقیقت

نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتلاؤ کہ تمھارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم پندرہ خصلتیں رکھتے ہیں۔ پانچ (5) وہ ہیں جن پر اعتقاد رکھتے ہیں اور پانچ (5) وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا۔ پانچ (5) وہ ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں۔

پانچ (5) باتیں جن پر حضور ﷺ کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا، یہ ہیں: (1) ایمان باری تعالیٰ پر (2) فرشتوں پر

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص:95۔ اس جگہ قارئین کی اطلاع کے لیے اس قدر درج کر دینا ضروری ہے کہ مسیلمہ پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی تھی۔ مسیلمہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کفر میں، میں نے ایک عظیم انسان کو مارا تھا تو اسلام میں آ کر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے۔ اللہ نے میرے گناہ کی تلافی کر دی۔ [2] زاد المعاد 616/3 زید الخیر شاعر، خطیب بہادر و زبان آور تھے۔ ان کے دو بیٹے مکنف و حریث بھی صحابی ہیں۔ (زاد المعاد: 617/3) [3] مسلم: 52، احمد: 84/4، زاد المعاد: 619/3۔ [4] زاد المعاد: 619/3، احمد: 155/3، ابن سعد: 348/1

(3) اللہ کی کتابوں پر (4) اللہ کے رسولوں پر (5) مرنے کے بعد جی اٹھنے پر۔

پانچ (5) باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتلائی گئی ہیں۔

(1) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا۔ (2) پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا (3) زکوۃ دینا (4) رمضان کے روزے رکھنا (5) بیت الحرام کا حج کرنا، جسے راہ کی استطاعت ہو۔

پانچ (5) باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں: (1) آسودگی کے وقت شکر کرنا (2) مصیبت کے وقت صبر کرنا (3) قضائے الٰہی پر رضامند ہونا (4) امتحان کے مقامات میں راست بازی پر قائم رہنا (5) اعدا کو شماتت نہ دینا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنھوں نے ان باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم وعالم تھے اور ان کی دانش مندی سے معلوم ہوتا ہے کویا وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔ اچھا پانچ (5) چیزیں اور بتا دیتا ہوں تاکہ پوری بیس (20) خصلتیں ہو جائیں۔

مزید پانچ باتیں

- ☐ وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو۔
- ☐ وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو۔
- ☐ ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو۔
- ☐ اللہ کا تقویٰ رکھو جس کی طرف لوٹ جانا ہے اور جس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔
- ☐ ان چیزوں کی رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی۔ جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔

ان لوگوں نے نبی ﷺ کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ [1]

[9] فروہ بن عمرو الجذامی رضی اللہ عنہ کی سفارت آنے کا ذکر

عرب کا جتنا شمالی حصہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا اس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ اس کا دارالحکومت معان تھا۔ فلسطین کا متصل علاقہ بھی اسی کی حکومت میں تھا۔

نبی ﷺ نے اسے نامہ مبارک (دعوت اسلام کا) بھیجا تھا۔ فروہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت ﷺ کے لیے ایک سفید رنگ کا قیمتی خچر ہدیہ میں بھیجا تھا۔

جب بادشاہ قسطنطنیہ کو اس کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی تو اسے حکومت سے واپس بلا لیا۔

پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا۔ جب فروہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو اسے قید کر دیا گیا۔ آخر یہ رائے ہوئی کہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ شہر فلسطین میں ''عفراء'' نامی تالاب پر اسے پھانسی دی گئی۔ جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا تو اس نے یہ شعر پڑھے: [2]

اَلَا هَلْ اَتٰى سَلْمٰى بِاَنَّ خَلِيْلَهَا ... عَلٰى مَاءِ عَفْرَا فَوْقَ اِحْدَى الرَّوَاحِلِ

عَلٰى نَاقَةٍ لَمْ يَضْرِبِ الْفَحْلُ اُمَّهَا ... مُشَذَّبَةٌ اَطْرَافُهَا بِالْمَنَاجِلِ

---

[1] زاد المعاد: 672/3 از کتاب معرفۃ الصحابہ لابی نعیم المتوفی 336۔ [2] ان اشعار میں پھانسی کی پہیلی ہے۔

جان دینے سے پیشتر یہ شعر بھی پڑھا:

بَلِّـغْ سَـــرَاةَ الْمُـــسْلِمِیْنَ بِاَنَّنِیْ   سِلْمٌ لِرَبِّیْ اَعْظُمِیْ وَمُقَامِیْ [1]

(10) وفد ہمدان

یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان میں اشاعت اسلام کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔ وہ وہاں چھ (6) ماہ تک رہے۔ اسلام نہ پھیلا۔ نبی ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا۔ ان کے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خط جب نبی ﷺ نے سنا تو سجدۂ شکر ادا کیا اور زبان مبارک سے فرمایا: **السّلام عَلٰی همدانَ** (ہمدان کو سلامتی ملے)

یہ وفد انہی لوگوں کا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لا چکے تھے اور دیدار نبوی ﷺ سے مشرف ہونے آئے تھے۔

مالک بن نمط رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار نبی ﷺ کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے۔

اِلَیْکَ جَـــاوَزْنَ سَـــوَادَ الـــرِّیْفِ   فِـیْ هَـبَوَاتِ الـصَّیْفِ وَالْـخَـرِیْفِ

مُـــخَـــطَّـــمَـــاتٍ بِـــحِـبَـــالِ الـــلِّیْفِ [2]

(11) وفد طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ کے ''سوق المجاز'' میں کھڑا تھا، اتنے میں ایک شخص وہاں آیا جو پکار پکار کر کہتا تھا:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔

''لوگو! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو فلاح پاؤ۔''

ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے آیا جو کنکریاں اسے مارتا اور کہتا تھا:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ لَا تُصَدِّقُوْهُ فَاِنَّه، كَذَّابٌ

''لوگو! اسے سچا نہ سمجھو، یہ جھوٹا شخص ہے۔''

میں نے دریافت کیا کہ یہ کون کون ہیں؟

لوگوں نے کہا: یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سمجھتا ہے۔ اور دوسرا اس کا چچا عبدالعزی ہے (ابولہب کا نام عبدالعزی تھا[3])

طارق کہتا ہے کہ اس کے بعد برسوں گذر گئے اور نبی ﷺ مدینہ جا رہے۔ اس وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا، مدینہ گئے۔ تا کہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں۔ جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچ گئے تو ہم اس لیے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے

---

[1] زاد المعاد: 646/3، ابن ہشام 592/2 [2] زاد المعاد ص 622/3 [3] اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی ﷺ نے کیسی محبت اور صبر واستقلال سے قوموں کو توحید کی دعوت دی تھی۔ دشمن کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

اتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہوں گے۔

اتنے میں ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادریں تھیں۔ اس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے، کدھر جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ ربذہ سے آئے ہیں اور یہیں تک قصد ہے۔ پوچھا: ''مدعا کیا ہے؟''

ہم نے کہا: ''کہ کھجوریں خرید کرنی ہیں۔''

ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کے مہار ڈالی ہوئی تھی۔

اس شخص نے کہا: ''یہ اونٹ بیچتے ہو؟'' ہم نے کہا: ''ہاں، اس قدر کھجوروں کے بدلے دیں گے۔'' اس شخص نے یہ سن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا اور مہار شتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا۔ جب شہر کے اندر جا پہنچا تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے کہ یہ ہم نے کیا کیا؟ اونٹ ایسے شخص کو دے دیا جس سے ہم واقف تک نہیں اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام نہ کیا۔

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم) کی عورت بھی تھی۔ وہ بولی کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصے جیسا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی۔

ہم یہی باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا۔ کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے (اور قیمت شتر) کی کھجوریں بھیجی ہیں۔ (تمہاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو۔ جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے تو شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کر رہا ہے۔ ہم نے مندرجہ ذیل آپ ﷺ کے الفاظ سنے:

تَصَدَّقُوا، فَإِنَّ الصَّدَقَةَ خَيْرٌ لَّكُمْ، اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى اُمَّكَ وَاَبَاكَ وَاُخْتَكَ وَ اَخَاكَ وَ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔

''لوگو! خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمہارے لیے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو، باپ کو، بہن کو بھائی کو پھر قریبی کو اور دوسرے قریبی کو دو۔'' [1]

[12] وفد نجیب

قبیلہ نجیب کے تیرہ (13) شخص حاضر ہوئے تھے۔ یہ اپنے قوم کے مال و مواشی کی زکوۃ لے کر آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلہ کے فقراء پر تقسیم کر دو۔ انھوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ ﷺ فقراء کو دے کر جو بچ رہا ہے ہم وہی لے کر آئے ہیں۔

ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ جس کی بہبودی چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔'' [2]

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے چند باتوں کا سوال کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو جوابات لکھوا دیے تھے۔ [3]

---

[1] اخرجه الحاكم في المستدرك 611/2: سنده قابل للتحسين و صححه و وافقه الذهبي، زاد المعاد: 650/3۔ [2] مصنف ابن ابی شیبہ: 222/3 [3] جو لوگ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قلم بند نہیں کی گئیں۔ وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں۔

[1] اخرجه الحاكم في المستدرك 611/2: سنده قابل للتحسين و صححه و وافقه الذهبي، زاد المعاد: 650/3۔ [2] مصنف ابن ابی شیبہ: 222/3 [3] جو لوگ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قلم بند نہیں کی گئیں۔ وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں۔

یہ لوگ قرآن اور سنن ہدیٰ کے سیکھنے میں بہت راغب تھے۔اس لیے نبی ﷺ نے بلال ؓ کو ان کی تواضع کے لیے خاص طور پر متعین کر دیا تھا۔

یہ لوگ واپسی کی اجازت کے لیے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے۔صحابہ ؓ نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کے لیے کیوں گھبراتے ہو؟

کہا: دل میں یہ جوش ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیے ہیں، نبی اللہ ﷺ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے، جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آ کر حاصل ہوئے ان سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو عطیات سے سرفراز کیا اور رخصت فرمایا۔ پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! ایک نوجوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس ہم نے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا اسے بھی بھیج دینا۔ وہ حاضر ہوا تو اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! حضور نے میری قوم کے لوگوں پر لطف و رحمت کی ہے، مجھے بھی کچھ مرحمت فرمائیے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟

کہا: یارسول اللہ ﷺ میرا مدعا اپنی قوم کے مدعا سے الگ ہے۔

اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں اسلام کی محبت سے آئے ہیں اور صدقات کا مال بھی لائے تھے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟

التماس دعا

کہا: میں اپنے گھر سے صرف اس لیے آیا تھا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنا دے۔

نبی ﷺ نے اس کے لیے یہی دعا فرما دی۔ 10 ہجری کو جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تو اس قبیلہ کے لوگ پھر حضور ﷺ سے ملے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: اس نوجوان کی کیا خبر ہے؟ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس جیسا شخص کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، اس جیسا قانع کوئی سنا ہی نہیں گیا۔ اگر دنیا بھر کی دولت اس کے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ [1]

(13) وفد بنی سعد ھذیم

یہ قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ تھی، جس وقت یہ مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تو دیکھا کہ نبی ﷺ ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔

انھوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر ہم کو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے ایک طرف ہو کر الگ بیٹھے رہے جب آنحضرت ﷺ ادھر سے فارغ ہوئے، ان کو بلایا، پوچھا: کیا تم مسلمان ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا تم اپنے بھائی کے لیے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے؟

---

[1] زاد المعاد: 3/650، 651، شرح المواہب: 4/50-51، ابن سید الناس: 2/246، 248، ابن سعد: 1/323۔ جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں انھیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا چاہیے۔

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا

عرض کیا ہم سمجھتے تھے کہ بیعت رسول ﷺ سے پہلے ہم کوئی کام بھی کرنے کے مجاز نہیں۔ فرمایا جس وقت تم نے اسلام قبول کیا اسی وقت سے تم مسلمان ہو گئے ہو۔

اتنے میں وہ مسلمان بھی آ پہنچا جسے یہ اپنی سواریوں کے پاس بٹھلا آئے تھے۔ وفد نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہم سے چھوٹا ہے اور اس لیے ہمارا خادم ہے۔ فرمایا: "اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ" ہاں (چھوٹا) اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے" اللہ اسے برکت دے۔ اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہو گیا۔

جب وفد لوٹ کر وطن کو گیا تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔ [1]

(14) وفد بنو اسد

یہ دس (10) شخص تھے، جن میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے ان میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ اکیلا ہے، لاشریک ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ دیکھیے یا رسول اللہ ﷺ! ہم از خود حاضر ہو گئے ہیں اور آپ نے ہمارے ہاں کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔

﴿ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الحجرات:17]

"یہ لوگ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں، کہہ دو کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم اس دعویٰ میں سچے بھی ہو۔"

منت منہ کے خدمت سلطان ہمی کنی!
منت شناس زو کہ بخدمت بداشتت

پھر ان لوگوں نے سوال کیا کہ جانوروں کی بولیوں اور شگونوں وغیرہ سے فال لینا کیسا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان سب سے انھیں منع فرمایا۔

انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ یعنی خط کشی (رمل) اس کی بابت کیا ارشاد ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے ایک نبی علیہ السلام نے لوگوں کو سکھلایا تھا جس کسی کو صحت سے وہ علم مل گیا بے شک وہ تو علم ہے۔ [2]

(15) وفد بہراء

یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے آ کر اونٹ بٹھلائے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے

---

[1] زاد المعاد:652/3، ابن سعد:1/329، ابن سید الناس:248/2 [2] مسلم:537، احمد:447/5، ابوداؤد:930، زاد المعاد:655/3

یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے آ کر اونٹ بٹھلائے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے

[1] زاد المعاد:652/3، ابن سعد:1/329، ابن سید الناس:248/2 [2] مسلم:537، احمد:447/5، ابوداؤد:930، زاد المعاد:655/3

لیے کچھ تیار کرو اور خود ان کے پاس گئے اور خوش آمدید کہہ کر اپنے گھر پر لے آئے۔ ان کے سامنے ''حیس'' رکھا گیا۔ حیس ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستو ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے۔ گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈال دیا کرتے ہیں۔

طعام میں برکت

اسی کھانے میں سے کچھ نبی ﷺ کے لیے بھی مقداد رضی اللہ عنہ نے بھیجا۔ نبی ﷺ نے کچھ کھا کر وہ برتن واپس فرما دیا۔ اب مقداد رضی اللہ عنہ [1] دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے، مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ حیرت ہوئی آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا:

مقداد رضی اللہ عنہ! ہم نے تو سنا تھا کہ مدینے والوں کی خوراک ستو، جو وغیرہ ہیں۔ تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے، جو ہر روز ہم کو میسر بھی نہیں آ سکتا اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں۔

مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: صاحبو! یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی برکت ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ کے انگشت ہائے مبارک لگ چکی ہیں۔

یہ سنتے ہی سب نے باتفاق کہا اور اپنا ایمان تازہ کیا کہ بے شک وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

یہ لوگ مدینہ منورہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے، قرآن اور احکام سیکھے اور واپس چلے گئے۔ [2]

(16) وفد عذرہ کا بیان

بماہ صفر 9 ہجری یہ وفد حاضر ہوا تھا۔ 12 شخص اس میں تھے۔ ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھا۔ نبی ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟

انھوں نے کہا: ہم بنی عذرہ ہیں اور قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ہم نے قصی کو ترقی دلائی اور خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے باہر نکالا تھا۔ اس لیے ہم کو قرابت حاصل ہے اور نسب بھی۔ آنحضرت ﷺ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا۔

اور یہ بھی بشارت سنائی کہ عنقریب شام فتح ہو جائے گا۔ ہرقل ان کے علاقہ سے بھاگ جائے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ کاہنوں سے جا کر سوال نہ کیا کریں اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں آئندہ نہ کریں۔ اب صرف عید اضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی۔ یہ لوگ کچھ دنوں مدینہ طیبہ میں رہے اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔ [3]

(17) وفد خولان

یہ دس (10) شخص تھے جو بماہ شعبان 10 ہجری کو خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے آ کر عرض کیا کہ ہم اپنی قوم کے پسماندوں کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کا ہم پر احسان ہے۔ ہم یہاں محض زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

---

[1] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ قوم کندہ سے ہیں بوجہ تبنیت قرشی الزہری کہلاتے ہیں۔ نجبائی رسول اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ 35 ہجری کو عمر 70 سال وفات پائی۔ مدینہ میں دفن ہوئے۔ [2] زاد المعاد: 656/3، ابن سعد: 331/1، ابن سید الناس: 251/2۔ [3] زاد المعاد: 657/3، ابن سعد: 33/1، ابن سید الناس: 252,251/2

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ زَارَنِيْ بِالْمَدِيْنَةِ كَانَ فِيْ جِوَارِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ① (جس نے مدینہ آ کر میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''عم انس کا کیا ہوا؟'' (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا معبود تھا) وفد نے عرض کیا: ہزار شکر ہے کہ اللہ نے حضور ﷺ کی تعلیم کو ہمارے لیے اس کا بدل بنا دیا ہے۔ بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں جو اس کی پوجا کیے جاتی ہیں۔

اب ان شاء اللہ ہم اسے جا کر گرا دیں گے۔ ہم مدتوں دھوکے اور فتنہ میں رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی دن کا واقعہ تو سناؤ۔

وفد نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک دفعہ ہم نے سو (100) نرگاؤ (بیل) جمع کیے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیے قربان کیے گئے اور درندوں کے لیے چھوڑ دیے گئے حالانکہ ہم کو گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔

انھوں نے عرض کیا کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا تو اس کا وسطی حصہ عم انس کے لیے مقرر کرتا اور ایک کنارے کا اللہ کے نام مقرر کر دیتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو اللہ کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے مگر عم انس کا حصہ اللہ کے نام پر نہ کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرائض دین سکھلائے اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی۔

نبی ﷺ کی تعلیم کا نمونہ

- ☐ عہد پورا کرنا
- ☐ امانت کا ادا کرنا
- ☐ ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا
- ☐ کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا۔ ②

⑱ وفد محارب

یہ دس (10) شخص تھے جو قوم کے وکیل ہو کر 10 ہجری میں آئے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ ان کی مہمانی کے لیے مامور تھے۔ صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی ﷺ نے انھیں کو دیا۔ ان میں سے ایک شخص کو نبی ﷺ نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ پھر فرمایا: میں نے تمھیں پہلے بھی دیکھا ہے۔

یہ شخص بولا: اللہ کی قسم ہاں۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا بھی تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی اور میں نے بدترین کلام سے حضور ﷺ کو جواب دیا اور بہت بری طرح سے حضور ﷺ کے کلام کو رد کیا تھا۔ یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے جہاں حضور ﷺ لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔

اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دور در دور رہنے والا نہ تھا۔

---

① اتحاف السادۃ المتقین للعلامہ الزبیدی: 416/4 ② زاد المعاد: 662/3، ابن سید الناس: 253/2-254، ابن سعد: 324/1۔

وہ سب تو اپنے آبائی مذہب پر ہی مر گئے مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے آج تک باقی رکھا اور حضور ﷺ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب کے دل اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔'' اس شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میری پہلی حالت کے لیے معافی کی دعا فرمایئے۔

اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام ان سب باتوں کو مٹا دیتا ہے جو کفر میں ہوئی ہوں۔'' [1]

⑲ وفد غسان کا حال رمضان 10 ہجری

قبیلہ غسان کے تین شخص 10 ہجری میں نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کر کے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی۔ ان میں سے دو پہلے وفات پا چکے تھے اور ایک اس وقت تک زندہ تھا جب کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کیا تھا۔ [2]

⑳ وفد بنی الحارث

یہ وفد شوال 10 ہجری میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ ان کے علاقہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اشاعت اسلام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ان کی تعلیم سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں اطلاع بھیج دی اور خود ان کی تعلیم کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ نبی ﷺ نے لکھ بھیجا کہ تم واپس آ جاؤ اور قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ۔ اسی وفد میں قیس بن الحصین و عبداللہ بن قراد وغیرہ تھے۔

نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا وجہ ہے کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا۔

مغلوب نہ ہونے کی باتیں

انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے۔ [3] جب لڑائی کے لیے جمع ہوتے ہیں تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتدا نہیں کرتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''سچ ہے، یہی وجہ ہے۔''

㉑ وفد بنی عیش کا حال

یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا۔ یہ علاقہ نجران کے باشندے تھے۔ [4] یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم نے منادان اسلام سے سنا ہے کہ حضور ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں: لَا اِسْلَامَ لِمَنْ لَا هِجْرَةَ لَهٗ۔

---

[1] زادالمعاد: 3/663، 664، ابن سعد: 1/299، ابن سید الناس: 4/254۔ [2] زادالمعاد ص: 3/669، ابن سید الناس: 2/256، ابن سعد: 1/330، شرح المواہب

[3] زادالمعاد: 3/622 [4] زادالمعاد: 3/670

ہمارے پاس زر و مال بھی ہے اور مویشی بھی۔ جن پر ہماری گزران ہے۔ پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئیں گے اور مویشی ہمیں کیا فائدہ دیں گے؟ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اِتَّقُوا اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتُمْ۔ فَلَنْ يَلِتَكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا تم جہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو۔ تمھارے اعمال میں ذرہ بھی کمی نہیں آئے گی۔ [1]

اس جواب میں نبی ﷺ نے یہ بتلا دیا ہے کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود و تنگ کر لینا مناسب نہیں۔ مسلمانوں کو مختلف و دور دست ملکوں میں پہنچنا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیے۔

جو لوگ اب تک ترک وطن کر کے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا کرنا آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے برخلاف ہے اور صوابدید مذہب کے بھی خلاف ہے۔

(22) وفد غامد کا بیان

یہ وفد 10 ہجری میں آیا تھا۔ اس میں دس (10) آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر آ کر اترے۔ ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ کر آئے ہو، لوگوں نے کہا: ایک لڑکے کو۔ فرمایا: تمھارے بعد وہ سو گیا۔ ایک شخص آیا، خورجی (کپڑوں والا صندوق) چرا کر لے گیا۔ ایک شخص بولا: یارسول اللہ ﷺ! خورجی تو میری تھی۔ فرمایا: گھبراؤ نہیں وہ لڑکا اٹھا۔ چور کے پیچھے پیچھے بھاگا اسے جا پکڑا۔ سب اسباب صحیح سالم مل گیا۔

یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت سے جب واپس پہنچے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی طرح اس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے۔ نبی ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما دیا کہ انھیں قرآن یاد کرائیں اور شرائع اسلام سکھلا دیں۔ جب وہ واپس جانے لگے تو انھیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیے گئے۔ [2]

(23) وفد بنی فزارہ

جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آئے تو بنی فزارہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے، خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ ان کو اسلام کا اقرار تھا، ان کی سواری میں لاغر کمزور اونٹ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تمھاری بستیوں کا کیا حال ہے؟

ایک نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ بستیوں میں قحط ہے، مویشی مر گئے۔ باغ خشک ہو گئے۔ بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سنے۔ آپ ہماری سفارش اللہ سے کریں۔ اللہ ہماری سفارش آپ سے کرے۔

اللہ کسی کی سفارش نہیں کرتا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان باتوں سے پاک ہے۔ خرابی ہو تیرے لیے۔ بھلا میں تو اللہ کے شفاعت کروں گا۔ لیکن اللہ کس کے پاس شفاعت کرے۔ وہ معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ سب سے بزرگ تر ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اسی کا حکم ہے۔

---

[1] زاد المعاد: 670/3 [2] زاد المعاد: 671/3، ابن سعد: 345/1، ابن سید الناس: 258،257/2، شرح المواہب: 63/4

آنحضرت ﷺ نے ان کی قوم میں بارش کے لیے دعا فرمائی جو الفاظ محفوظ ہیں، وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَ بَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَ اَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا طَبَقًا وَاسِعًا عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ اَللّٰهُمَّ سُقْيَا رَحْمَةٍ لَا سُقْيَا عَذَابٍ وَ لَا هَدْمٍ وَ لَا غَرْقٍ وَ لَا مَحْقٍ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَانْصُرْنَا عَلَى الْاَعْدَآءِ۔

"اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر، اپنی رحمت کو پھیلا دے، اور اپنی مردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ الٰہی ہم پر فریادرس بارش جو راحت رساں، آرام بخش ہو، جلد آئے، دیر نہ لگائے، نفع پہنچائے، ضرر نہ کرے، سیراب کر دے۔ الٰہی ہم کو رحمت سے سیراب کر دے۔ نہ کہ عذاب ہدم و غرق و محق سے بھر دے۔ الٰہی بارش باراں سے ہمیں سیراب کر دے اور دشمنوں پر ہم کو نصرت عطا فرما۔ [1]

(24) وفد سلاماں شوال 10 ہجری

یہ سات (7) اشخاص تھے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ انہی میں حبیب بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ انھوں نے سوال کیا تھا: سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وقت پر نماز پڑھنا۔"

ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی۔ دعا فرمایئے رسول اللہ ﷺ نے زبان سے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اسْقِهِمُ الْغَيْثَ فِيْ دَارِهِمْ

حبیب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمایئے۔ نبی ﷺ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔ جب وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔ [2]

(25) وفد نجران

ان جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کے تحت میں دواوین احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیان نجران کے متعدد دفعہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لیے اسی ترتیب سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو عبداللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکیر میں ہے کہ نبی ﷺ نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اسقف نے اس خط کو پڑھا تو اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ کانپ اٹھا۔ اس نے فوراً شرحبیل بن وداعہ کو بلایا۔ یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا۔ کوئی بڑا کام بغیر اس کی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اسقف نے اسے خط دیا اور اس نے پڑھ لیا تو اسقف بولا: "ابو مریم! فرمایئے! آپ کی کیا رائے ہے؟"

شرحبیل نے کہا: "صاحب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل

---

[1] زاد المعاد: 654/3، ابوداود: 1176، حاکم: 532/1، بیہقی: 353/3، ابن سعد: 297/1، ابن سید الناس: 249/2۔

[2] زاد المعاد: 670/3، ابن سعد: 322/1، ابن سید الناس: 257/2۔

میں نبوت بھی ہوگی ۔ (1) ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہوسکتی ہے۔ کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اس پر پورا غور کرسکتا اور اپنی رائے عرض کرسکتا تھا۔''

اسقف نے کہا: ''اچھا بیٹھ جائیے۔''

اسقف نے پھر ایک دوسرے شخص کو جس کا نام عبداللہ بن شرحبیل تھا اور قوم حمیر سے تھا، بلایا اور نامہ نبوی ﷺ دکھلا کر اس کی رائے دریافت کی۔ اس نے شرحبیل جیسا جواب دیا۔ اسقف نے پھر ایک تیسرے شخص حبار بن قیص کو بلایا۔ یہ بنوالحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھلایا اور رائے دریافت کی۔ اس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اسقف نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو اس نے حکم دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکائے جائیں۔ ان کا دستور تھا کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کے لیے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکا دیتے اور رات کے لیے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی پر آگ روشن کر دیتے۔ اس گرجا کے متعلق تہتر (73) گاؤں تھے جن میں ایک لاکھ (100000) سے زیادہ جنگ جو مردوں کی آبادی تھی۔ وادی کے بالائی اور نشیبی حصہ کا طول ایک اسپ (گھڑ) سوار کے ایک دن کی راہ تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہوگئے تو اسقف نے وہ نامہ مبارک سب کو سنایا اور رائے دریافت کی۔ مشورہ کے بعد قرارداد یہ ہوئی کہ شرحبیل اور عبداللہ اور حبار کو نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جائے اور وہاں کے سب حالات معلوم کرکے مفصل بتلائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت

یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے اور چند روز نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔

انھوں نے نبی ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی۔ اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ط اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴾ [آل عمران 59-61]

''عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی سی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے بنایا۔ پھر فرمایا کہ (انسان زندہ) بن جا۔ وہ زندہ ہوگیا۔ سچی بات تیرے پروردگار کی جانب سے یہی ہے۔ اب تم اس ری کو لمبا کھینچنے والوں میں نہ رہو اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے، اسے کہہ دو کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں۔ تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسی طرح

---

(1) اولاد اسماعیل میں نبوت ہونے کی بابت بائبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں۔ اول: یہ کہ اسحٰق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے اللہ نے برابر وعدے کیے تھے۔

دوم: یہ کہ عرب میں پیدا ہونے والے نبی کے نشانات اور علامات کی پیش گوئیاں بہت سے انبیاء علیہم السلام نے کی ہیں اور چوں کہ عرب میں صرف اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہی آباد ہوئی تھی اس لیے ان پیش گوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اولاد اسماعیل سے ہوگا۔

سوم: موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ پیش گوئی اس بارہ میں بہت واضح ہے۔ درس 18 میں ہے ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ کتاب استثناء باب 18۔ یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل علیہ السلام ہیں اور موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب کتاب، صاحب شریعت، صاحب جہاد، مہاجر، غازی ہیں اور منہ میں کلام سے مطلب وحی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے۔ بائبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔ اس پیش گوئی کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری پیش گوئی بھی پڑھو۔ خداسینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے۔ اس میں فاران کا پتہ درج ہے جو مکہ کا نام ہے۔ شرحبیل نے انھی حوالہ جات کا خیال کرکے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔

ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں۔ ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں۔ پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں۔'' [1]

ان آیات کے نزول پر نبی ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بھی بلایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا (سیدۃ النساء العالمین) بھی باپ کی پس پشت آ کر کھڑی ہو گئیں۔ [2]

ان عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر بات چیت کی۔ شرحبیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ تب انھوں نے ہم کو بھیجا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر بادشاہ ہے۔ تب بھی اس سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا، کیوں کہ تمام عرب میں سے ہم ہی اس کی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے اور اگر یہ نبی مرسل ہے۔ تب تو اس کی لعنت کے بعد ہمارا پر کاہ (تنکا) بھی زمین پر باقی نہ رہے گا۔ اس لیے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اس کی ماتحتی قبول کریں اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اس کی رائے پر چھوڑ دیں۔ کیوں کہ جہاں تک میں نے سمجھا ہے۔ یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا اور انھوں نے جا کر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لیے یہ ہے۔ کہ جو کچھ حضور ﷺ کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لیے بہتر معلوم ہو۔ وہ ہم پر مقرر کر دیا جائے۔

اگلے روز حضرت ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ رضی اللہ عنہ صحابی نے لکھا تھا اور ابوسفیان بن حرب غیلان بن عمرو، مالک، عوف، اقرع بن حابس صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت اس پر ثبت تھیں۔ انھیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر قارئین کیلیے ملاحظہ طلب ہے کہ آنحضرت ﷺ عیسائیوں کو کیسی فیاضی سے مراعات وحقوق مرحمت فرماتے تھے۔

لِنَجْرَانَ جَوَارِ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَ اَرْضِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ وَ غَائِبِهِمْ وَ شَاهِدِهِمْ هُوَ وَعَشِيْرَتِهِمْ وَتَبَعِهِمْ اَنْ لَّا يُغَيِّرُوْا لِمَا كَانُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِهِمْ وَلَا مِلَّتِهِمْ۔ وَلَا يُغَيِّرُ كُلَّمَا تَحْتَ اَيْدِيْهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ اَوْ كَثِيْرٍ وَّلَيْسَ عَلَيْهِمْ رِيْبَةٌ وَّلَا دَمٍ جَاهِلِيَّةٍ وَّ لَا يُحْشَرُوْنَ وَلَا يُعْشَرُوْنَ وَلَا يَطَاءُ اَرْضِهِمُ الْجَيْشُ ....الخ

نجران والوں کو اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت حاصل ہوگی۔ جان اور مذہب اور زمین اور جائداد کے متعلق ان سب کو جو حاضر یا غائب ہیں۔ صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع کرنے والے ہیں۔ ان کی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسے نہ بدلا جائے۔ پچھلے زمانہ کی شہادت یا قتل کے تنازعات کے باعث ان پر مقدمات نہ چلائے جائیں گے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جائیں گے، ان سے دہ یکی (عشر) نہ لی جائے گی۔

---

[1] عیسائیوں کی تعلیم اور مقولہ ہے کہ تثلیث کو بلا دلیل مان لینا چاہیے۔ قرآن کریم نے اول دلیل دی کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس سے وہ اللہ یا فرزند الٰہ نہیں ہو سکتے۔ دیکھو آدم علیہ السلام بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے چوں کہ یہ یقین تھا کہ دلیل کارگر نہ ہوگی۔ اس لیے بحث کے لیے ایک اچھوتا پہلو نکالا۔ یعنی اللہ سے دعا مانگنا اور جھوٹے پر لعنت برسانا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام اللہ یا ابن اللہ ہیں تو ایسے لوگوں کی ضرور حمایت کریں گے جو ان کا اصل وجود دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں۔ لیکن یہ اگر غلط ہے تو اللہ خود فیصلہ فرما دے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کے لیے نکالا ہے۔ جب کہ باب استدلال بند ہو۔ یہ لازم نہیں ہے کہ ذرا ذرا سے اختلافات کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہش مند ہوں۔ [2] دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہیں۔ ان کے جمع کرنے سے مقصد عیسائیوں کو دکھلا دینا تھا۔ کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں۔ گو ان کے زن و فرزند اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔

ان کے علاقہ کو فوج سے عبور نہ کرے گی۔

فرمان حاصل کر کے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اسقف) اور دیگر سر برآوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھ کر ان سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن (Deputation) نے یہ فرمان اسقف کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ چلتے چلتے ہی اس فرمان کو پڑھنے لگا۔ اس کا چچیرا بھائی بشر بن معاویہ جس کی کنیت ابوعلقمہ تھی۔ اس کے برابر تھا (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا کہ بے خیال ہو گیا) اور اونٹنی نے اسے زمین پر گرا دیا۔ اس نے گرتے ہی کہا: خرابی ہو اس شخص کی، جس نے ہم کو اس قدر تکلیف میں ڈالا ہے۔

بشر نے یہ اشارہ نبی ﷺ کی طرف کیا تھا۔

اسقف بولا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ نبی و مرسل ﷺ ہے۔

بشر نے جواب دیا۔ بخدا اب میں ناقہ کا پالان اسی کے پاس جا کر اتاروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا رخ بدل دیا اور مدینہ کو چل پڑا۔

اسقف نے اس کے پیچھے پیچھے ناقہ لگائی۔ چلا چلا کر کہتا تھا کہ میری بات تو سنو۔ میرا مطلب تو سمجھو میں نے یہ فقرہ اس لیے کہا تھا کہ ان قبائل میں مشتہر ہو جائے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے۔ یا فیاضی قبول کر لی ہے۔ حالانکہ دیگر قبائل نے اب تک اسی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے اور ہماری طاقت اور شوکت اوروں سے بڑھ کر بھی ہے۔

بشر رضی اللہ عنہ بولا نہیں نہیں۔ بخدا نہیں۔ اب میں نہیں رکنے کا، تیرے مغز سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی۔

بشر نے پھر یہ اشعار پڑھے اور مدینہ کو چلا آیا۔

اِلَیْکَ تَعْدُوْ قَلِقًا وَضِیْنُھَا مُعْتَرِضًا فِیْ بَطْنِھَا جَنِیْنُھَا
مُخَالِفًا دِیْنَ النَّصَارٰی دِیْنُھَا

یہ بشر رضی اللہ عنہ تو خدمت نبوی میں پہنچ کر وہیں حضور ﷺ میں رہا اور بالآخر درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ اب اس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سنو۔

(1) جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سن پائی کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا خط آیا تھا۔ یہاں سے تین شخص اس کے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہ اس سے سند لے کر آئے تھے۔ اسقف وہ سند پڑھ رہا تھا۔ اس کا بھائی سواری سے گر گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو برا بھلا کہا۔ اسقف نے منع کیا اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے۔ اسے برا نہ کہو۔ وہ یہ سن کر مدینہ کو چلا گیا۔ اسقف نے بہتیرا روکا، نہ رکا۔

راہب نے جو گرجا کے برج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال) سے رہا کرتا تھا، چیخنا شروع کر دیا کہ مجھے اتارو ورنہ میں اوپر سے کود پڑوں گا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔ یہ راہب بھی چند تحائف لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

ایک پیالہ، ایک عصا، ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت ﷺ سے اجازت لیکر اور واپس آنے کا وعدہ کر کے نجران چلا گیا تھا۔ مگر نبی ﷺ کی حیات طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

(2) اس ڈیپوٹیشن (Deputation) سے کچھ عرصہ کے بعد اسقف ابوالحارث جو گرجا کا امام تھا اور قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ اس کا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ اس کی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے اور یہ شخص اپنے مذہب کا

مجتہد شمار ہوتا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ اس کے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا۔ اسے سید کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور عبدالمسیح الملقب عاقب بھی تھا۔ جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا۔ باقی 24 مشہور سردار اور تھے۔ کل قافلہ ساٹھ (60) سواروں کا تھا۔ یہ عصر کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تھے۔ وہ ان کی نماز کا وقت تھا (غالباً اتوار کا دن ہوگا) نبی ﷺ نے ان کو اپنی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت فرما دی تھی اور انھوں نے مسجد سے شرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی تھی کہ بعض مسلمانوں نے انھیں مسجد نبوی ﷺ میں عیسائی طریقہ پر نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا مگر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔

یہودی بھی انھیں دیکھنے کے لیے آتے تھے اور کبھی کبھی کسی مسئلہ میں گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ نبی ﷺ کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور ان عیسائیوں نے کہا کہ وہ عیسائی تھے۔ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا:

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ١ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ١ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا١ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا١ؕ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران:65-68]

''ان سے کہو کہ اے کتاب والو! ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو، تورات اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں۔ جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم نہیں اس بارے میں اللہ جانتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے اس میں تو جھگڑتے ہی تھے مگر جس بارہ میں کچھ بھی علم نہیں اس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھا، نہ عیسائی تھا۔ وہ پکا موحد تھا اور مسلمان تھا اور وہ مشرک نہ تھا۔ سب خلقت میں ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر وہ ہیں جنھوں نے اس کا اتباع کیا اور محمد ﷺ نبی کا اور ان پر ایمان رکھنے والے لوگ۔ ہاں اللہ مومنین کا دوست دار ہے۔'' [1]

نبی ﷺ کے لیے جائز نہیں

ایک دفعہ یہودیوں نے (مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے) کہا: محمد ﷺ صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں، جیسا کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ نجران کا ایک عیسائی بولا:

ہاں محمد ﷺ صاحب! بتا دیجیے، کیا آپ کا یہی ارادہ ہے اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی پناہ، کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ اللہ نے مجھے اس کام کے لیے نہیں بھیجا اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا گیا۔''

اس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۝ وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا

---

[1] عرب کے مشرک جو بت پرستی کرتے تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر ہے۔ اس فقرہ میں مشرکین کا رد ہے۔

الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۝ اَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران:79-80]

’’جس بشر کو اللہ کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے یہ اس کے شایان نہیں کہ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پا کر تم اللہ والے بن جاؤ۔ یہ نبی تو نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنالو۔ بھلا وہ کفر کے لیے کہہ سکتا ہے۔ تم لوگوں کو جو اسلام لا چکے ہو۔‘‘

محمد بن سہیل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آل عمران کی شروع سے 80 آیات تک کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو آنحضرت ﷺ سے پھر ایک سند انھوں نے حاصل کی۔ جس میں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی۔ اس فرمان کی پوری نقل ذیل میں کی جاتی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ اِلَى الْاَسْقَفِ اَبِي الْحَارِثِ وَ اَسَاقِفَةِ نَجْرَانَ وَ كَهَنَتِهِمْ وَ رُهْبَانِهِمْ وَاَهْلِ بِيَعِهِمْ وَ رَقِيْقِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَسَوَاطِيْهِمْ وَعَلٰى كُلِّ مَا تَحْتَ اَيْدِيْهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ اَوْ كَثِيْرٍ۔ جِوَارُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لَا يُغَيَّرُ اَسْقُفٌ مِنْ سقفيه وَلَا رَاهِبٌ مِّنْ رِهْبَانِيَّةٍ وَ لَا كَاهِنٌ مِنْ كَهَانَتِهٖ وَ لَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِهِمْ وَلَا سُلْطَانِهِمْ وَلَا مِمَّا كَانُوْا عَلَيْهِ عَلٰى ذٰلِكَ جِوَارُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، اَبَدًا مَا نَصَحُوْا وَ اَصْلَحُوْا عَلَيْهِمْ غَيْرَ مُثْقَلِيْنَ بِظَالِمٍ وَلَا ظَالِمِيْنَ (كَتَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ) [1]

یہ تحریر محمد نبی (ﷺ) کی جانب سے ہے۔ اسقف ابوالحارث کے لیے نجران کے دیگر اسقفوں، کاہنوں، راہبوں ان کے معتقدوں، غلاموں اس مذہب والوں، پولیس والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ سب کو اللہ اور رسول کی حفاظت حاصل ہوگی۔ گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلا نہ جائے گا۔ کسی کے حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔

ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیر خواہ خیر اندیش رہیں۔ نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود ظلم کریں۔‘‘

(تحریر کنندہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ)

چلتے وقت انھوں نے درخواست کی کہ ایک امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے گا جسے جزیہ ادا کر دیا کریں۔ [2]

نبی ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ ’’یہ شخص میری امت کا امین ہے۔‘‘ [3]

---

[1] فتوح البلدان بلاذری، ابن کثیر فی السیرۃ: 4/101-106، زاد المعاد: 3/629 تا 637 [2] لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ سے معرب ہے اور اس لفظ کے ساتھ یہ رسم جزیہ لگانے کی بھی عرب میں ایران سے پہنچی تھی۔ جب کہ عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا اور دربار ایران اس بارہ میں رومن امپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا مگر اب جزیہ پر بہت سے اعتراضات کیے گئے اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دیے گئے ہیں۔ میں اس جگہ مختصر طور پر صرف ایک روایت کا حوالہ دوں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا تھا اور کیوں کر جزیہ ادا کرنے والے مفتوحین کو فاتحین کے اعلیٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے:
’’اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہیے جزیہ ادا کرنا منظور کریں۔ ① ان کی حفاظت اسی طور پر کرنا چاہیے جیسے مسلمانوں کی اور ② ان کے لیے وہی قواعد ہوں گے جو مسلمانوں کے لیے ہیں کیوں کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کفار (غیر مسلم) جزیہ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون کو مسلمانوں کے خون اور ان کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے۔‘‘ ہدایہ ص: 412۔ ہدایہ انگریزی ترجمہ چارلس ہملٹن: 2/142۔ [3] بخاری: 3744، 3745؛ مسلم: 2420۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضانِ صحبت سے علاقہ میں اسلام پھیل گیا تھا۔

(26) وفد نخع کا بیان

یہ نصف ماہ محرم 11ھ کو خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا۔ یہ دوسو (200) اشخاص تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے۔ ان کو دار الضیافۃ (مہمان خانہ) میں اتارا گیا تھا۔

ایک شخص ان میں زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں نے راستہ میں خواب دیکھے، جو عجیب تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بیان کرو۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

کہا میں نے دیکھا کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔

نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونے والا تھا۔ اس نے کہا: ہاں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اس کے فرزند پیدا ہوا ہے جو تیرا بیٹا ہے۔

زرارہ نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ ابلق ہونے کے کیا معنی ہیں؟''

نبی ﷺ نے فرمایا: قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا: ''کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ ہیں جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو؟''

زرارہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آج تک میرے اس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے۔

دوسرا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا کہ گوشوارے، بازوبند، خلخال پہنے ہوئے ہے۔ [1]

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کی تاویل ملک عرب ہے جو اب آسائش و آرائش حاصل کر رہا ہے۔''

تیسرا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا ہے جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہیں اور زمین سے باہر نکلی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے۔''

چوتھا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی۔ میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان آ گئی اور وہ آگ کہہ رہی ہے، جھلسو جھلسو۔ بینا ہو کہ نابینا ہو۔ لوگو اپنی غذا، اپنا کنبہ، اپنا مال مجھے کھانے کے لیے دو۔

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

---

[1] نعمان بن منذر عرب کا مشہور و قدیم بادشاہ گذرا ہے، جس کی حکومت و حکمت زبان زد عرب ہے۔

زرارہ نے عرض کیا: کہ یہ کیسا فتنہ ہے؟

نبی ﷺ نے فرمایا ”لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ ایک دوسرے سے گتھ جائیں گے۔ جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکاران دنوں اپنے آپ کو نیکو کار سمجھے گا، مومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا جائے گا۔“

اگر تیرا بیٹا مر گیا تب تو اس فتنہ کو دیکھ لے گا، تو مر گیا تو تیرا بیٹا دیکھ لے گا۔

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دعا کیجیے کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں۔

رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: الٰہی! یہ اس فتنہ کو نہ پائے۔

زرارہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا بچ رہا۔ اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑ دیا تھا۔ [1]

---

[1] زاد المعاد: 687,686/3، ابن سید الناس: 259,258/2، ابن سعد: 246/1

باب پنجم 5

مدینہ میں دہ (10) سالہ قیام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہم واقعات اور وفات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا کہ دشمنان مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔

راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے، اس لیے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہوگئی ہے۔

اب اس باب میں ان اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو ایام قیام مدینہ منورہ میں ہوئے۔ میں نے اختصار کے لیے قریباً ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلم بند کیا ہے۔

اس باب پر غور کرنے سے قارئین کو سیرت پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوں گی، جن کے مطابق ضرورت ہے کہ امت اپنا رویہ درست کرے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس جگہ بنائی گئی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ خود بخود اس جگہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے۔

یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (نقیب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تربیت و نگرانی میں تھے۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصری جگہ بنا رکھی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے لیے اس جگہ کو پسند فرمایا تو ان یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا اور قبیلہ بنو النجار نے چاہا کہ اس کی قیمت ادا کرنے کی اجازت انھیں مل جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں۔ زمین کی قیمت دس (10) دینار طے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ قیمت دلا دی اور پھر زمین کو ہموار و درست کر کے مسجد بنائی گئی جس کا طول سو (100) گز تھا۔

مسجد کی تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اینٹ پتھر خود بھی اٹھا کر لاتے تھے اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ   فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَ الْمُهَاجِرَةِ [1]

''الٰہی! زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اینٹ گارا لاتے تھے اور یہ شعر رجز میں پڑھتے تھے

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالرَّسُوْلُ يَعْمَلُ   لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں یہ بڑی گمراہی کا کام ہے۔''

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں، تین گز بلند تھیں۔ کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پتے کڑی شہتیر کی جگہ ڈالے گئے تھے۔

---

[1] بخاری: 428، 4100۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: چھت ڈال لیں تو اچھا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جیسا ''عریش'' ہی خوب ہے۔ [1]

یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی ٹپکتا۔ مٹی گرتی، فرش کیچڑ سا ہو جاتا۔ مومنین اسی پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ [2]

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (1 ہجری)

حضرت عبداللہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں۔ یوسف صدیق علیہ السلام سے ان کا نسب ملتا ہے۔ انھوں نے نبی ﷺ کو وعظ کرتے ہوئے سن لیا۔ ذیل کے الفاظ یاد کر لیے تھے:

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔ [3]

''لوگو! اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو۔ کھانا کھلایا کرو۔ قرابت داروں سے اچھا برتاؤ رکھو۔ رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تم اللہ کی عبادت کیا کرو۔''

یہ دلنشین کلمات سن کر ان کا قلب نور ایمان سے روشن ہو گیا۔ نبی ﷺ کے حالات پر غور کیا تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیش گوئیوں کو ذات مبارک پر منطبق پایا۔ نبی ﷺ کی خدمت مبارک میں آئے اور چند مشکل مسائل جن کی بابت ان کا خیال تھا کہ نبی اللہ ﷺ ہی ان کا جواب دے سکتا ہے، دریافت کیے۔ جواب باصواب سن کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں حضور ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں، لیکن اظہار اسلام کے لیے چاہتا ہوں کہ اول میری قوم کے لوگوں کو بلا کر دریافت فرما لیا جائے کہ ان کی رائے میرے لیے کیا ہے۔ نبی ﷺ نے اکابر یہود کو طلب فرمایا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ چھپ گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تمھاری قوم میں کیسے ہیں۔ سب نے کہا: وہ عالم بن عالم، سید بن سید اور ہم سب سے بہتر ہیں۔ [4] یہود یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اوٹ سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے۔ جب یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اسی وقت کہنے لگے کہ تو جاہل بن جاہل، ذلیل بن ذلیل شخص ہے اور ہم میں سب سے بدتر ہے۔

رب کریم نے اس بزرگ صحابی رضی اللہ عنہ کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجت قائم فرما دی۔

فاضل راہب کا اسلام (1 ہجری)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بعد ابوقیس صرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ یہ عیسائی المذہب راہب، نہایت

---

[1] زاد المعاد: 3/63,62، الطبقات ابن سعد: 1/239 [2] نبی ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کو شامل کیا جو انھوں نے مسجد کے لیے ہبہ فرمایا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی پختہ دیواریں بنائیں اور پتھر کے ستون لگائے اور سکون کی چھت ڈالی۔ (بخاری: 446) اور فرش پر عقیق کی کنکریاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ محراب کی جانب بڑھایا اور اس پر پچی کاری (نقش و نگاری) کا کام کرایا۔ ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اس کی عمارت کو تعمیر کرایا۔ شام و مصر، روم وقبط کے 80 راانجینئر منتخب کر کے اس کی نگرانی کے لیے بھیجے۔ یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی اور پہلی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی۔ 77ھ یا 88ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر کچھ اضافہ کیا۔ پچھلی طرف سے سو گز زمین اور شامل کی گئی۔ مکمل ہونے کے بعد مسجد کا طول 300 گز۔ عرض 200 گز ہو گیا تھا۔ یہ تعمیر 172 ہجری میں ختم ہوئی۔ خلیفہ متوکل نے اس عمارت کی مرمت 247ھ میں کرائی تھی۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ 14۔ حالیہ عمارت کی یہ تمام توسیعات خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں مکمل ہوئیں۔ [3] مسند احمد: 5/450 [4] بخاری: 3329,3913

فصیح شاعر وواعظ اور الٰہیات کے فاضل تھے۔ اس بزرگ کے اسلام سے رب رحیم نے جملہ نصاریٰ پر حجت قائم فرمادی۔

نماز

سنہ اول ہجرت میں فرض نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا۔

دو رکعتیں سفر کے لیے مقرر رکھی گئیں اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشاء کے لیے چار (4) رکعتیں کر دی گئیں۔ ایام قیام مکہ میں دو (2) ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا۔

جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکہ میں کیوں کر ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بن جاتا تھا۔ کیوں کہ اقارب واحباب اس سے بیگانہ واغیار بن جاتے تھے اور کیوں کر ہر ایک مسلمان ہر وقت مکہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکہ میں سب مسلمان مسافرانہ ہی رہتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ رب کریم نے بھی ان کو مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا۔

نماز اسلام کا وہ رکن ہے جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ (سات (7) برس کے بچہ کا نماز پڑھنا مستحب ہے اور دس (10) برس کے بچے کا پڑھنا فرض ہے) [1] اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ (یعنی تادم مرگ) نماز کی فرضیت صحت وبیماری، خوشی وغم، سفر وحضر اور خوف وخطر غرض کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ خواہ ہم گرم تر ملک میں ہوں یا سرد سے سرد تر ملک میں۔ کسی جگہ بھی کوئی موسم، کوئی عارضہ ایسا نہیں جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو۔

﴿1﴾ مدت العمر تک عبادت الٰہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے۔ ہر روز پنج گانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا۔ پابندی اوقات کی زبردست تعلیم ہے جسم اور لباس اور مکان کو نجاست وآلودگی سے پاک وصاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے۔ دل وزبان، اعضاء ودماغ کو عظمت الٰہی اور جلال کبریائی کے سامنے مؤدب ومہذب رکھنا۔ نورانیت روحانی کے لیے عجیب روشنی ہے۔

﴿2﴾ نماز میں جس قدر پابندی ہے وہ جلد سو جانے اور جلد جاگ اٹھنے کی جس طرح تعلیم دیتی ہے وہ جس طرح ایک ٹائم ٹیبل (Time Table) کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں شہوانی ونفسانی خیالات کو نماز کے ذریعے کیسے ملیامیٹ کیا گیا ہے۔

﴿3﴾ نماز کے لیے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدن اور ترقی کی جان ہے۔ اتحاد ویگانگت اور تبادلۂ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک جاہل بھی بہت سی باتیں نظیر ونمونہ سے سیکھ سکتا اور ایک عالم بآسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کے مساوات کا سبق لیتا ہے اور غریب امیر کے برابر بیٹھ کر سچے دین کے انصاف سے اپنی روح کو خورسند کر سکتا ہے۔

﴿4﴾ جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں، یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں، وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہوں گے وہ کیا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ [العنکبوت:45]

''نماز، نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں اور لائق انکار فعلوں سے روک دیتی ہے اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد و

[1] حسن، ابوداؤد: 495، احمد: 187/2، دارقطنی: 230/1

فیوض انوار واسرار اس سے بھی بہت زیادہ اور بہت بڑھ کر ہیں۔"

مواخات (بھائی چارہ)

اللہ جل وعلا نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتلایا ہے اور یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ﴾ [آل عمران 103]

"اور تم سب اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم لوگ تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ جس سے اللہ نے تمھیں نجات وخلاصی عنایت کی۔"

(1) اس اخوت کا اثر یہ تھا کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا اور کل قوم اس معاہدہ کی کامل پابندی کرتی تھی۔

ایک مسلمان اگر کسی دور دراز ملک میں چلا جاتا تھا تو تمام قوم اس کی خیر وعافیت کے لیے بے تاب رہتی تھی اور اگر وہ کسی ظلم کا شکار ہو جاتا تو تمام قوم اس کے انتقام اور خون بہا لینے کو اپنا اعلیٰ فرض جانتی تھی۔

قوم کے ہر ایک یتیم، ہر ایک رانڈ، ہر ایک طالب علم کی ضروریات کا پورا کرنا ہر مسلمان اپنے لیے ایسا ہی فرض سمجھتا تھا جیسا اپنی اولاد اور ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوی کے لیے سمجھتا تھا۔

(2) اس اخوت سے بڑھ کر ایک اور اخوت جسے نبی ﷺ ایک ایک شخص کے ساتھ قائم فرمایا کرتے۔ ایسی اخوت مکہ میں (1) اہل مکہ کے درمیان اور مدینہ میں (2) مہاجرین وانصار کے درمیان۔ نیز باہمی اخوت اہل مدینہ کے درمیان بھی قائم فرمائی گئی تھی۔ جو مواخات مہاجرین وانصار کے درمیان قائم ہوئی وہ زیادہ تر مشہور ہے۔

اس مواخات کے بعد باہمی تعلقات کا اثر یہاں تک ہوا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت میں حصہ لیتا تھا۔ [1] اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائداد کا نصف تقسیم کر دیتا۔ مؤرخین نے ان بزرگوں کے نام بھی درج کیے ہیں جن میں یہ سلسلۂ مواخات مستحکم کیا گیا تھا۔ ہم تبرکاً چند اسماء مبارک درج کرتے ہیں:

❑ محمد رسول اللہ ﷺ	علی ؓ
❑ ابوبکر صدیق ؓ	خارجہ بن زید ؓ عقبی بدری
❑ عمر فاروق ؓ	عتبان بن مالک ؓ بدری
❑ عثمان ذوالنورین ؓ	اوس بن ثابت عقبی ؓ بدری
❑ جعفر بن ابی طالب ؓ ہاشمی	معاذ بن جبل عقبی ؓ بدری
❑ ابوعبیدہ بن جراح ؓ قرشی الفہری	سعد بن معاذ ؓ بدری "اِهْتَزَّ لَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ"
❑ عبدالرحمن بن عوف ؓ قرشی الزہری	سعد بن ربیع عقبی ؓ بدری

[1] تقسیم وراثت کا دستور اس وقت تک رہا جب تک کہ قوم میں رفاہت اور آسودگی عام نہ ہوئی۔ اس کے بعد وراثت ورثاء ہی کی طرف منتقل کر دی گئی۔

- زبیر بن العوام ؓ قرشی الاسدی — سلمہ بن سلامۃ ؓ عقبی
- طلحہ بن عبید اللہ ؓ قرشی التیمی — کعب بن مالک ؓ عقبی
- سعید بن زید ؓ قرشی العدوی — ابوایوب ؓ عقبی بدری
- مصعب بن عمیر ؓ قرشی العبدری — ابی بن کعب ؓ عقبی بدری
- ابوحذیفہ ؓ بن عتبہ — عباد بن بشیر ؓ
- عمار بن یاسر ؓ — حذیفہ بن الیمان ؓ
- سلمان فارسی ؓ — ابوالدرداء ؓ حکیم الامت
- منذر بن عمرو ؓ — ابوذر غفاری ؓ [1]

دنیا میں اخوت (Brotherhood) کا ایسا اعلیٰ نمونہ اسلام کے سوا کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔

اذان

2ھ میں اذان کا طریقہ جاری ہوا۔

اذان کی ضرورت اول اس لیے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کو جمع کرنے کے واسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جایا کرے (جیسا مجوس میں دستور تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا جائے (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجائے جایا کریں۔ (جیسا کہ نصاریٰ کرتے تھے) آنحضرت ﷺ نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبداللہ بن زید ؓ انصاری اور حضرت عمر فاروق ؓ نے یکے بعد دیگرے نبی ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ انھوں نے خواب میں ان الفاظ کو سنا ہے جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے انہی الفاظ کو بآواز بلند پکارنے کو مشروع فرما دیا۔ یہ الفاظ نبی ﷺ کے اس منشاعالی کو پورا کرتے ہیں جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے۔

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریقہ ہے کہ عالمگیر مذہب کے لیے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت اُصولِ اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندگان کے کانوں تک اپنے اصول پہنچا دیتے اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹوں) کی تقسیم اور نگر کیرتن (گرنتھ) کے شبد بھی اس خوبی کو نہیں پا

---

[1] تاریخ ابن خلدون ص: 2/379 (اردو)، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ و ابن القیم رحمہ اللہ کا خیال یہ تھا کہ مواخات میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا اس لیے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے علی مرتضیٰ ؓ کو مواخات میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو۔ کیوں کہ حضرت علی مرتضیٰ ؓ بھی مہاجر ہیں۔ دیگر علما نے اس رائے کو قبول نہیں کیا اور انھوں نے اور بھی چند ایسی نظیریں بیان کی ہیں جن میں فریقین مہاجر تھے اور یہی قوی مذہب ہے۔ سلسلہ مواخات میں نبی ﷺ نے حضرت علی ؓ کو اپنا بھائی بنایا۔ اول تو اس لیے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت ﷺ کے بھائی لگتے تھے۔ دوسرے اس لیے کہ اگر کسی اپنے مسلمان کو بھائی بناتے جو رشتہ میں نہ ہوتا تو آئندہ طرح طرح کی مشکلات جدیدہ پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

سکے۔ اذان ثابت کرتی ہے کہ اسلام نے ''گھونگوں'' اور ''دھاتوں'' کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی اور یہ بھی ایک طریقہ بت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام

- 2 ہجری میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ''ابلق'' گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی۔
- دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے اور عرب تک آئے کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا۔ دس (10) سے زیادہ مذاہب کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔
- جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں نبی ﷺ کو دیکھا تو ان علامات وآثار واخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا اور مسلمان ہو گئے اور ''ملک فارس کا پہلا پھل'' کہلائے۔

تحویل قبلہ

نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس بارہ میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا۔ اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے۔ [1]

نماز آغاز نبوت ہی میں فرض ہو چکی تھی، مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اس لیے مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی ﷺ نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا۔ مدینہ میں پہنچ کر بھی یہی عمل رہا۔ مگر ہجرت کے دوسرے سال (یا 17 ماہ بعد) [2] اللہ نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا۔ یہ حکم نبی ﷺ کے دلی منشا کے موافق تھا۔ کیوں کہ آنحضرت ﷺ دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے ''کعبہ'' اور صرف عبادت الٰہی کے لیے بنائی جانے کی وجہ سے ''بیت اللہ'' اور عظمت وحرمت کی وجہ سے ''مسجد الحرام'' کہا جاتا تھا۔

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے:

(1) یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے۔

﴿ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ ﴾ [البقرۃ: 115]

اور مشرق ومغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔

(2) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عبادت کے لیے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے۔

﴿ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ﴾ [البقرۃ: 148]

''اور ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک سمت مقرر (مقرر) ہے۔ جدھر وہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں۔ تو تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔ تم جہاں ہو گے اللہ تم سب کو جمع کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(3) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔''

---

[1] عن ابن عباس تیسیر الوصول جلد اول باب السلم والفرق [2] زاد المعاد: 66/3

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ﴾[البقرۃ:143]

”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ بھ کران) کی طرف منہ کرلو۔“

﴿4﴾ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ متبعین رسول کے لیے ایک ممیز علامت قرار دی جائے۔

﴿ لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ﴾[البقرۃ:143]

”کہ ہم معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔“

یہی وجہ تھی کہ جب تک نبی ﷺ مکہ میں رہے، اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ کیوں کہ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے اور کعبہ کو تو انھوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا اس لیے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بین علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونے والا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے۔

جب نبی ﷺ مدینہ میں پہنچے وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔ وہ مکہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے اور بیت المقدس کو تو وہ بیت ایل یا ہیکل تسلیم کرتے ہی تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی گئی کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جایا کرے۔

حکم الٰہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا قبلہ قرار دی گئی۔ اس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرما دی ہے:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾[آل عمران:96]

”یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے جو عبادت الٰہی کی غرض سے بنائی گئی۔“

پس چوں کہ اسے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے، اس لیے اس کو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے۔

﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ﴾[البقرۃ:127]

”اور جب ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) بیت اللہ کی دیواریں اونچی کر رہے تھے۔“

دوم: یہ کہ اس مسجد کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ اس لیے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ قرار دینا گویا اقوام ثلاثہ کا اتحاد نسبی و جسمانی کی یاد دلا کر اتحاد روحانی کے لیے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام ﴿ اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ ﴾[البقرۃ:208] سنا دینا تھا۔

میں یقین کرتا ہوں کہ کعبہ کے تقدم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کر سکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داوٗد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔ اس لیے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً 921 سال اور حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار نو سو اکیس (1921) سال پیشتر کی ہے۔ مسٹر آر سی دت نے اپنی تاریخ سویلیزیشن آف نشنیٹ انڈیا (Civili zation of iniattic India) میں متعدد عالموں کی شہادت کو جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو ویدکا ابتدائی زمانہ ہے مسیح سے چودہ سو (1400) سال [1] سے دو ہزار (2000) سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ اس

[1] ترجمہ اے ذکی احمد صاحب بے پوری ص: 7-8

دور میں کوئی مندر نہ تھا۔ [1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا۔

مجموعہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتلا دیا تھا کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دی جائے گی وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی۔

نمونہ کے لیے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمایے۔

اول: یسعیاہ نبی کی کتاب کا 60 باب ملاحظہ کیجیے۔اس میں تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے۔خصوصاً 5 ورس سے دیکھو۔

''سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔

(6) اونٹنیں کثرت سے تجھے آ کے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ وہ سب جو سبا کے ہیں آئیں گے۔ وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنادیں گے۔

(7) قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ عیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔''

واضح ہو کہ شوکت کا گھر لفظی ترجمہ ''بیت الحرام'' کا ہے اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے ''قبلہ'' قرار دینا ہے۔

یہ بات کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے، نہ کوئی اور مقام۔ اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ ورس 6-7 میں مدیان عیفا، سبا، قیدار اور عیط کے لوگوں کا جمع ہونا، قربانیاں کرنا بتلایا گیا ہے۔ یہ پانچوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے یا پوتے ہیں۔ جو عرب میں آباد ہوئے اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے دین میں داخل ہوئے، نہ عیسائی تھے، نہ یہودی تھے اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح ''منیٰ'' ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں۔ قوموں کے نام منیٰ کا پتا۔ عرب کا قاطبۃً مسلمان ہو جانا حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیت کے معنی کو بالکل یقینی بنادیتے ہیں۔

دوم: حجی نبی (ق۔م۔520) کی کتاب میں ہے:

''اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے اور میں اس مکان کو سلام [2] (سلامتی یا اسلام) بخشوں گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔''

سوم: مکاشفات یوحنا 3 باب 12 ورس میں ہے:

(12) میں اسے جو غالب ہوتا ہے اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤں گا۔ اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلم کا نام جو

---

[1] ترجمہ اے ذی احمد صاحب جج پوری ص 7-8 [2] عربی بائبل مطبوعہ 1871ء مقام آکسفورڈ، ص 1339 پر اس آیت میں لفظ سلام اور اردو بائبل مطبوعہ مرزا پور 1871ء میں لفظ سلامتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا حق ہے کہ اس کا ترجمہ اسلام کریں کیوں کہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ اسلام کا استعمال اس دعا میں کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ وَارْزُقْنَا السَّلَامَ ۔ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام ۔ (اے اللہ تو ہی سلام ہے۔ (امن دینے والا) اور تو ہی سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ ہمیں سلامتی عطا فرما۔ آپ بہت بابرکت ہیں۔ اے عظمت و جلال کے مالک اور اکرام و احسان کرنے والے۔

میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اترتی ہے اور اپنا نیا نام اس پر لکھوں گا۔ جس کا کان ہے، سنے کہ روح کلیساؤں سے کیا کہتی ہے۔"

یوحنا نے نئے یروشلم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروشلم "کعبہ" ہے اور اللہ کا نیا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود اہل زبان ہونے کے ناواقف تھے اسم پاک "رحمٰن" ہے (1) جسے اسلام نے ہی ظاہر کیا۔ نئے یروشلم کا آسمان سے اترنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا﴾ [البقرۃ:144] (ہم نے تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم تم کو اسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیرلو)

چہارم: زبور 84 میں ہے:

(4) "طُوْبٰى لِلسَّاكِنِيْنَ فِيْ بَيْتِكَ اَبَدًا يُسَبِّحُوْنَكَ (سلاہ)"

"مبارک وہ ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں۔ وہ سدا تیری ستائش کریں گے۔" (سلاہ)

(Selah)Pleased are they that dwell in thy house,they will be still praising thee

(5) "طُوْبٰى لِاُنَاسٍ عِزُّهُمْ بِكَ طُرُقُ بَيْتِكَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔"

"مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے، ان کے دل میں تیری راہیں ہیں۔"

Blessed is the man whose strength is in thee in whose heart are the ways of them.

(6) "عَابِرِيْنَ فِيْ وَادِيَ الْبُكَآءِ۔ يُصَيِّرُوْنَهٗ يَنْبُوْعًا"

"وہ بکا کی وادی میں گزر کرتے ہیں، اسے ایک کنواں بناتے۔"

"اَيْضًا بِبَرَكَاتٍ يُغَطُّوْنَ مُوْرَةً"

"یہی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔" (کتاب مقدس۔ مطبوعہ آرفن سکول۔ مرزاپور 1870ء)

Who Passing through the valleyof **Baca** make it a well; the rain also filleth the pools (2)

ان ہر سہ زبان کی عبارات سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں متفقہ طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں:

(1) درس چہارم کی رو سے یہ کہ اللہ کا ایک گھر ہے اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتلایا گیا ہے اور ان کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی تسبیح و ستائش کرتے ہوں گے۔

---

(1) اہل عرب اسم رحمٰن سے جس کا نزول قرآن میں ہوا بہت ناراض ہوتے تھے۔ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ﴾ [الفرقان:60] جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ ﴿وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ [الانبیاء:21:36] رحمٰن کا ذکر آجانے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں۔ سہیل نے انعقاد صلح کے وقت کہا تھا۔ وَاَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللّٰهِ لَا نَعْرِفُهٗ، اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے۔ بخاری:2732,2731 (2) کتاب المقدس طبع بنفقة الجميعة البريطانيه والاجنبية لاجل انتشار الكتاب المقدسة في مطبعة المدرسة من المدينة اوكسفورد في سنة 871 مسيحية۔

(2) درس پنجم کی رو سے یہ کہ ان لوگوں کی عزت وقوت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور اسباب دنیوی ان کی عزت وقوت کا باعث نہ ہوں گے۔

(3) درس 6 کی رو سے لفظ ''بکا'' عربی، اردو، انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بکا وہ اسم معرفہ (Propernoun) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے اسی کے مطابق انگریزی کی بائبل میں لفظ ''بکا'' کا پہلا حرف b بھی بڑی B کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

(4) لفظ وادی عربی واردو میں اور لفظ Valley جو معنی وادی ہے انگریزی لفظ بکا سے پہلے موجود ہے۔

(5) ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں کے بسنے والے وادی **بکا** [1] میں ایک کنواں بھی بنائیں گے۔

اب ہم ان سب کا ثبوت دیتے ہیں۔

(1) ساکنین بیت جس کا ذکر درس 4 میں ہے وہ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں ہے:

﴿ رَبِّ إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ ﴾ [ابراہیم:37]

''اے اللہ! میں نے اپنی ذریت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی، تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے۔''

(2) یہ وادی جس کی صفت آیت بالا میں غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ ہے اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں **بکہ** ہے۔ ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيۡتٖ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ﴾ [آل عمران:96] ''پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو **بکہ** میں ہے۔'' اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہو گیا کہ مکہ کا نام اللہ کے ہاں **بکہ** ہے۔

(3) اب ایک کنواں بنانے کا ثبوت باقی رہا جو وادی بکہ میں ہو۔ بخاری کی حدیث (کتاب الانبیاء صفحہ 33) عن ابن عباس میں اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے یہاں آنے، آباد ہونے کی بابت ایک طویل ومسلسل حدیث ہے۔ اس کے فقرہ نمبر 20 میں یہ عبارت ہے: فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيْ سَعَتْ جب ہاجرہ اس وادی میں پہنچی تو وہاں (پانی کے لیے) دوڑی، پھر فقرہ نمبر 29 میں ہے: **و غمز عقبه على الارض قال فانبثق الماء فدهشت امِّ اسماعيل فجعلت تحفرُ** (فرشتہ) نے ایڑی زمین پر ماری، پانی ابل پڑا۔ اسماعیل کی ماں حیران ہو گئی۔ پھر اسے کھود کر کنواں بنانے لگی۔'' [2]

قارئین! آپ نے دیکھا کہ زبور کے اس مقام میں ''بکہ'' کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد کا نام ''بیت اللہ'' بھی ثابت ہو گیا۔ وہاں ایک کنوئیں کا ہونا بھی متحقق ہو گیا اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا ہمیشہ یاد الٰہی میں رہنا بھی ثابت ہو گیا۔

ہمارے مضمون تحویل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مدعا کی ہے۔

اس کے بعد اس قدر اور بھی گذارش کر دینا چاہتا ہوں کہ درس 5 میں عربی عبارت کا مفہوم اردو اور انگریزی زبور کی عبارت اور مفہوم سے زیادہ صاف ہے۔

---

[1] ابن ہشام المتوفی 213 ہجری کی سیرت ص:39 میں ہے۔ ان بكة اسم البطن مكة لانهم يتباكون فيها۔ دوسرا قول وجہ تسمیہ کی بابت یہ ہے: انها ما سميت بكة الا انها كانت تبك اعناق الجبابرة اذا احدثوا فيها شيا (ابن ہشام ص:39) [2] بخاری: 2368,3365,3364

عربی میں ہے: طُرُقُ بَيْتِكَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ اس کا لفظی ترجمہ ہے: ''ان کے دلوں میں تیرے گھر کی راہیں ہیں۔'' لیکن اردو زبور میں ہے: ''ان کے دل میں تیری راہیں ہیں۔'' اور انگریزی میں ہے

In whose heart are the ways of them

اردو انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اڑا دیا ہے۔ اردو میں تیری راہیں اور انگریزی Them ان کی راہیں لکھا ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں صاف ہے:

﴿ رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾ [ابراهيم 36]

''اے میرے اللہ! میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں، تیرے شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے اللہ! یہ اس لیے کیا کہ یہ سب (بسنے والے) نمازوں کو قیام دیں۔ اب تو لوگوں کے دلوں ان (بسنے والوں) کی محبت ڈال دے اور ان کو سب ہر طرح کے میووں کی روزی دیا کر کہ یہ شکر گذار رہیں۔''

دوسری غرض یہ ہے کہ درس 5 کا پہلا جزو جو عربی میں یہ ہے: طُوْبٰى لِأُنَاسٍ عِزّهم بِكَ اس میں لفظ اناس بصیغہ جمع ہے۔ اور عزاهم میں هم بھی ضمیر جمع ہے۔ لیکن اردو میں یہ الفاظ ہیں: مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے۔'' اور انگریزی یہ الفاظ ہیں:

Blessed is the man whose strength is in thee

اردو میں لفظ ''انسان'' اور ''جس'' اور انگریزی میں لفظ Man اور Who واحد کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ عربی ترجمہ کی صحت اور اردو انگریزی ترجمہ کی غلطی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اسی درس کے دوسرے جزو میں اردو میں ''ان کے'' اور انگریزی میں Them جمع کے لیے موجود تھے۔

عربی توراۃ کا فقرہ طُوْبٰى لِأُنَاسٍ عِزّهم بِكَ دراصل فقرہ نمبر 5 طُوْبٰى لِأُنَاسٍ عِزّهم بَيْتِكَ ہی صفت ہے۔ الغرض توراۃ کے اس مقام سے بکہ، بیت اللہ، زمزم، اولاد اسماعیلؑ صاف طور پر ثابت ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمد!

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے اسی گھر کو جو وادی بکا میں ہے ہمارا قبلہ بنایا، نہ کہ یروشلم کو۔ کیوں کہ ایک ایسے دین (اسلام) کے لیے جس کی بابت ﴿ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ [الصف:9] ''وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے'' فرمایا گیا ہے۔ اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا۔ نہ کہ اس کا جسے ہر ایک کا فر فاتح نے توڑا اور ویران کیا اور بالآخر (سنڈاس) کی جگہ بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا، جلاوطن ہونا پڑا ہو۔

اللہ نے زبور کی مندرجہ بالا آیت 4-5 میں جو وادی بکہ کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارک باد دی ہے اس کا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے۔ کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا۔

زکوۃ

علم الاقتصاد (Economics) یا تمدن یا پولیٹیکل اکانومی (Political Economy) کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ

افرادقوم میں سے بلحاظ فقر و دولت کیوں کر ایک تناسب قائم کیا جائے۔

زکوۃ اور تمدن انسانی

حکیم سولون(Solon) [1] کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا۔ یورپ میں نہلسٹ (جن کا مقصد یہ ہے) کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف ویکساں حق مالکیت ہو۔ سوشیالسٹ (Socialist) جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے، اور جمہور کی ملک میں کر دیا جائے۔ نیشنلسٹ (Nationalist) جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی وزرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے) یہ فرقے اس لیے پیدا ہو گئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ اس لیے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے:

﴿ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ﴾ [نحل:71]

”رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور جن کو یہ برتری ملی ہے وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں (اس لیے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں۔“

[1] اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی بہترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے۔ اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا اور اسی کا نام فرضیت زکوۃ ہے۔

[2] زکوۃ 2 ہجری میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی ﷺ کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی مسکینوں کا ہمدرد، غریبوں پر رحم کرنے والا، دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع سے ہی مساکین اور غرباء کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ ان کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء و مساکین کے لیے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا جس پر بطور آئین وضابطہ کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لیے دولت مند جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی فیاضی و نیک دلی سے کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رکن (کلمہ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا۔ زکوۃ در حقیقت اس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے، جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً وفطرتاً موجود ہے۔

زکوۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت، اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی اور بخل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے اور یہ فائدہ بھی کہ غرباء و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے اور اس لیے بے حد دولت کا جمع ہو جانا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔

اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس و محبت اور اس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے کیوں کہ وہ اس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود قائم سمجھتے ہیں۔ گویا دولت مند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی

[1] سولون(Solon) معروف دانشور اور یونانی سیاستدان جو 558 قبل مسیح میں پیدا ہوا اور 640 قبل مسیح میں فوت ہوا۔

مثال پیدا کر لیتی ہے جس میں ادنیٰ و اعلیٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا بھی ناگوار نہیں گذرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت، زراعت اور مویشی (بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے) نقدیت معاون اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔ [1]

اب یہ دکھلانا ضروری ہے کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [التوبۃ: 60]

زکوٰۃ و صدقات کا مال

1. فقیروں اور
2. مسکینوں کے لیے ہے (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو۔)
3. اور تحصیل داران زکوٰۃ کے لیے (جن کی تنخواہیں ادا ہوں گی)
4. اور ان لوگوں کے لیے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو۔ یعنی نومسلم لوگ۔
5. غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے
6. اور ایسے قرض داروں کا قرضہ چکانے کے لیے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں۔
7. اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر نیک کاموں کے لیے) [2]
8. اور مسافروں کے لیے۔

جن آٹھ (8) مدات پر زکوٰۃ کی تقسیم کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔

غلامی کی تائید عیسائیت کی تعلیم میں

اس تقسیم کے نمبر 5 پر مزید غور کرنا چاہیے کہ اسلام، اسلامی سلطنت کی کل آمدنی کو آٹھ (8) مدات پر تقسیم کر کے پانچویں مد آزادی غلامان قرار دیتا ہے۔ جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں انھیں معلوم ہے کہ غلامی دنیا کے تمام متمدن ممالک، چین، ہندوستان، مصر، روما، ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی۔ رحمل مسیح علیہ السلام نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا۔ مگر پولوس سینٹ پال (Saint Paal) [3] نے غلامی کو تقویت دینے کے لیے ضرور زور دیا ہے۔ پولوس کہتے ہیں:

> ''اے غلامو! تم ان کی جو جسم کی نسبت تمھارے خاوند ہیں، اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار ہو جیسے مسیح علیہ السلام کے'' (افسیون باب 6 درس 5)

---

[1] جنس اور مقدار زکوٰۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیے اس کا موضوع کتاب ہذا سے زائد ہے۔ [2] اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔
[3] سینٹ پال (Saint Pall) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری تھا، جسے یہود نے 61ء میں پھانسی دی تھی۔

علیٰ ہٰذا القیاس دیکھو: تمطاوس باب 6۔ اطیطاؤس 2-9 پطرس 21-18۔

پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا اور اس بارہ میں مختلف مدارج مقرر کیے۔

اوّل　آزادی غلامان کو نیکی کا اصل اصول بتلایا: ﴿وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ [البقرۃ:177]

دوم　آزادی غلامان کو حصول نجات کا ذریعہ بتلایا: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ [البلد:11-13]

سوم　آزادی غلامان کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا ہے۔

مثلاً قتل خطاء (جسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں۔

①	مقتول مسلمان ہو۔	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (92:5)
②	مقتول مسلمان ہو، مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو۔	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (92:5)
③	مقتول (غیر مسلم اور) زیر معاہدہ قوم میں سے ہو۔	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (92:5)
④	نقض یمین کا کفارہ	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (92:5)
⑤	ظہار کا کفارہ	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (3:58)
⑥	رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ ①
⑦	آقا غلام کو سخت مارے، اس کا کفارہ	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ ②

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصہ ہمیشہ کے لیے اسی کام کے لیے خالص کر دیا ہے۔

انیسویں صدی میں انگلستان نے آزادی غلاماں پر لاکھوں روپے صرف کیے تھے۔ یہ ایسا فخر ہے کہ یورپ کی کوئی سلطنت اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ لیکن اسلام کے الٰہی حکم کو دیکھو کہ تیرہ سو (1300) برس پہلے سے اس کام کے لیے کل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کر دیا گیا۔ کیا کوئی اہل دل اب بھی ایسا ہے جو اسلام کی اس فضیلت کا انکار کرے گا؟

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر 6 پر بھی غور کرنا چاہیے۔ حالیہ زمانے نے قرض داروں کی سہولت کے لیے بینک (Bank) قائم کیے ہیں لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل نکل بینک کے پاس چلی گئی ہیں اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہوگئی ہے۔ قرض کا بلا سود کے ملنا محال ہوگیا ہے اور انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکالنے میں موشگافیاں کی ہیں۔ ③

لیکن دیکھو اسلام کا احسان کہ اس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا عجیب انتظام کیا ہے۔

بے شک سود کی حرمت کا حکم سنانا بھی اسلام ہی کا حق ہے جس نے قرض داروں کی گلوخلاصی کے لیے ایسے عجیب انتظامات بھی کیے ہیں۔

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے۔

---

① بخاری: 1936 ② مسلم: 177 ③ مصنف رحمہ اللہ کی بات موجودہ دور میں حرف بحرف درست ثابت ہو رہی ہے۔

إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتُ مِنْ أَوْسَاخِ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ۔ [1]

''یہ صدقہ کا مال لوگوں کی میل کچیل ہوتا ہے۔ محمد ﷺ اور محمد ﷺ کے کنبہ والوں کے لیے یہ حلال نہیں ہے۔''

اس حرمت کے حکم میں نبی ﷺ کے ساتھ حضور ﷺ کا کنبہ، چچے، پھوپھیاں، چچیرے بھائی اور ان کی سب اولاد اور ان سب کی لونڈی غلام بھی داخل ہیں تاکہ کسی شخص کو نبی ﷺ کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ نہ گذر سکے۔

رمضان 2 ہجری مقدس (فرضیت رمضان المبارک اور فوائد)

رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا۔

1. روزے صحت کو بڑھاتے ہیں۔
2. امراء کو غرباء کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں۔
3. شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں۔
4. قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں۔
5. قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت، انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں۔ (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ) [البقرۃ:183]

تقویٰ کی مثالوں پر غور کرو کہ:

گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی اس کے سامنے موجود ہے مگر وہ پانی نہیں پیتا۔

روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے کھانا میسر ہے۔ کوئی شخص اسے دیکھ بھی نہیں رہا مگر وہ کھانا نہیں کھاتا۔

پیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے۔ محبت کے جذبات اس کی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں۔ الفت نے دونوں کو ایک دوسرے کا شیدا بنا رکھا ہے لیکن روزہ دار اس سے پہلوتہی اختیار کرتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی عزت اور عظمت اس کے دل میں اس قدر جاگزیں ہوگئی ہے کہ کوئی جذبہ بھی اس پر غالب نہیں آ سکتا اور روزہ ہی عظمت اور جلال الٰہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایمان دار اللہ کے حکم کی وجہ سے جائز، حلال، پاکیزہ، خواہشات کے چھوڑ دینے کی عادت کر لیتا ہے تو وہ بالضرور اللہ کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دے گا اور ان کے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کرے گا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے جس کا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شرع کا مقصود ہے۔ اسی لیے حدیث صحیح میں ہے:

1. مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ [2]

''جو روزہ دار جھوٹ کہنا، لغو بکنا اور لغو فضول کاموں کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں ہے اگر وہ اپنا کھانا پینا

---

[1] مسلم: 754، کنز العمال: 16507، احمد: 4/166، اتحاف سعادۃ المتقین 4/135۔ [2] بخاری: 1903

چھوڑ دیتا ہے۔''

② دوسری حدیث میں ہے:

اِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ۔ ①

''جب کوئی شخص کسی دن کا روزہ رکھے تو نہ کوئی بے ہودہ لفظ زبان سے نکالے، نہ بکواس اور شور کرے اور اگر اور کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تب کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (گالی کا جواب دینا جھگڑنا مجھے شایاں نہیں)''

روزہ اور چاند کی تاریخیں

① رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ جب نصف دنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ قمری مہینہ ادل بدل کر آنے سے کل دنیا کے مسلمانوں کے لیے مساوات قائم کر دیتا ہے لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کر دیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا۔

② روزہ رکھنا دشوار نہیں ہے مگر جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں یا جو جسمانی ناز و نعم ہی کو زندگی کا شیریں مقصد سمجھتا ہو، اس کے لیے روزہ رکھنا بے شک سخت گراں ہے۔

رمضان کا اسلام میں فرض ہونا، بلکہ رکن اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کو کس قدر ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانے والا اور کس قدر جسمانی و شہوانی خیالات کو ملیامیٹ کر دینے والا ②

3ھ کے ماہ رمضان میں سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو حضرت علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پہلوٹھے فرزند ہیں۔

ام الخبائث شراب کو اسلام نے حرام کیا

4ھ کی برکات میں بڑی برکت یہ ہے کہ شراب کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ میں انھیں شراب پلا رہا تھا۔ اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہوگئی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ جتنی شراب باقی ہے، اسے باہر پھینک دو۔ اس روز مدینہ کی گلی کوچہ میں شراب بہہ نکلی تھی۔

آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائٹیوں ③ (Temperance Society) کے ذریعہ انسداد شراب کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں۔ کیوں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی قلیل و کثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔

اسلام نے شراب کا نام ''ام الخبائث'' (برائیوں اور پلیدیوں کی ماں) رکھا ہے انسان کے جسم پر، روپیہ پر، اخلاق پر، ملک کے امن و انتظام پر، قبائل کے عادات پر، فوج کی اطاعت اور قوت پر جو برا اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہا ہے اس سے واضح ہے کہ

---

① بخاری: 1904، مسلم: 1151 ② مسیح نے فرمایا۔ 17۔ جب تو روزہ رکھے، اپنے سر پر چکنائی لگا اور منہ دھو۔ 18۔ تا کہ آدمی پر نہیں بلکہ تیرے باپ پر جو پوشیدگی میں دیکھا ہے روزہ دار ظاہر ہو۔ اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے آشکارا تجھے بدلہ دے۔ انجیل متی 6 باب/17-18۔

③ ٹمپرنس سوسائٹی (Temperance Society) ایسی تنظیم جو ترک شراب نوشی کے لیے کام کرے۔

شراب کے لیے "ام الخبائث" کیسا موزوں اور زیبا نام ہے۔

بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دے کر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی تحریص دلائی ہے۔ ان کو ذرا غور کرنا چاہیے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہوگا اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو، اس میں داخل ہونے سے عیاش طبیعتوں کو کتنی جھجک ہوگی۔

ولادت وشہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

اسی سال 4 ہجری کے ماہ شعبان میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو عاشورہ محرم 61 ہجری میں میدان کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے سچے فدائیوں کو صداقت کی تائید میں جان و مال و حرمت کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اسی جنگ میں صبر واستقلال، رضا و توکل، احقاق حق واتباع صداقت کے ایسے نمونے دکھلائے جن کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان و تربیت کا اثر و نتیجہ تھا۔ (رضی اللہ عنہ وعن سائر اتباعہ اجمعین)

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ سردار نجد کا مسلمان ہونا (5 ہجری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے۔ وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے۔ فوج والوں نے انھیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون کے ساتھ لا باندھا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر دریافت کیا کہ ثمامہ کیا حال ہے؟

ثمامہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا حال اچھا ہے، اگر آپ میرے قتل کیے جانے کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا اور اگر آپ انعام فرمائیں گے تو ایک شکر گزار پر رحمت کریں گے اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیے بتلا دیجیے۔

دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا: ثمامہ نے کہا: میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو ایک شکر گزار شخص پر فرمائیں گے۔

تیسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ثمامہ سے وہی سوال کیا اس نے کہا: میں اپنا جواب دے چکا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

ثمامہ رہائی پا کر ایک کھجور کے باغ میں گیا جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھا۔ وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوٹ کر آ گیا اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا۔

ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اللہ کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ کسی شخص سے نفرت نہ تھی لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے مجھے نہایت ہی نفرت تھی مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ واللہ! آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے اور کسی دین سے بغض نہ تھا لیکن آج تو آپ کا دین ہی مجھے محبوب تر ہو گیا ہے۔

ثمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی عرض کیا کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اب عمرہ کے

بارے میں کیاارشاد ہے۔ نبی ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی اور عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔

آپ ﷺ کا جانی دشمنوں سے حسن سلوک

ثمامہ ؓ مکہ پہنچا تو وہاں ایک شخص نے پوچھا: کہو تم صابی بن گئے۔ ثمامہ ؓ نے کہا: نہیں، میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا ہوں اور اسلام قبول کیا ہے اور اب یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمھارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہیں آئے گا۔ جب تک کہ محمد ﷺ کی اجازت نہ ہوگی۔ [1]

ثمامہ ؓ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا اناج بند کر دیا۔ غلہ کی آمد کے رک جانے سے اہل مکہ بلبلا اٹھے اور آخر نبی ﷺ ہی سے انھیں التجا کرنی پڑی۔ نبی ﷺ نے ثمامہ ؓ کو لکھ دیا کہ غلہ بدستور جانے دے۔ (ان دنوں اہل مکہ نبی ﷺ کے جانی دشمن تھے) اس قصہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے کیوں کر اس شخص کی جان بخشی فرمائی جو خود اپنے آپ کو واجب القتل سمجھتا تھا [2] اور نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا کہ ثمامہ ؓ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت ﷺ سے سخت نفرت وعداوت رکھتا تھا تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہو گیا تھا۔

نبی ﷺ کی نیکی اور طینت کی پاکی ورحمدلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے نکالا تھا اور بدر، احد، خندق میں اب تک نبی ﷺ اور مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے ساری طاقت صرف کر چکے تھے ان کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ یہ پسند نہیں فرماتے کہ ان کا غلہ روک دیا جائے اور ان کو تنگ وذلیل کر کے اپنا فرمانبردار بنایا جائے۔

صلح حدیبیہ 6ھ مقدس

اسی سال نبی ﷺ نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سنایا۔ فرمایا: ''میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔'' اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا ان کے دل میں تھا، بے چین کر دیا اور انھوں نے اسی سال نبی ﷺ کو سفر مکہ کے لیے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ ساتھ نہیں لیا بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لیے اور سفر بھی ذیقعد کے مہینہ میں کیا جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔ جب مکہ 19 میل رہ گیا تو نبی ﷺ نے مقام حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیج دی اور آگے بڑھنے کی اجازت ان سے چاہی۔

عثمان بن عفان ؓ جن کا اسلامی تاریخ میں ذوالنورین لقب ہے سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمان ؓ کو قتل یا قید کر دیا ہے۔ اس لیے نبی ﷺ نے اس بے سروسامان جمعیت سے جان نثاری کی

---

[1] صحیح بخاری: 4372۔ [2] ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کیے جانے کی وجہ ہر چند کہ اس روایت میں بیان نہیں ہوئی لیکن یہ یقینی ہے کہ یہ گرفتاری بالضرور کسی جرم کے بعد ہوئی تھی۔ غور کیجیے ثمامہ کے الفاظ پر کہ وہ خود اپنے آپ کو واجب القتل تسلیم کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے جب اسے بلا کسی شرط کے، بلا کسی معاوضہ کے اور بلا تکلیف تبدیلی مذہب کے آزاد فرما دیا تو اس کے دل پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق واحسان نے وہ کام کیا کہ اس کی ہدایت کا سامان ہو گیا۔

بیعت لی [1] کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم رہیں گے۔ [2] بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو(1400) تھی۔ [3] قرآن مجید میں ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ [الفتح:18]

''(اے پیغمبر!) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوا۔''

اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا داہنا ہاتھ قرار دیا اور ان کی جانب سے اپنے داہنے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت کا حال سن کر قریش ڈر گئے اور ان کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ حاضر ہوئے۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو قریش کی جانب سے آیا تھا اس نے قریش کو واپس جا کر کہا: [4]

اے قوم! مجھے بارہا نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسریٰ (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا جس کی عظمت اس کے درباروالوں کے دل میں ایسی ہو جیسے اصحاب محمد ﷺ کے دل میں محمد ﷺ کی ہے۔ محمد ﷺ تھوکتا ہے تو اس کا آب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی گرتا ہے اور وہ شخص اس آب دہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے۔

جب محمد ﷺ کوئی حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے سب مبادرت کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو آب مستعمل وضو کے لیے ایسے گرے پڑتے ہیں گویا لڑائی ہو پڑے گی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل میں محمد ﷺ کا اتنا ادب ہے کہ وہ اس کے سامنے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ میری رائے ہے کہ ان سے صلح کرلو جس طرح بھی بنے۔ [5]

سوچ سمجھ کر قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے۔ صلح کے لیے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئیں:

1. دس(10) سال تک باہمی صلح رہے گی، جانبین کی آمدورفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہوگی۔
2. جو قبائل چاہیں قریش سے مل جائیں اور جو چاہیں وہ مسلمانوں کی جانب شامل ہو جائیں۔ دوستدار قبائل کے حقوق بھی یہی ہوں گے۔
3. اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہوگی۔ اس وقت ہتھیار ان کے جسم پر نہ ہوں گے، گو سفر میں ساتھ ہوں۔
4. اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو نبی ﷺ اس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

آخری شرط سن کر تمام مسلمان بجز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھبرا اٹھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بارے میں زیادہ پرجوش تھے لیکن نبی ﷺ نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرمالیا۔

معاہدہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ انھوں نے شروع میں لکھا: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**

سہیل جو قریش کی طرف سے کمشنر معاہدہ تھا بولا بخدا! ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کسے کہتے ہیں، **بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ** لکھو۔

نبی ﷺ نے وہی لکھ دینے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر لکھا۔ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان منعقد ہوا ہے۔

---

[1] بخاری:2959،4167، مسلم:4824، نسائی:4170، ترمذی:1592 [2] بخاری:3576، مسلم:4812، نسائی:77 [3] بخاری:415

[4] یہ عروہ رضی اللہ عنہ جو آج قریش کا سفیر بن کر آیا تھا چند سال کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا تھا اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لیے سفیر اسلام بن کر گیا تھا۔ [5] بخاری:4180،4181

سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا اور نبی ﷺ نے اس کی درخواست پر ''محمد بن عبداللہ'' لکھنے کا حکم دیا۔ [1] معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہ ہوگا لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی اور عہد نامہ لکھا ہی جا رہا تھا، دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنیکا اختیار رکھتا تھا) کا بیٹا ابوجندل ؓ اسی جلسہ میں پہنچ گیا۔ ابوجندل ؓ مکہ میں مسلمان ہوگیا تھا۔ قریش نے اسے قید کر رکھا تھا اور اب وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عہد نامے کے مکمل ہوجانے پر اس کا خلاف نہ ہوگا یعنی جب تک عہد نامہ مکمل نہ ہوجائے اس کی شرائط پر عمل نہیں ہوسکتا۔

سہیل نے بگڑ کر کہا کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے حکم دیا اور ابوجندل ؓ کو قریش کے سپرد کر دیا گیا۔

قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اس کی مشکیں باندھیں، پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لے گئے۔ نبی ﷺ نے جاتے وقت اس قدر فرما دیا تھا کہ ابوجندل ؓ اللہ تیری کشائش کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا۔ [2]

ابوجندل ؓ کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا مگر نبی ﷺ کا حکم سمجھ کر ضبط وصبر کیے رہے۔

حملہ کرنے والے اسی (80) اعداء کو معافی

نبی ﷺ حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسی (80) آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جب کہ مسلمان نماز میں مصروف تھے، اس ارادہ سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کر دیں۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لیے گئے اور آنحضرت ﷺ نے انھیں از راہ رحمدلی وعفو چھوڑ دیا۔ اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا۔

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ﴾

''اللہ وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمھارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمھارے ہاتھ بھی (ان پر قابو پالینے کے بعد) ان سے روک دیے۔'' [الفتح:24]

برکاتِ معاہدہ

الغرض یہ سفر بہت خیر وبرکت کا موجب ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی، حزم، دور بینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور رحمۃ للعالمینی کے انوار کا ظہور دکھلایا۔

مسلمان حدیبیہ ہی سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اسی معاہدہ کے بعد سورہ الفتح کا نزول حدیبیہ میں ہوا تھا۔ عمر فاروق ؓ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ معاہدہ ہمارے لیے فتح ہے؟ فرمایا: ہاں۔ [3]

---

[1] بخاری:2731-2732، مسلم:1784۔ یہی سہیل آج اسم مبارک محمد ﷺ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ لکھنے پر اعتراض کرتا ہے۔ چند سال کے بعد دلی شوق وامنگ سے مسلمان ہوگیا تھا۔ انتقال نبوی ﷺ کے بعد مکہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر ایسی زبردست تقریر کی تھی جو ہزاروں مسلمانوں کے لیے استحکام وتازگی ایمان کا باعث ٹھہری تھی۔ بے شک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے کہ وہ جانی اور دلی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنالیتا ہے۔ [2] بخاری:2731-2732، مسلم:1784

[3] بخاری:2732، مسلم:1785۔

ابوجندل ؓ نے زندان مکہ میں پہنچ کر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی جو کوئی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا، وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتا۔ اللہ کی عظمت وجلال بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتا۔ اللہ کی قدرت کہ ابوجندل ؓ اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اسی قید خانہ میں کرتے۔

الغرض اسی طرح ایک ابوجندل ؓ کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو (300) اشخاص ایمان لے آئے۔

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہد نامے میں ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی۔ پھر انھوں نے مکہ کے چند منتخب اشخاص کو نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم عہد نامہ کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔ اب تو مسلموں کو اپنے پاس واپس بلا لیجیے۔ نبی ﷺ نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا [1] اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ معاہدہ کی شرط جو ظاہراً ہم کو ناگوار تھی اس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہوا۔

”ابوجندل ؓ کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے؟“

ابوجندل ؓ کے قصہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی صداقت کیسی الٰہی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی اور کس طرح طالبان حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی کہ وطن کی دوری، اقارب کی جدائی، قید، ذلت، بھوک، پیاس، خوف وطمع، تلوار، پھانسی غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ ان کو اسلام سے نہ روک سکتا تھا۔

صلح کا حقیقی فائدہ

امام زہری ؒ [2] نے معاہدہ کی دفعہ اول کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین سے آمد ورفت کی روک ٹوک کے اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح ان کو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے مواقع ملے۔ اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

---

[1] ابوجندل، ابوبصیر اور ابوالعاص کے واقعات: ابوجندل کی طرح ایک شخص ابوبصیر تھا۔ وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہنچا۔ قریش نے اسے واپس لانے کے لیے دو شخص نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوبصیر ان کے سپرد کر دیا۔ راستہ میں ابوبصیر نے ان میں سے ایک کو دھوکا دے کر مار دیا۔ دوسرا نبی ﷺ کی خدمت میں اطلاع کے لیے گیا۔ اس کے پیچھے ہی ابوبصیر بھی پہنچا۔ نبی ﷺ نے اسے فساد انگیز فرمایا۔ اس عتاب سے خوفزدہ ہو کر وہ وہاں سے بھی بھاگ گیا۔ قریش نے ابوجندل اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا۔ ابوجندل کو چوں کہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی اس لیے اس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا اسے لوٹ لیتا (کیوں کہ قریش فریق جنگ تھے) ابوبصیر بھی اسے ہی جا ملا۔

ایک دفعہ ابوالعاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا۔ ابوجندل وغیرہ ابوالعاص سے واقف تھے سیدہ زینب ؓا بنت رسول ﷺ کا اس سے نکاح ہوا تھا۔ (گو ابوالعاص کے مشرک رہنے سے افتراق ہو چکا تھا) ابوجندل نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مگر کسی جان کا نقصان نہ کیا۔ اس لیے کہ ابوالعاص ان میں تھا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا اور حضرت زینب ؓا کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی ﷺ تک پہنچائی نبی ﷺ نے معاملہ صحابہ ؓ کے مشورہ پر چھوڑ دیا۔ صحابہ ؓ نے ابوالعاص کی تائید میں فیصلہ کیا۔ جب ابوجندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے سارا اسباب رسی اور مہار شتر تک ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص مکہ پہنچا۔ سب لوگوں کا روپیہ پیسہ اسباب ادا کیا۔ پھر منادی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتلا دے۔ سب نے کہا کہ تو بڑا امین ہے۔ ابوالعاص ؓ نے کہا: اب میں جاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو لوگ الزام لگاتے کہ ہمارا مال مار کر مسلمان ہو گیا ہے۔ نبی ﷺ نے ابوجندل اور اس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ منورہ بلا لیا تھا تاکہ قریش کو نہ لوٹ سکیں۔

[2] محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب المعروف بہ ابن شہاب الزہری ؒ مشہور تابعی جلیل القدر امام، مشہور فقیہ اور حافظ الحدیث تھے۔

مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لیے جانا اور اس کے نتائج 7ھ مقدس

معاہدہ حدیبیہ کی شرط دوم کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچ کر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اس لیے اللہ کا رسول ﷺ دو ہزار (2000) صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مکہ پہنچا۔ مکہ والوں نے نبی ﷺ کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا، لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر ابوقبیس [1] کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے چلے گئے۔ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے۔

اللہ کا نبی (ﷺ) تین (3) دن تک عمرہ کے لیے مکہ میں رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا۔

ان منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش، سادہ اور مؤثر طریق عبادت کا اور ان کی اعلیٰ دیانت و امانت کا (کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہوا تھا) عجیب اثر ہوا۔ جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔

یہود کی چوتھی سازش مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاری، لشکر اسلام کا آگے بڑھ کر انھیں لینا جنگ خیبر (محرم 7ھ)

خیبر مدینہ منورہ سے شام کی جانب تین (3) منزل پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا۔ آبادی کے گرداگرد مستحکم قلعے بنائے ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کو سفر حدیبیہ سے پہنچے ہوئے ابھی تھوڑے دن (ایک ماہ سے کم) ہی ہوئے تھے کہ یہ سننے میں آیا ہے کہ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور جنگ احزاب کی ناکامی کا بدلہ لینے اور اپنی کھوئی ہوئی جنگی عزت و قوت کو ملک بھر میں بحال کرنے کے لیے ایک خونخوار جنگ کی تیاری کر چکے ہیں۔ [2]

انھوں نے قبیلہ بنوغطفان کے چار ہزار (4000) جنگ جو بہادروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور معاہدہ یہ تھا کہ اگر مدینہ فتح ہو گیا تو پیداوار خیبر کا نصف حصہ ہمیشہ بنوغطفان کو دیتے رہیں گے۔

مسلمان محاصرہ کی سختی کو جو پچھلے سال ہی جنگ احزاب میں انھیں اٹھانی پڑی تھی، ہنوز نہیں بھولے تھے۔ اس لیے سب مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ اس حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر لینا چاہیے۔

نبی ﷺ نے اس غزوہ میں صرف انہی صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہمرکاب چلنے کی اجازت دی تھی جو ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ [الفتح:18] [3] ''اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے خوش ہوا جو درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں کے اندر کا حال جان لیا۔'' کی بشارت سے ممتاز تھے اور جن کو ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا﴾ [الفتح 20] [4] ''اللہ نے تم سے بڑی بڑی فتوحات کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کرو گے۔'' کا مژدہ مل چکا تھا۔ ان کی تعداد چودہ سو (1400) تھی۔ جن میں سے دو سو (200) اسپ سوار تھے۔

مقدمہ لشکر کا سردار عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ [5] اور میمنہ لشکر کے سردار عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ سردار میسرہ کوئی اور صحابی تھے۔ بیس (20) صحابیہ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں جو بیماروں اور زخمیوں کی خبر گیری اور تیمارداری کے لیے ساتھ ہو لی تھیں۔ [6]

---

[1] مکہ مکرمہ کے مشرق میں واقع ایسا پہاڑ ہے جس پر کھڑے ہونے سے پوری مسجد الحرام اور بیت اللہ واضح نظر آتے ہیں۔ [2] طبقات ابن سعد، ص: 7 [3] اللہ تعالیٰ خوش ہوا جو درختوں کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں کے اندر کا حال جان لیا۔ [4] اللہ نے تم سے بڑی بڑی فتوحات کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کرو گے۔ [5] عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ فضلائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ نبی ﷺ نے بشارت دی تھی کہ یہ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ بدر، احد، خندق اور دیگر مشاہد میں حاضر تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بعمر 45 سال شہید ہوئے۔ [6] مدارج النبوۃ، ص: 90

لشکر اسلام آبادی خیبر کے متصل رات کے وقت پہنچ گیا تھا لیکن نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ رات کو لڑائی شروع نہ کرتے تھے اور نہ کبھی شب خون ڈالا کرتے۔ ① اس لیے لشکر اسلام نے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے، معرکہ کے لیے اس مقام کا انتخاب مرد جنگ آزما حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ یہ میدان اہل خیبر اور بنو غطفان کے درمیان پڑتا تھا ② اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوا کہ جب بنو غطفان یہودیان خیبر کی مدد کے لیے نکلے تو انھوں نے لشکر اسلام کو سد راہ پایا اور اس لیے چپ چاپ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر کا بڑا کیمپ اسی جگہ رہے گا اور حملہ آور فوج کے دستے کیمپ سے جایا کریں گے۔ لشکر کے اندر فوراً مسجد تیار کر لی گئی اور جنگ کے دوش بدوش تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری فرما دیا گیا تھا۔ ③

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس کیمپ کے ذمہ دار افسر تھے۔

قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے دائیں بائیں واقع تھے شمار میں دس تھے جن کے اندر دس ہزار (10000) جنگی مرور ہتے تھے۔ ④

ہم ان کو تین حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ ⑤

1. قلعہ ناعم
2. قلعہ نطاۃ
3. حصن صعب بن معاذ
4. حصن قلعہ الزبیر

یہ چاروں حصون نطاۃ کے نام سے نامزد تھے۔

5. حصن شق
6. حصن البر
7. حصن ابی

یہ تینوں حصون شق کے نام سے نامزد تھے۔

8. حصن قموص طبری
9. حصن وطیح
10. حصن سلالم جسے حصن بنی الحقیق بھی کہتے ہیں

یہ تینوں حصون کتیبہ کے نام سے نامزد تھے۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حملہ آور فوج کا سردار بنایا گیا اور انھوں نے قلعہ نطاۃ پر جنگ کا آغاز کر دیا۔ نبی ﷺ خود بھی حملہ آور فوج میں شامل ہوئے تھے۔ باقی ماندہ فوجی کیمپ زیر نگرانی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھا۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (5) پانچ روز تک برابر حملہ کرتے رہے لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ پانچویں یا چھٹے روز کا ذکر ہے کہ محمود رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی گرمی سے ذرا ستانے کے لیے بائیں قلعہ کے سایہ میں لیٹ گئے۔ کنانہ بن الحقیق یہودی نے انھیں غافل دیکھ کر ایک پتھر ان کے سر پر دے مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ فوج کی کمان محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی نے سنبھال لی اور شام تک کمال شجاعت و دلاوری سے لڑتے رہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ یہودیوں کے نخلستان کو کاٹا جائے کیوں کہ ان لوگوں کو ایک ایک درخت سے ایک ایک بچے کے برابر پیار ہے۔ اس تدبیر پر اہل قلعہ پر اثر ڈالا جا سکے گا۔ اس تدبیر پر عمل شروع ہو گیا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر التماس کیا کہ علاقہ یقیناً مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہونے والا ہے، پھر ہم اسے اپنے ہاتھوں کیوں خراب کریں۔ نبی ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس نخلستان کاٹنے کے بارہ میں امتناعی حکم (Stay order) بھیج دیا۔

---

① بخاری: 4197 ② تاریخ طبری، ص: 92 ③ بخاری: 4195
④ فتح الباری۔ بعض کتابوں میں قلعوں کی تعداد 6،7 بھی درج ہے۔ ⑤ سیرت محمد ﷺ مولوی کرامت علی

شام کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی مظلومانہ شہادت کا قصہ خود ہی نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔ نبی ﷺ فرمایا:

لَأُعْطِيَنَّ (اَوْلَيَأْتِيَنَّ) الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلَهُ يَفْتَحِ اللهُ عَلَيْهِ۔

''کل فوج کا نشان اس شخص کو دیا جائے گا (یا وہ شخص نشان ہاتھ میں لے گا) جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔ [1]

یہ ایسی تعریف تھی، جسے سن کر فوج کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کی کمان ملنے کے آرزومند ہو گئے تھے۔

اس رات پاسبانی لشکر کی خدمت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ انھوں نے گرداوری کرتے ہوئے ایک یہودی کو گرفتار کیا اور اسی وقت نبی ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت ﷺ نماز تہجد میں تھے۔ جب فارغ ہوئے تو یہودی سے گفتگو فرمائی۔ یہودی نے کہا کہ اگر اسے اور اس کے زن و بچہ کو جو قلعہ کے اندر ہیں امان عطا ہو تو وہ بہت سے جنگی راز بتلا سکتا ہے۔ یہ وعدہ اس سے کر لیا گیا۔ یہودی نے بتلایا کہ نطاۃ کے یہودی آج کی رات اپنے زن و بچہ کو قلعہ شق میں بھیج رہے ہیں اور نقد وجنس کو قلعہ نطاۃ کے اندر دفن کر رہے ہیں۔ مجھے وہ مقام معلوم ہے جب مسلمان قلعہ نطاۃ لے لیں گے تو میں وہ جگہ بتلا دوں گا۔ بتلایا کہ قلعہ شق کے تہ خانوں میں قلعہ شکنی کے بہت سے آلات منجنیق وغیرہ موجود ہیں۔ جب مسلمان قلعہ شق فتح کر لیں گے تو میں وہ تہ خانے بھی بتلا دوں گا۔

صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ انھیں آشوب چشم ہے اور آنکھوں میں درد بھی ہوتا رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے تو نبی ﷺ نے لب مبارک جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ اس وقت آنکھیں کھل گئیں۔ نہ آشوب کی سرخی باقی تھی اور نہ درد کی تکلیف۔ پھر فرمایا: علی رضی اللہ عنہ جاؤ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت دو، بعد میں جنگ۔ علی رضی اللہ عنہ اگر تمھارے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو یہ کام بھاری غنیمتوں کے حاصل ہو جانے سے بہتر ہوگا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ ناعم پر جنگ کی طرح ڈالی۔ مقابلہ کے لیے قلعہ کا مشہور سردار مرحب میدان میں نکلا۔ یہ اپنے آپ کو ہزار (1000) بہادروں کے برابر کہا کرتا تھا۔

اس نے آتے ہی یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اِنِّيْ مَرْحَبُ   شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

''خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار سجانے والا بہادر تجربہ کار مرحب ہوں۔ جب لوگوں کے ہوش مارے جاتے ہیں تو میں بہادری دکھایا کرتا ہوں۔''

اس کے مقابلہ کے لیے عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نکلے۔ وہ بھی اپنا رجز پڑھتے جاتے تھے۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اِنِّيْ عَامِرٌ   شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

''خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار چلانے میں استاد ہوں، نبرد آزما تیغ ہوں، میرا نام عامر ہے۔''

---

[1] بخاری: 4210

مرحب نے ان پر تلوار سے وار کیا۔ عامر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھال پر روکا اور مرحب کے حصہ زیریں پر وار چلایا۔ مگر ان کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی تھی ان ہی کے گھٹنے پر لگی، جس کے صدمہ سے بالآخر شہید ہو گئے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے۔

رجز حیدری سے میدان گونج اٹھا، آپ فرماتے تھے:

أَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ أُمِّيْ حَيْدَرَهْ أُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

كَلَيْثِ غَابَاتٍ شَدِيْدٍ قَسْوَرَهْ [1]

میں ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر غضب ناک رکھا ہے، میں اپنی تلوار کی سخاوت سے تمھیں بڑے پیمانے عطا کروں گا۔

میں شیر ببر سخت حملہ آور مرد میدان ہوں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا لگایا کہ مرحب کی خود آہنی کو کاٹتا ہوا عمامہ کو قطع کرتا سر کے دو ٹکڑے بناتا ہوا گردن تک جا پہنچا۔ مرحب کا بھائی یاسر نکلا۔ اسے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ [2] نے خاک میں سلا دیا۔ اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عام حملہ سے قلعہ ناعم فتح ہو گیا۔

اسی روز قلعہ صعب کو حضرت حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے محاصرہ سے تیسرے دن بعد فتح کر لیا۔ [3] قلعہ صعب سے مسلمانوں کو جو، کھجور، چھوہارے، مکھن، روغن، زیتون، چربی اور پارچات کی مقدار کثیر ملی۔ فوج میں قلت رسد سے جو تکلیف ہو رہی تھی، وہ رفع ہو گئی۔ اس قلعہ سے آلات قلعہ شکن بھی برآمد ہوئے۔ جس کی خبر یہودی جاسوس دے چکا تھا۔ اس سے اگلے روز قلعہ نطاۃ فتح ہو گیا۔ اب ''قلعہ الزبیر'' پر جو ایک پہاڑی ٹیلہ پر واقع تھا اور اپنے بانی زبیر کے نام سے موسوم تھا، حملہ کیا گیا۔ دو روز کے بعد ایک یہودی لشکر اسلام میں آیا۔ اس نے کہا: یہ قلعہ تو مہینہ بھر تک بھی تم فتح نہیں کر سکو گے۔ میں ایک راز بتلاتا ہوں۔ اس قلعہ کے اندر پانی ایک زیر زمین نالہ کے راہ سے جاتا ہے۔ اگر پانی کا راستہ بند کر دیا جائے تو فتح ممکن ہے۔ مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اب اہل قلعہ، قلعہ سے نکل کر کھلے میدان میں آ کر لڑے اور مسلمانوں نے انھیں شکست دے کر قلعہ کو فتح کر لیا۔

پھر حصن ابی پر حملہ شروع ہوا۔ اس قلعہ والوں نے سخت مدافعت کی۔ ان میں سے ایک شخص جس کا نام غروان تھا۔ مبارزت کے لیے باہر نکلا۔ حباب رضی اللہ عنہ مقابلہ کو گئے۔ اس کا بازو راست کٹ گیا۔ وہ قلعہ کو بھاگا۔ حباب رضی اللہ عنہ نے تعاقب کیا اور اس کی رگ پاشنہ (ایڑی) کو بھی کاٹ ڈالا۔ وہ گر پڑا اور پھر قتل کیا گیا۔

قلعہ سے ایک اور مبارز نکلا جس کا مقابلہ ایک مسلمان نے کیا۔ مگر مسلمان اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نکلے۔ انھوں نے جاتے ہی اس کے پاؤں کاٹ دیے اور پھر قتل کر ڈالا۔

یہود پر رعب طاری ہو گیا اور باہر نکلنے سے رک گئے۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا۔ تکبیر کہتے

---

[1] طبری، ص 276/2 [2] مشہور صحابی جو حواری رسول ﷺ کے لقب سے معروف تھے۔ پانچویں شخص نے جو شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ چھ رکنی خلافت کمیٹی کے ممبر تھے۔ [3] حباب بن المنذر انصاری السلمی ابو عمرو رضی اللہ عنہ کنیت اور ذوالرائے لقب تھا۔ غزوہ بدر میں 33 سال کے تھے۔ میدان جنگ بدر کے متعلق بھی آنحضرت ﷺ نے ان کی رائے کو پسند فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال کیا۔

ہوئے قلعہ کی دیوار پر جا چڑھے۔ قلعہ فتح کرلیا۔ اہل قلعہ بھاگ گئے۔ اس قلعہ سے بکریاں اور پارچات اور بہت سا اسباب ملا۔

اب مسلمانوں نے حصن البر پر حملہ کر دیا۔ یہاں کے قلعہ نشینوں نے مسلمانوں پر اتنے تیر برسائے اور اتنے پتھر گرائے کہ مسلمانوں کو بھی مقابلہ میں منجنیق کا استعمال کرنا پڑا۔ منجنیق وہی تھے جو حصن صعب سے غنیمت میں ملے تھے۔ منجنیقوں سے قلعہ کی دیواریں گرائی گئیں اور قلعہ فتح ہو گیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا 8ھ

انہی ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ احد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے اور مسلمانوں کو انھوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا۔

یہ وہی خالد رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے اسلامی جنرل ہونے کی حیثیت میں مسیلمہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانباز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہو جانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (8ھ)

ان ہی ایمان لانے والوں میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ قریش نے ان ہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے Deputation (وفد) کا سردار بنایا تھا جو شاہ حبش کے پاس گیا تھا تا کہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کر دے۔ اسی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا۔ ایسے مدبر وسیاست دان (Politician) اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے۔

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

انہی اسلام لانے والوں میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم وکلید بردار تھے۔ جب یہ نامی سردار (جن کی شرافت حسب ونسب سارے عرب میں مسلمہ تھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ جا پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے۔

عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا (9ھ مقدس)

اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی کہ 9/ہجری میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی۔ اس وقت اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ ان میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض کیا:

''میں سردار قوم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم وکرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا، غریبوں پر رحم کیا کرتا، وہ مر گیا۔ بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر رحم کریں۔''

نبی ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں۔ اس کے بعد اسے مع اس کے متعلقین چھوڑ دیا اور زاد راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے نام سے سخت نفرت تھی کیوں کہ میں عیسائی المذہب تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ میں سچے دین پر بھی ہوں اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں۔ اس لیے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے شتر خانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا کہ دو عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں۔ ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے اور جب اسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے، مجھے فوراً بتلائے۔

ایک روز داروغہ آیا۔ کہا: صاحب! محمدی ﷺ فوج کے آجانے پر کچھ کرنے کا ارادہ ہو، وہ کر گزریئے، کیوں کہ مجھے دور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں۔ یہ سن کے میں نے اونٹ منگائے۔ بیوی بچہ اور زر و مال کو لادا اور شام کو چل دیا۔ میری بہن آنحضرت ﷺ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہنچی۔ اس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقیل تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کی نسبت تمھاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اس کے پاس چلا جا۔ کیوں کہ اگر وہ نبی ہے۔ تب تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے اور اگر وہ بادشاہ ہے تب بھی اس کے پاس جانے سے تو ذلیل نہ ہوگا۔ کیوں کہ تو تو ہی ہے۔ (یعنی تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہے) بہن کے مشورہ پر میں مدینے میں آیا۔ اس وقت نبی اللہ ﷺ مسجد میں تھے۔ میں نے جا کر سلام کیا۔ فرمایا: ''کون؟'' میں نے کہا: ''عدی بن حاتم۔'' نبی ﷺ مجھے ساتھ لے کے اپنے گھر چلے۔ راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی۔ اس نے نبی ﷺ کو ٹھہرا لیا۔ آپ دیر تک اس کے پاس کھڑے رہے اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ گھر پہنچے۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے نبی ﷺ نے میرے سامنے پھینک دیا۔ فرمایا: اس پر بیٹھو۔ میں نے کہا: نہیں حضور ﷺ بیٹھیں۔ فرمایا: نہیں۔ تم ہی بیٹھ جاؤ۔ میں گدے پر بیٹھ گیا اور آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ اب پھر میرے دل نے یہی گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں۔

اب نبی ﷺ نے فرمایا: تم تو ''رکوسی'' ہو۔ [1] میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار سے چہارم لیا کرتے ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں۔ میں نے کہا: سچ ہے اور میں نے دل میں کہا کہ یہ ضرور نبی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

نبی ﷺ نے پھر فرمایا: عدی شاید اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے کہ سب لوگ غریب ہیں۔ واللہ! ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہے گا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب تو سن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔

---

[1] ر۔ک۔و۔س۔ی: (رکوسی) عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آج کل دوسری قوموں میں ہے۔ واللہ! وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے۔ جب تو سن لے گا کہ ارض بابل کا سفید محل (نوشیرواں کا دربار دیوان خانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔

عدی! بتلاؤ کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہو سکتا ہے؟

عدی! بتلاؤ کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا عذر ہے؟ کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے؟

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہوگیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی ﷺ کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں تھی۔

عدی کہتا ہے کہ اس ارشاد نبوی ﷺ کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے اور تیسرا سال جا رہا تھا کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کے لیے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی ہو کر رہے گی۔ [1]

حج اسلام کا پانچواں رکن

[1] اسلام کا پانچواں رکن حج ہے:

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام وہ پیغام محبت ہے جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا، بیگانوں کو یگانہ اور آشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے۔

احکام اسلام کا منشا بھی یہی ہے کہ افراد مختلفہ کو ملت واحدہ بنا کر کلمہ واحدہ پر جمع کر دیا جائے۔

① اہل محلہ میں محبت واتحاد پیدا کرنے، قائم رکھنے کے لیے پنج گانہ نمازوں کے وقت اہل محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے۔

② اہل شہر میں محبت وتعلقات بڑھانے کے لیے ہفتہ میں ایک بار ان کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔

③ اہل شہر دیہات قرب وجوار کے رہنے والوں میں تعارف وتعلق محبت وشناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لیے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سنن ہدیٰ میں سے قرار دیا گیا ہے۔ ہر دو موقع پر دیہات والے شہر کی جانب آتے ہیں اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر ان سے ملاقی ہوتے اور مل جل کر عبادت الٰہی ادا کرتے ہیں۔

عالم اسلامی میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے حج عمر بھر میں ایک دفعہ ان سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں، فرض کیا گیا ہے۔

[2] حج میں سب کے لیے وہ سادہ بن سلا لباس جو نسل انسانی کے پدر اعظم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے تاکہ ایک ہی رسول ﷺ ایک ہی قرآن، ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت، ایک ہی لباس میں ایک ہی سطح پر نظر آئیں اور چشم ظاہر بین کو بھی ان اتحاد معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔

---

[1] بخاری: 3595,1413 تاریخ طبری، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے 67ھ میں بعمر 120 سال کوفہ میں وفات پائی۔

(3) حج کے لیے وہ مقام قرار دیا گیا ہے جہاں صابی، یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کے جد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ بنائی تھی۔ چوں کہ اقوام بالا کا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اس لیے اس مقام کے اختیار کرنے کی تائید کثرت رائے اور قدامت زمانہ دونوں طرح سے ہوتی ہے۔

حج کے فوائد عظیمہ

(4) حج سے مقصود شوکت اسلام کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو سفر بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔

بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں (مثل کارونیشن Coronation) کے انعقاد سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔

ایک مارشل (Marshal) کا جو مقصود عظیم فوجی ریویو (Review) سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔

کانفرنس (Conference) کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں (Delegates) کے اجتماع سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔

ایوان تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں (Exhibitions) کے قیام سے آثار قدیمہ کے جویا، صنادید عالم کے متلاشی، عالمان طبقات الارض، واقفان علم الالسنہ اور محققان تاریخ اقوام و ماہرین جغرافیہ عالم کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے وہ سب امور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں حج 9ھ کو فرض ہوا۔ اسی سال نبی ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنایا اور تین سو (300) صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے ہمراہ کیا تاکہ سب کو حج کرائیں۔

ان کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ وہ سورہ براءت کا اعلان کریں۔ ابوبکر صدیق ﷺ نے لوگوں کو حج کرایا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سورہ براءت کی پہلی چالیس (40) آیتوں کو مع ان احکام کے پڑھ کر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائے گا [1] اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔ [2]

10 ہجری

اس سال نبی ﷺ نے حج کا ارادہ کیا اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیج دی گئی کہ نبی ﷺ حج کے لیے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ در انبوہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ اس انبوہ میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے۔

نبی ﷺ کا حج

ذی الحلیفہ میں نبی ﷺ نے احرام باندھا اور یہیں سے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ کا ترانہ بلند کیا اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

اس مقدس کارواں کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے۔ [3]

---

[1] دیکھو یسعیاہ 35 باب 8 درس۔ جو ناپاک ہے اس پر سے گزر نہ کرے گا۔ وہ ان ہی کے لیے ہے۔ [2] بخاری 4363 [3] حجۃ اللہ البالغہ ص:253

نبی کریم ﷺ کا راہ میں جب کسی ٹیلہ یا کریوہ سے گذر ہوتا تھا تین تین بار تکبیر آواز بلند فرماتے تھے۔ ①

جب مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طوی میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے ② اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبوہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو آشکارا فرمایا۔ ③

زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ ان کی چوٹیوں پر چڑھ کے اور کعبہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و تکبیر پڑھے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ کے ترانے گائے۔ ④

آٹھویں ذی الحج کو قیام گاہ سے مکہ روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔

نویں ذی الحج کو آنحضرت ﷺ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ آ کر اترے۔ اس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات تشریف لائے۔ تمام میدان سرتا سر لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور ہر ایک

---

① صحیح بخاری: 6365۔ اب دیکھو یسعیاہ باب 42 ورس 11 بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے۔

② اس وقت ﴿اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ کی شان اس قافلہ سالار پر نمودار تھی۔

③ اس موقع کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے: (1) اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ (2) دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیری قوموں پر۔ لیکن خداوند تجھ پر طالع ہو گا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہو گا۔ (3) اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گی۔ (4) اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر۔ وہ سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہ تجھ پاس آتے ہیں۔ تیرے بیٹے دور سے آویں گے اور تیری بیٹیاں گروہ میں اٹھائی جاویں گی۔ (5) تب تو دیکھے گی اور روشن ہو گی۔ تیرا دل اچھلے گا اور کشادہ ہو گا۔ کیوں کہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہو گی۔ اونٹ کثرت سے آ کے تجھے چھپا لیں گے۔ مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ وہ سب جو سبا کے ہیں آویں گے۔ وہ سونا اور لبان لاویں گے اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سناویں گے۔ نبی ﷺ کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کے لیے داغ اور کعبہ کے لیے موجب حسرت تھا۔ لیکن اب پورے جاہ و جلال کے ساتھ توحید خالص کا اظہار و استحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا اور کعبہ کا طواف کرنا بے شک بیت اللہ کے لیے دو چند مسرت کا باعث ہے۔ اول تو بچھڑے ہوئے فرزندان دین کا ملنا۔ دوم دین حقہ کا باشوکت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا جو قطورہ بی بی کے بطن سے تھے اور عیفہ مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سبا بن یقسان بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ (کتاب پیدائش 25 باب 1 تا 4 ورس) یہ سب عرب میں آباد ہوئے اور اس حج میں وہ قبائل بھی حاضر ہوئے۔ جن کے مورث اعلیٰ مدیان، عیفہ، سبا ہیں۔ اس لیے پیشین گوئی (جس میں صراحت سے پتا و نشان دیا گیا تھا) بالکل پوری ہوئی۔

④ بخاری: 4116، حجۃ اللہ ص 355 عربی کا ترجمہ یہ ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور ستائش بھی اسی کے لیے شایان ہے۔ وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ جس کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایان نہیں، ایک ہے۔ اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا، اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی۔ ناظرین ان کلمات قدسی میں اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس بھی ہے اور مادہ پرست لوگوں کو نصرت الٰہی بھی بشکل مصور دکھائی گئی ہے۔ چند سال ہوئے یہی محمد ﷺ اسی مکہ میں اکیلے تھے۔ پھر اس کی دعوت پر ایک ایک، دو دو آدمی اس کے ساتھ ملتے گئے۔ وہ سب اسی کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں تختے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے۔ تو ملک نے ان کی رائے کی مخالفت کی۔ کچھ حبش کو چلے گئے، کچھ رہ گئے۔ تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ محمد ﷺ بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کے لیے ناقابل سکونت ثابت ہوا اور سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ محمد ﷺ کا جانا رات کی تاریکی میں تھا۔ ایک رفیق کے سوا اس وقت کوئی بشر ساتھ نہ تھا۔ دشمنوں کو ان کے بچ جانے کا رنج ہوا۔ ان کے مامن اور قیام گاہ پر نو برس تک برابر حملے کرتے رہے۔ آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی محمد ﷺ ہے، وہی مکہ ہے، وہی عرب ہے، کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے اور فتح و نصرت ربانی کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ شخص واحد کا ایسی عداوتوں، مقابلوں، جنگوں وتزویروں کے بعد ایسی لاثانی کامیابی حاصل کرنا اَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، ہی سے تعبیر ہو سکتا ہے۔ یسعیاہ میں ہے۔ سلع (مدینہ) کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے۔" (11/42)

شخص تکبیر وتہلیل۔ تمجید وتقدیس میں مصروف تھا۔ [1] اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار (یا چوبیس ہزار) کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کے لیے ہمہ تن حاضر تھا۔ نبی ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصواء پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا۔

---

[1] تم زمین پر سرتاسر اس کی ستائش کرو۔ (یسعیاہ 42: 1-42) دیکھو مکاشفات یوحنا 14 باب......مکاشفات کے متعلق یہ درس یاد رکھنا چاہیے۔ یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا تا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے، دکھا دے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مکاشفات جو مسیح کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہوئی ہیں۔ زمانہ مابعد مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

14 باب

(1) پھر جو میں نے نگاہ کی اور دیکھا کہ برہ صیہون پہاڑ پر کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار

(2) جن کے ماتھوں پر اس کے باپ کا نام لکھا تھا۔

(3) پھر میں نے آسمان سے آواز سنی جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی۔ اور میں نے بربط نوازوں کی آواز جو اپنی بربط بجاتے تھے سنی۔

(4) 3۔ اور وہ تخت کے سامنے اور ان چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گا رہے تھے۔

(5) (6) اور کوئی ان ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) کے سوا جو زمین سے خریدے گئے تھے اس گیت کو سیکھ نہ سکا۔

(7) یہ وہ لوگ ہیں جو عورتوں کے ساتھ گندگی میں نہ پڑے کہ کنوارے ہیں

(8) یہ وہ ہیں جو برے کے پیچھے جاتے ہیں، جہاں کہیں وہ جاتا ہے۔

(9) یہ خدا اور برے کے لیے پہلے پھل ہو کے آدمیوں سے مول لیے گئے ہیں۔

(10) 5۔ اور ان کے منہ میں مکر پایا نہ گیا کیوں کہ وہ خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔

شرح باب ہذا

(1) برہ سے اصطلاح مکاشفات میں وہ گراں مایہ وجود مراد ہے جو بعد از رب سب سے برتر ہو۔ یہاں رسول اللہ مراد ہیں۔ صیہون سے مقدس پہاڑ مراد ہے۔ ایک لاکھ 44 ہزار کی تعداد صحابہ جو حج میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ احادیث میں مذکور ہے۔

(2) یہ درس ترجمہ ہے: ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ [48/الفتح 29] کا۔

(3) اس میں عام آواز تسبیح وتحمید کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل بربط وباجے کے ساتھ اپنی دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

(4) نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے جو اہل کتاب کے لیے نئی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہ ہو گا بلکہ تغنی وترنم ہو گا۔

(5) رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سننے کا شرف ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) ہی کو ملا تھا۔

(6) خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾ [9/التوبۃ 111]

(7) مومنین کی صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے:
﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ [23/المؤمنون 57]

(8) صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہیں
﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ نیز بالفاظ ﴿وَالَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ﴾ [7/الاعراف 157]

(9) یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔
﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ [9/التوبۃ 100]
نیز بالفاظ حدیث اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ

(10) یہ صفت قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوئی ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ [49/الحجرات 3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع

﴿1﴾ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ لَا اَرَانِیْ وَ اِیَّاکُمْ نَجْتَمِعُ فِیْ ھٰذَا الْمَجْلِسِ اَبَدًا۔ ﴿1﴾

لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

﴿2﴾ اِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِی شَھرِکم ھذا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْئَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ ضِلَالًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ ﴿2﴾

لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمھاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمھارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

﴿3﴾ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃٌ وَ اِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَۃَ بْنِ الْحَارِثِ کَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَقَتَلَتْہُ ھُذَیْلٌ۔ وَرِبَا الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃٌ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ رِبًا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَاِنَّہٗ مَوْضُوْعٌ کُلُّہٗ۔ ﴿3﴾

لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا، میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا ہے۔

﴿4﴾ فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَآءِ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانِ اللّٰہِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ وَلَکُمْ عَلَیْھِنَّ اَلَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ اَحَدًا تَکْرَھُوْنَہٗ، فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِکَ فَاضْرِبُوْھُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ۔ وَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ ﴿4﴾

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمھارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔

﴿1﴾ معدن الاعمال:1107 عن واثلہ رواہ ابن عساکر:6/58 ﴿2﴾ بخاری:4406 ﴿3﴾ مسلم:2950، ابوداؤد:1905،1906، ابن ماجہ:3074
﴿4﴾ مسلم:2950، ابوداؤد:1905،1906، ابن ماجہ:3074

⑤ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللهِ۔ ①

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے، تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

⑥ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ ۔ أَلَا فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَتَحُجُّونَ بَيْتَ رَبِّكُمْ وَأَطِيعُوا وُلَاةَ أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ ②

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور پنج گانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوۃ نہایت دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجالاؤ اور اپنے اولیائے امور وحکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہوگے۔

⑦ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ ؟ قَالُوا: "نَشْهَدُ إِنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ" فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ: اللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ ③

لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا مجھے ذرا بتلا دو کہ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے۔ آپ نے رسالت ونبوت کا حق ادا کر دیا آپ ﷺ نے ہم کو کھوٹے، کھرے کی بابت اچھی طرح بتلا دیا۔ (اس وقت) نبی ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے۔ (فرماتے تھے) اے اللہ! سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں) اے اللہ گواہ رہنا (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں۔ اے اللہ! شاہد رہ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)

⑧ أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ، مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ، ④

دیکھو! جو لوگ موجود ہیں، وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

قارئین! اس خطبہ نبوی ﷺ کو پڑھیں، غور سے پڑھیں، ذرا تفکر وتدبر سے پڑھیں کہ آنحضرت ﷺ نے..................

① کیوں کر اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور کیوں کر قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کے لیے یہ حتمی

---

① مسلم: 2905، ابوداؤد: 1905، 1906، ابن ماجہ: 3074 ② معدن الاعمال، حدیث: 1108۔ 1109، کنز العمال: 12922، تہذیب تاریخ دمشق ابن عساکر: 6/419، مجمع الزوائد: 8/263، طبرانی: 8/136 ③ مسلم: 1218 ④ بخاری: 4406

وعدہ کیا ہے کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

(2) کیوں کر مسلمانوں کے باہمی حقوق جان و مال و عزت کو محفوظ فرمایا ہے۔

(3) کیوں کر بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔

(4) کیوں کر اپنی ذات مبارک کے متعلق اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق ہمارے باپ داداؤں سے گویا مہریں لگوائی ہیں۔

(5) کیوں کر ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ دار جوابدہ قرار دیا ہے۔

یہی ہیں وہ اصول و احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سربلند کر سکتا ہے اور جن کا ترک عمل انھیں خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃَ کا مصداق بناتا ہے۔

نبی کریم ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔ [1]

﴿ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا۔ ﴾

آج [2] میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے۔'' [المائدۃ:3]

---

[1] بخاری 4407 اب برھو مکاشفات 14 باب جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں چھٹا درس اب درج کیا جاتا ہے۔

(6)۔ اور میں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لیے ہوئے دیکھا کہ آسمان کے بیچ بیچ اڑ رہا تھا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سنائے۔

پادری ڈبلیو ہوپر صاحب ایم۔ اے • نے جنھوں نے طالبان علم الٰہیات و افادہ عامہ کلیسیا کے لیے تفسیر مکاشفات لکھی ہے اور کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب 1885ء میں اسے چھپوایا ہے اس درس کے تحت میں صفحہ 140 پر لکھا ہے۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرانسسکی کے نام سے موسوم ہے۔ اس درس سے ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی نکالتا تھا (وہ فرقہ کہتا ہے) کہ یہ انجیل جواب ہمارے ہاتھوں میں ہے اس ابدی انجیل کے سامنے عہد عتیق کی طرح منسوخ ہو جائے گی اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی جس کا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے۔ ان کا معلم نیو یا تیم تھا۔ ہوپر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیسائیوں نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے۔ الحمد للہ وہ قرآن مجید ہے اور چوں کہ ''آیہ اکملت'' یوم الحجہ کو نازل ہوئی تھی اس لیے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکاشفہ کے وقت ہی اس ابدی انجیل کو دیکھا۔ آسمانوں کے بیچ بیچ فرشتہ کے اڑنے کا مطلب یہ ہے قرآن مجید کی تعلیم ان تمام ملکوں، میں جو منطقۃ البروج کے سیدھے خطوط کی سمت میں واقع ہوں گے۔ یعنی دنیا کے آباد اور متمدن ملک ان میں قرآن مجید کی منادی جلد پہنچ جائیں گے اور جو ممالک قطبین کے قریب ہیں۔ ان میں منادی دیر میں پہنچے گی۔ [2] لفظ آج نبی ﷺ کے زمانہ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ اس کا اشارہ ہزاروں سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے۔ اس آج کا مطلب سمجھنے کے لیے عہد عتیق و عہد جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمایئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء ہے۔ اس کا آخری باب 33 واں ہے۔ وہ اس طرح شروع ہوتا ہے: ''یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ علیہ السلام مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار (10000) قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔ عیسائی علماء کا بھی اتفاق ہے کہ یہ آئندہ کے لیے پیش گوئی ہے اور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کو منتظر و شائق بنا کر دنیا سے سدھار جاتے ہیں۔'' عہد عتیق کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے، جو حضرت موسیٰ سے 1054 سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے۔ دیکھو، میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میری راہ کو درست کرے گا اور خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ الخ ملاکی باب 3۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد عتیق کی آخری کتاب بھی ہم کو منتظر بنا کر ختم ہو جاتی ہے۔ اب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے جسے انجیل بھی کہتے ہیں انجیل کو دیکھو حضرت مسیح نے اپنے سب سے آخری وعظ جس کے بعد اپنی امت کو انھوں نے کوئی وعظ نہیں سنایا۔ یہ الفاظ بیان کیے تھے۔ 12۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ بقیہ

• جان ہوپر (John Hooper) پندرھویں صدی عیسوی کا انگریز مذہبی مصلح تھا۔ جسے 1555ء میں بطور سزا زندہ جلا دیا گیا

13۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گا، لیکن جو کچھ وہ سنے گا سو کہے گا اور تمھیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

14۔ وہ میری بزرگی کرے گا۔ دیکھو انجیل یوحنا 16 باب۔

ان حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ وانجیل ہم کو کل دنیا کی انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو اس انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان ﴿الیوم اکملت لکم۔۔﴾ کا اعلان فرماتا ہے۔ آج کا لفظ ہزاروں سال کے منتظرین کو بشارت سناتا اور تکمیل کی خوشخبری سے مسرور بناتا ہے۔

''عالمان طبقات الارض اور فاضلان سائنس'' جب آفرینش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ موجودہ عالم، موجودہ حالت پر ہزاروں تغیرات کے بعد اور ہزاروں سال کے بعد پہنچا ہے گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی مکمل ہوتی ہے کہ اس سے برتر و بہتر کا کوئی نقشہ بھی ہمارے وہم و خیال، تصور و گمان میں نہیں آ سکتا۔ یہ ہزاروں سال کی ترتیب و تہذیب کا نتیجہ ہے۔

پس اس طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا لفظ الیوم (آج) بھی یہی بتلا رہا ہے کہ انسانی نسل کے لیے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ مکمل صورت بھی سینکڑوں مختلف المقام اور مختلف الاقوام شریعتوں اور مختلف الاحوال حکموں کے بعد ہزاروں سال گذر جانے پر جلوہ آرا ہوئی ہے اور اب اس کا حق ہے کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک قوم ہر ایک نسل ہر ایک ملک میں ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے۔ ارحم الراحمین کے رحم و رحمانیت اور غفور اور ودود کی غفران و محبت کی خوشخبری ہر ایک شکستہ دل گناہگار اور عاصی تباہ کار کو سنائے۔ سب کے لیے سلامتی اور برکت کے دروازے کھول دے، سب کے لیے ابدی سرور اور رضوان ربانی کا نزول مہیا کرے اور ان اسباب کے فراہم ہو جانے پر اعلان کر دے کہ آج مذہب کی تکمیل ہوگئی۔ آج نعمت الٰہی کے بھرپور خزانے فرزندان آدم کے حوالے کر دیے گئے۔ ناظرین! میں حضرت مسیح کی مندرجہ بالا پیش گوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس پیش گوئی کی بابت میں نے کئی فاضل پادری صاحبان سے گفتگو کی۔ ان میں سے جو صاحب اس پیش گوئی کو ہمارے نبی ﷺ کی بابت تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا ظہور مسیح کے بارہ حواریوں پر پنتی کست کے دن جس کا ذکر اعمال کے دوسرے دن میں ہے اس روز روح القدس پر اتری تھی۔ وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے۔ ہر ایک کے سر پر آگ کے زبانے (شعلے) چمکتے ہوئے نظر آئے تھے۔

میں نے جواب دیا کہ پنتی کست کے دن جو کچھ ہوا اسے سینٹ پطرس ہم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے۔ ٹھیک اسی وقت جب روح القدس سب حواریوں پر اور پطرس پر موجود تھی۔ اعمال کے 2 باب کی 14، 15، 16 درس پڑھو۔ 14 تب پطرس نے ان گیارہوں کے ساتھ کھڑے ہو کے اپنی آواز بلند کی اور ان سے کہا: اے یہودی مردو اور یروشلم کے سب رہنے والو یہ جانو اور کان سے میری باتیں سنو۔ 15۔ کہ یہ جیسا کہ تم سمجھتے ہو نشے میں نہیں۔ کیوں کہ ابھی پہر دن آیا ہے۔

16۔ بلکہ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا۔ میں جب سینٹ پطرس روح القدس کی مدد سے بتلا چکا کہ پنتی کست کا تعلق یوایل (یونہ۔ یونس نبی) کی پیش گوئی سے ہے اور مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی سے نہیں تو اب کسی پادری کا حق نہیں رہا کہ اسے مسیح کی پیش گوئی سے متعلق و کیل بنائے تو زبردست بیرونی شہادت تھی۔ اب اندرونی شہادت بھی جو خود مسیح علیہ السلام کے الفاظ سے ملتی ہے پیش کی جاتی ہے۔

﴿2﴾ انجیل یوحنا 16 باب کے درس کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں مسیح علیہ السلام نے نہیں بتلائی تھیں آنے والا روح حق وہ باتیں بتلائے گا۔ مگر پنتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔ ﴿3﴾ درس 13 میں ہے کہ روح حق آئندہ کی خبریں دے گا مگر پنتی کست کے دن نہ روح القدس اور نہ حواری نے کوئی پیش گوئی کی۔

﴿4﴾ درس 14 میں ہے کہ وہ روح حق مسیح علیہ السلام کی بزرگی کرے گا۔ پنتی کست کے دن روح نے مسیح علیہ السلام کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا۔ صاف یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی ہمارے نبی ﷺ کے متعلق واضح اور روشن ہے۔ اور اس کی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے:

اول: مسیح علیہ السلام نے 12 درس میں فرمایا ہے۔ میری اور باتیں ہیں کہ میں کہوں۔ پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ ایسی باتیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان نہیں کیں۔ اور نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہیں بے شمار ہیں۔ یہ باتیں زیادہ تر احسانیات کے متعلق ہیں۔ مثلاً تفکر فی الذات، تفکر فی صفات اللہ، تفکر فی افعال اللہ، تفکر فی ایام اللہ، تفکر فی الموت و مابعدہ۔ توحید فی العبادۃ، توحید فی الاستعانت، تنزیہ الحق۔ تقدیس رب۔ صدیقیت۔ محدثیت۔ شہادت۔ فناء عن النفس۔ بقا بالحق وغیرہ ان کے بعد احوال قبر، احوال حشر، ابواب نجاۃ ہیں۔ ان کے بعد ابواب مصالح اور ابواب ارتفاقات ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ انجیل میں انکی بابت یا تو بیان ہی نہیں ہوا۔ یا کسی قدر بیان ہے۔ تو تمثیل اور تشبیہ کے نقاب میں روپوش۔

دوم: مسیح علیہ السلام نے 3 درس میں فرمایا ہے۔ وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا۔ اسی کے موافق قرآن مجید میں ہے۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ محمد ﷺ وہ ہے جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ [البقرۃ: 129] (محمد ﷺ دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت و حکمت دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو۔ ساری صداقت اور کامل سچائی اسی کے پاس ہوگی۔

کیے۔ یہ قربانی منیٰ پر کی گئی تھی جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربان گاہ چلی آتی ہے۔ قربانی سے فارغ ہو کر نبی ﷺ بیت اللہ میں آئے

مسیح علیہ السلام نے اس درس میں فرمایا ہے: وہ اپنی نہ کہے گا، لیکن جو کچھ وہ سنے گا سو کہے گا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی نبی ﷺ کی توصیف انہی الفاظ سے فرمائی ہے: ﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى O عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ [النجم :3-4] محمد ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا جو کچھ وہ سناتا ہے یہ تو وحی ہے جو اس کے پاس بھیجی گئی اور کامل طاقتوں والے نے اسے سکھلائی۔

سوم: مسیح علیہ السلام نے 14 درس میں کہا ہے وہ میری بزرگی کرے گا۔ چنانچہ تمام قرآن مجید اور احادیث پاک کی سب کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں۔ جو نبی ﷺ کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے۔ بہت سے یہودی نبی ﷺ کی خدمت میں آتے تھے جو کہتے تھے کہ ہم لوگ آپ پر ایمان لانے کو تیار ہیں مگر ہم مسیح کو سچا نہیں مان سکتے۔ آنحضرت ﷺ صاف فرما دیتے تھے کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر ایک مسلمان مسیح کی بزرگی اور عظمت کا دل سے قائل ہے۔ ان پر ایمان رکھتا ہے۔ ان کو پانچ اولوالعزم رسولوں سے ایک جانتا ہے۔ اس طرح پر 60 کروڑ (اب یہ تعداد سوا ارب نفوس ہے) مسلمان دنیا مسیح کی شہادت ہر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں کے پاس ایک بھی بیرونی گواہ موجود نہ تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کے سوا کوئی ان کی شہادت نہیں دیتا ہے جس سے مریم صدیقہ کی پاکیزگی، مسیح کی ولادت فوق از عادت اور مسیح کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ یہ میری بزرگی کرے گا۔'' کا ظہور اس سے بڑھ کر اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔

ہاں 13 درس کا ایک فقرہ رہ گیا۔ مسیح نے بتلایا کہ وہ تمھیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

جن عیسائی عالموں نے قرآن و احادیث کا مطالعہ نہیں کیا وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ نے کوئی پیش گوئی نہیں کی۔ جب میں یہ بات ان سے کسی کے منہ سے سنتا ہوں تو اول مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اس کی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم تعجب ہوتا ہے کہ جب انھیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے۔ اگر میں آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھنے لگوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے۔ اس لیے میں ان شاء اللہ اس کی بابت بھی میں علیحدہ لکھوں گا۔ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرنا اس لیے ضروری ہے کہ درس 13 کی تشریح اور حضرت مسیح علیہ السلام کے قول کی تصدیق ہو جائے۔

- پہلی پیشگوئی: اہل مکہ نبی ﷺ کے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملیامیٹ کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی۔ ان کی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی وجہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی کہ یہی لوگ ایک دن اسلام کے خادم مسلمانوں کے بھائی، نبی ﷺ کے فدائی ہو جائیں گے۔ لیکن قرآن مجید نے پہلے سے پیش گوئی کر دی تھی۔ ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصے کے بعد جان لیں گے۔ اس پیش گوئی کا ظہور آنحضرت ﷺ کی مبارک زندگی میں ہی ہو گیا اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے۔ جن میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے بھی تھے جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جیسے بھی جو مسلمانوں کو قید کرانے کے لیے شاہ حبش کے پاس گیا تھا اور عثمان بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جیسے بھی جو نبی ﷺ کو عبادت کے لیے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔
- دوسری پیشگوئی: عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کو جھٹلانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ بت پرست، مجوس، صابی، عیسائی، یہودی، ملحد، اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے تاہم وہ سب نبی ﷺ کو جھٹلانے، اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی کہ ایسے مختلف دعاوی مختلف خواہشات والے کیوں کر اسلام کی صداقت ماننے والے بن جائیں گے۔ مگر قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کر دی تھی ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ ''ہم نے ان کو جلد ہی اپنے نشانات ان کے گرد و پیش اور خود ان کے اپنے اندر بھی ایسے دکھلائیں گے کہ ان پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائے گی کہ اسلام سچا ہے۔'' یہ پیش گوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی اور نبی ﷺ کی مبارک زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا، دیکھا، جانا، اور اس پر ایمان لایا۔
- تیسری پیشگوئی: ایرانی سلطنت رومی سلطنت کے ساتھ جنگ کر رہی تھی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ ایرانی آتش پرست تھے، رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بت پرستان مکہ کو اور رومیوں سے مسلمانوں کو طبعاً و فطرتاً ہمدردی تھی۔ جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی تو مکہ کے بت پرست خوب اچھلے کودے اور اپنے لیے بھی فال لینے لگے کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہو جائیں گے۔ مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن مجید نے پیش گوئی کی: ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ [الروم:1-2] عیسائی اپنے ملک کی سرحد پر مغلوب ہو گئے ہیں مگر وہ چند سالوں کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آ جائیں گے۔ جہاں تک انسانی عقل و تجربہ کا دخل تھا، جہاں تک موجودہ قرائن سے نتیجہ نکالا جا سکتا تھا۔ پیش گوئی کا کسی کو یقین نہ آتا تھا۔ کیوں کہ عیسائیوں کو ایسی شکست ملی تھی کہ چند سال تک وہ پنپ بھی نہ سکتے تھے۔ ابی بن خلف نے نہایت شوخی سے قرآن کو جھٹلانے کے لیے اشتہار دیا۔ کہ اگر پیش گوئی سچی نکلی تو میں 300 شتر ہار جاؤں گا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اظہار صداقت دین کے لیے اس سے شرط لگائی۔ نزول آیت سے آٹھویں سال ٹھیک وہی ہوا جو قرآن مجید نے بتلایا تھا۔

اور طواف کا اضافہ کیا۔ قربانی اور طواف میں سب نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء کی۔ ہزاروں اونٹ، مینڈھے، بڑے بھیڑیں قربانی

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیش گوئی ہے جس کی تائید قسطنطنیہ اور ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زبان عرب میں لفظ بِضْعَ اکائیوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک سے 9 تک شمار اس میں شامل ہوتا ہے۔

❑ چوتھی پیشگوئی: نبوت کا ابتدائی عہد تھا۔ وحی کا آغاز ہو کر وقفہ پڑ گیا تھا۔ کافروں نے نبی ﷺ کو چڑانے کھجانے کے لیے کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کا رب روٹھ گیا۔ محمد ﷺ کو اس نے چھوڑ دیا۔ اس واقعہ پر اللہ کا جو کلام نبی ﷺ کی تسکین کے لیے اترا، اس میں ایک پیش گوئی بھی کی گئی ہے اور فرمایا گیا ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾[الضحیٰ 4] آپ کا پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بہتر و اعلیٰ ہوگا۔ وحی کے متعلق اس پیش گوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سورتیں ہیں جن میں البقرہ، آل عمران۔ مائدہ۔ انعام بھی ہیں جو بلحاظ احکام و اسرار و افضال و تفصیل ان سورتوں پر فوقیت رکھتی ہیں جو مکی ہیں۔ جن میں صرف عقائد یا اجمالی احکام ہیں۔ آیت کا مقتضی ہے کہ آنحضرت ﷺ دم بدم ترقی کرتے رہیں گے اور آپ کی کامیابی کا ظہور مسلسل ہوتا رہے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی اس پیش گوئی کی مصداق اور مصدق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی بابت ایسی صریح پیش گوئی دشمنوں کے سامنے عین معارضہ و مقابلہ کے وقت نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ مؤید من اللہ نہ ہو۔ چوں کہ لفظ آخرت اس آئندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے جس کا آغاز یوم الحساب سے ہوگا۔ اس لیے مسلمانوں کا ایمان اس پیش گوئی کی نسبت اسی آیت کے تمسک سے یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی فضیلت و شرف کا پورا ظہور اس عالم میں جملہ اہل عالم پر ہوگا۔ اور چوں کہ دنیاوی زندگی میں اس پیش گوئی کی صداقت کا ظہور لحظہ بلحظہ ہوتا رہا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح و مضبوط بنیاد پر ہے۔

❑ پانچویں پیشگوئی: آنحضرت ﷺ کے فرزند کا انتقال ہو گیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے کہ اب محمد ﷺ کا نام لیوا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارہ میں پیش گوئی فرمائی: ﴿اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ نیز فرمایا ﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾[الکوثر: 1] کوثر لفظ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں وہ جملہ عطیات و انعامات ظاہری و باطنی بھی شامل ہیں جو نبی ﷺ کو ملیں گے۔ (جن میں ایک حوض کوثر بھی ہے) نیز امت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے جو دن میں بیسیوں بار نبی ﷺ کے نام پر برکت بھیجتی۔ آپ کی صداقت کی شہادت دیتی۔ حضور ﷺ کے نام نامی و اسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی عظیم براعظم کوئی ملک، کوئی صوبہ مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اس کے بالمقابل ان اللہ کے دشمنوں کا نام ایسا ملیامیٹ ہوا کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیش گوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا نور پھیلا رہی ہے۔

❑ چھٹی پیشگوئی: مسلمان مکہ سے باہر نکالے جاتے تھے۔ وہ بے خانماں و بے ساز و سامان تھے۔ تمام ملک دشمن تھا اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائیں گے۔ اس وقت قرآن مجید نے بطور پیش گوئی اعلان کیا۔ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾[النور: 55] اللہ تم میں سے ایمان والوں، نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ انھیں الارض کا خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اللہ نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا۔ مسلمانوں سے پہلے جو قوم اللہ کی برگزیدہ قوم کہلاتی تھی وہ بنی اسرائیل ہیں۔ الارض وہ وعدہ کی زمین ہے جس کی بابت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و موسیٰ و داود علیہم السلام کے ساتھ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ابد تک فرزندان ابراہیم کو دی گئی ہے۔ (کتاب پیدائش 24 باب 7 درس) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اس وعدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں بتلایا کہ اب وہ وعدہ ابراہیم علیہ السلام کی دوسری شاخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔ اس پیش گوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا اور شام کا ملک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں (جن کی خلافت کا اس آیت میں ذکر و وعدہ ہوا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج تیرہ سو برس کی تاریخ اس پیش گوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لیے ایک بین و روشن علامت موجود ہے کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے اور خدائے زمین و زمان اپنا ابدی و حتمی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔

❑ ساتویں پیش گوئی: مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے وہ مخالفین کی تعداد و طاقت، کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے۔ رب کریم نے نصرت غیبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملے سے بچایا۔ تب معاہد قوم میں نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں اور تقصیر خدمات کی معافی کی درخواست پیش کی۔ ان کے لیے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا۔ ﴿سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ﴾[الفتح 16] اچھا تمھیں آئندہ ایک اور زیادہ طاقت ور قوم کے مقابلہ کے وقت بلایا جائے گا اس سے جنگ ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے (اگر تم اس وقت مدد دو گے تو یہ قصور معاف ہو جائے گا) نبی ﷺ کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران، جنوبی عرب اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفہ رسول ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قیام و حفاظت کے لیے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھا۔ اس لیے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کے ساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں نبرد آزمائی و جنگ جوئی کی نوبت آئی۔ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے مخلفین کا نام پا چکی تھیں اور جن کی تقصیر خدمت کی معافی کو قرآن نے آئندہ امداد پر موقوف رکھا تھا، شامل ہوئی تھیں۔ اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہیے

کی گئیں۔ [1]

﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ﴾ [الفتح 20-21] ''اللہ نے تم مسلمانوں کے ساتھ بڑی بڑی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ ان میں سے یہ تو پہلی غنیمت ہے جو جلدی سے مل گئی ہے۔ پھر فرمایا اس کے سوا اور غنیمتیں ہیں جن کے حاصل کرنے کی تم میں قدرت نہیں مگر اللہ نے ان پر احاطہ کر لیا ہے، ممالک بالا میں مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ قرآن کی پیش گوئی بجمیع وجوہ پوری ہوئی۔ ① مقصرین خدمت کو فی الواقع آزمائش کا دوسرا موقع ملا۔ ② مسلمانوں کو جن سلطنتوں سے پالا پڑا فی الحقیقت وہ بڑی مہیب و زبردست تھیں۔ ③ اس مقابلہ کا انجام وہی نکلا جو قرآن مجید نے بتلایا تھا جو سامنے لڑے وہ تباہ ہوئے اور مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ و مغانم کثیرہ ملے جو صحت سے ملے۔ وہ تحقیق سے مسلمان ہو گئے۔ اس پیش گوئی کی صداقت کو عرب، شام، ایران، خراسان کی تاریخیں پیش کر رہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ممالک مصر، افریقہ، نوبہ، اندلس کو بھی اسی ذیل میں شامل کر لے۔ اب بطور نمونہ کتب احادیث کی پیش گوئیوں میں سے بھی ایک پیش گوئی کا اندراج کرتا ہوں۔ قارئین کو یہ یاد رہے کہ ہمارے عیسائی بھائی احادیث کے حوالے منظور نہیں کیا کرتے۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ کتابیں آنحضرت ﷺ کی زندگی کے بعد مرتب ہوئی ہیں۔ کاش وہ مسلمانوں ہی کے طرز عمل سے سبق سیکھیں کہ ہم کیوں کر اناجیل اربعہ کے حوالہ جات کو سنتے، مانتے، اور خود استعمال کرتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ عیسائی ان کو معتبر سمجھتے ہیں۔ ورنہ عیسائی کتابوں میں بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ سب کتابیں مسیح علیہ السلام سے بہت عرصہ بعد مکمل کی گئی ہیں اور عیسائی علماء کے نزدیک ان کے مصنفین اور زمانہ تصنیف اور بعض عبارتوں کے متعلق بہت کچھ اختلاف و شک نیز ناقابل رفع تناقض موجود ہے۔

آخر میں اب حدیث درج کرتا ہوں: عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ الْقُرَشِيِّ اَنَّهٗ، قَالَ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَالرُّوْمُ اَكْثَرُ النَّاسِ فَقَالَ لَهٗ، عَمْرٌو اَبْصِرْ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ ۔ اِنَّ فِيْهِمْ لَخِصَالًا اَرْبَعًا۔ اِنَّهُمْ لَاَحْلَمُ النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ وَاَسْرَعُهُمْ اِفَاقَةً، بَعْدَ مُصِيْبَةٍ اَوْ شَكُّهُمْ كَرَّةً بَعْدَ فَرَّةٍ وَّ خَيْرُهُمْ لِمِسْكِيْنٍ وَّ يَتِيْمٍ وَّ ضَعِيْفٍ وَخَامِسَةٌ حَسَنَةٌ جَمِيْلَةٌ وَّاَمْنَعُهُمْ مِّنْ ظُلْمِ الْمُلُوْكِ (بخاری 2898) مستورد قرشی نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ المتوفی 43ھ کے روبرو کہا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب یوروپین سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھو تو کیا کہتا ہے۔ مستورد نے کہا: میں تو وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ سے سنا ہے عمرو نے کہا اب تو ٹھیک ہے۔ بے شک ان میں چار خصلتیں ہیں۔ ① وہ مصیبت کے وقت نہایت بردبار ہیں۔ ② مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ ③ بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں۔ ④ مسکین و یتیم و ضعیف کے لیے سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ ایک پانچویں صفت اور ہے۔ جو نہایت عمدہ ہے وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب لوگوں سے بڑھ کر روکتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ حدیث مسلم کی ہے۔ امام مسلم کا رجب 261ھ میں انتقال ہوا۔ اس لیے ہر ایک مخالف کو اس قدر تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ پیش گوئی مسلمانوں میں تیسری صدی کے اندر پھیل چکی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ کل دنیا پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ علم و حکمت، زور و طاقت، تمدن و سیاست مسلمان سب سے فائق تر تھے۔ اس وقت یہ کہنا کہ یہ تمام برتری و بزرگی خاک میں مل جائے گی اور دنیا میں یوروپین عیسائی قوموں کی حکومت ہو جائے گی۔ بالکل عقل و فکر سے باہر تھا اور مسلمانوں کے لیے فال بد بھی تھا۔ مگر امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ کیوں کہ ان کو صحیح طور پر معلوم ہو گیا کہ ضرور یہ ارشاد نبی پاک کا ہے بالآخر اب صدیوں کے بعد اس کا ظہور ہو رہا ہے۔ آج کوئی بتلائے کہ کونسا ملک ہے جو عیسائی سلطنتوں کی حکومتی ڈپلومیسی کے اثر سے باہر ہے۔ اس لیے پیش گوئی کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں اور جب یہ پیش گوئی صحیح ہے تو مسیح نے 13 درس 16 باب یوحنا میں ہمارے نبی کی جو علامت بتلائی تھی وہ بھی بالکل پوری ہو گئی ہے اس قدر لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی بھائی حضرت مسیح علیہ السلام کے ارشاد پر عمل کریں اور محمد رسول اللہ اتباع اختیار کریں۔ جن کی خبر نہایت روشن علامات کے ساتھ انجیل میں دی گئی۔

[1] پڑھو یسعیاہ 60 باب 7 قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبایوط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میری مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ قارئین نبایوط (نبیط) و قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹوں کا نام ہے۔ (دیکھو کتاب پیدائش 25 باب 13 درس) قبائل قریش قیدار کی اولاد ہیں اور دیگر قبائل نبیط (نبیط نبایوط۔ نبایوث یہ سب ایک ہی نام کے ہجے ہیں) کی اولاد ہیں۔ اس فقرہ میں اللہ پاک نے بتلایا کہ عرب کے تمام قبائل اس وقت قربانی کریں گے۔ اس درس میں قربان گاہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مذبح بتلایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ قربان گاہ ہے جہاں کی قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اسی جگہ کو قدیم سے قربان گاہ مقبول الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کے بعد فقرہ یہ ہے کہ میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ واضح ہو کہ ''شوکت کا گھر'' ترجمہ ہے ''بیت الحرام'' کا۔ اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتلایا ہے۔ ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ﴾ [5: المائدہ: 97] ترجمہ: اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بنایا ہے۔ تاکہ مخلوق آ کر وہاں قیام کرے۔ قبائل عرب کے نام، منیٰ کا پتا، منیٰ اور بیت اللہ کا ساتھ ساتھ ذکر۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو پیش گوئی کو نبی کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں۔

حج سے نبی ﷺ کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم، حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سنن ہدیٰ کا احیاء۔ کفار کے مشرکانہ رسوم کا ابطال۔ توحید خالص کا اعلان، تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے امت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی۔ اس لیے اس حج کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے اور چونکہ اس حج میں آنحضرت ﷺ نے امت سے کلمات تودیع فرمائے تھے اس لیے اس کا نام ''حجۃ الوداع'' بھی ہے۔

الغرض نبی ﷺ اس عظیم الشان کامیابی کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار (144000) برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم وعمل اور البلاغ والوداع کے بعد مسرور و مبتہج مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔

راہ میں بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت کچھ شکایات نبی ﷺ کے سمع مبارک تک پہنچائیں۔ شکایات کا تعلق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند افعال سے تھا۔ جو حکومت یمن میں جناب مرتضوی رضی اللہ عنہ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔

خطبہ غدیر

درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ رضی اللہ عنہ کا قصور فہم تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ''خم غدیر'' پر ایک فصیح خطبہ پڑھا [1] اور اس خطبہ میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ** جس کا میں مولیٰ، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولیٰ ہے۔ [2]

اس خطبہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس شرف کی مبارک باد دی اور بریدہ رضی اللہ عنہ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت و متابعت کو پورا کیا۔ بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے۔

11 ہجری

یہ وہ سال ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی۔ رحلت سے 6 ماہ پہلے اس سورہ کا نزول ہوا تھا۔

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴾ [النصر:1-3]

''جب اللہ کی مدد اور فتح پہنچ گئی اور تو نے لوگوں کو فوج درفوج دین الٰہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اب اللہ کی تحمید و

حاشیہ: یسعیاہ کے 60 باب کی ایک سے 6 ورس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں۔ اب شروع باب کو ملا کر پڑھو۔ ورس ۵ میں مدیان۔ ''عیفا و سبا'' کے نام بھی ہیں اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے۔ ورس 5 میں سبا کے سونا اور لوبان لانے کا ذکر کا ہے۔ سبا ملک یمن ہی کا نام ہے۔ کیوں کہ سبا نے ہی اسے آباد کیا تھا۔ جس سال آنحضرت ﷺ نے حج فرمایا ہے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سال یمن کے حاکم و مبلغ تھے۔ وہ حج کے لیے یمن سے سیدھے مکہ کو آئے تھے اور ملک سبا (یمن) کا زر محصول انھوں نے اسی جگہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ ایسی صاف پیش گوئی ہے کہ ہمارے عیسائی دوست کوئی صحیح تاویل اس کی نہیں کر سکتے۔

[1] مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام جہاں نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر 18 ذی الحجہ 10ھ کو اہل بیت بالخصوص علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و شرف پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس سے شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ اس خطبہ سے خلافت یا تولیت کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

[2] ترمذی 3713، کنز العمال: 32994، مسند احمد: 84/1۔

تسبیح کیجیے۔ وہی ہے جو رجوع والا ہے۔

نبی ﷺ سمجھ گئے کہ اس سال میں کوچ کی اطلاع دی گئی ہے۔ ①

آخری رمضان 10 ہجری میں نبی ﷺ نے 20 یوم کا اعتکاف فرمایا حالانکہ ہر سال دس یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ②

اپنی پیاری بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو اس کی وجہ یہی بتادی تھی کہ مجھے اپنی موت قریب معلوم ہوتی ہے۔ ③

حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں بھی حضور ﷺ نے امت سے فرمادیا تھا کہ میں عنقریب دنیا چھوڑ دینے والا ہوں۔ ④

شروع ماہ صفر 11 ہجری میں سرور کائنات ﷺ نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی۔ ایک روز حضور ﷺ احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے گنج شہیداں پر نماز پڑھی۔ وہاں سے واپس ہو کر سر منبر فرمایا: ''لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں۔ واللہ میں اپنے حوض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے مگر ڈر ہے کہ منافست (مقابلہ بازی) نہ کرنے لگو۔'' ⑤

پھر گورستان بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا اور آسودگان بقیع کے لیے دعا فرمائی۔ ⑥ ہر دو جگہ اِنَّا بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ کا جملہ پڑھا۔ گویا ان کو مژدہ تشریف آوری سنایا۔ پھر ایک روز مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ارشاد کیا۔

''مرحبا۔ مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے۔''

تم کو رزق دے۔ تمہاری مدد کرے، تم کو رفعت دے، تمھیں با امن و امان رکھے، میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں اور تم کو اسی سے ڈراتا ہوں کیوں کہ میں ''نذیر مبین'' ہوں۔ دیکھنا اللہ کی بستیوں میں اور اسکے بندوں میں تکبر اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمھیں فرمایا ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

''یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور بہترین انجام تو پرہیزگاروں کے لیے ہے۔'' [القصص:83]

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ [الزمر:60]

''کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔'' ⑦

آخر میں فرمایا'': سلام تم سب پر اور ان سب پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے۔''

آغاز مرض

29 صفر روز دوشنبہ (سوموار) تھا۔ نبی ﷺ ایک جنازہ سے واپس آ رہے تھے۔ راہ ہی میں دردسر شروع ہو گیا۔ پھر تپ شدید

① بخاری: 3627، 4330 ② بخاری: 2040 ③ بخاری: 3624 ④ بخاری: 4407، مسلم: 1218
⑤ بخاری: 1344 ⑥ مسلم: 2255، 2256، نسائی: 2036، 2038، ابن ماجہ: 1547 ⑦ زرقانی جلد 8 بحوالہ واحدی باسنده عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

لاحق ہوا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو رومال حضور ﷺ کے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا میں نے اسے ہاتھ لگایا سینک آتا تھا۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی۔ میں نے تعجب کیا، فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اس لیے ان کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔''

بیماری میں 11 یوم تک مسجد میں آ کر خود نماز پڑھاتے رہے۔ بیماری کے سب دن 13 یا 14 تھے۔

آخری ہفتہ

آخری ہفتہ نبی ﷺ نے طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پورا فرمایا تھا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی نبی ﷺ بیمار ہوا کرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اور اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے تھے۔

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شَفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ [1]

''اے نسل انسانی کے پالنے والے، خطر کو دور فرما دے اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے۔ اور اسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے۔ ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے۔''

ان دنوں میں، میں نے یہ دعا پڑھی تھی اور نبی ﷺ کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھوں کو پھیر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے ہاتھ ہٹا لیے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔ [2]

پانچ (5) یوم قبل از رحلت

چہارشنبہ (بدھ) تھا کہ نبی ﷺ نے مغضب [3] میں بیٹھ کر سات چاہات (کنوؤں) کی سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا۔ اس تدبیر سے کچھ سکون ہوا۔ طبیعت ہلکی معلوم ہوئی تو تو نورا فروز مسجد ہوئے۔ (فرمایا) ''تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء وصلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔ تم ایسا نہ کرنا۔''

(فرمایا) ان یہودیوں، ان نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جنھوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔ [4]

فرمایا: ''میری قبر کو میرے بعد ایسا نہ بنا دیجیو کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔'' [5]

فرمایا: اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے جنھوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمھیں اس سے منع کر رہا ہوں۔ دیکھو میں تبلیغ کر چکا۔ الٰہی تو اس کا گواہ رہنا، الٰہی تو اس پر گواہ رہنا۔ [6]

نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد منبر پر اجلاس فرمایا: منبر پر یہ حضور کی آخری نشست تھی۔ [7] پھر حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن اور میرے راز دار رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے واجبات کو پورا کر دیا ہے اور اب ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا۔ [8]

---

[1] بخاری: 5675، 5743، 5750، مسلم: 5707، 5712 [2] بخاری: 4440 [3] مغضب پتھر کا تغار یا تانبا کا ٹب
[4] بخاری: 4442، 4443 [5] بخاری: 1330، ابوداؤد: 2042، احمد: 2/367 [6] بخاری: 1390، 4441، مسلم: 1183، نسائی: 704
[7] زرقانی جلد 8 [8] زرقانی جلد 8

فرمایا: ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا ہے مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا۔"

اس امر کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سمجھے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں، ہمارے زر و مال حضور ﷺ پر نثار ہوں۔ [1]

چار (4) یوم قبل از رحلت

پنج شنبہ (جمعرات) کا ذکر ہے کہ شدت مرض بڑھ گئی۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: لاؤ، تمھیں کچھ لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو" بعض نے کہا کہ نبی ﷺ پر شدت درد غالب ہے، قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ اور یہ ہم کو کافی ہے۔ اس پر آپس میں اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا سامان کتابت لے آؤ کہ ایسا نوشتہ لکھا جائے۔ کوئی کچھ اور کہتا تھا۔ یہ شور و شغب بڑھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب اٹھ جاؤ۔ [2]

اس کے بعد اسی روز (پنج شنبہ کو) نبی ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں۔

1. یہود کو عرب سے باہر کر دیا جائے۔
2. وفود کی عزت و مہمانی ہمیشہ اسی طرح کی جائے جیسا کہ معمول نبوی ﷺ تھا۔
3. تیسری وصیت سلیمان الاحوال کی روایت میں بیان نہیں ہوئی۔ [3] مگر صحیح بخاری کی کتاب الوصایا میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن مجید کے متعلق وصیت فرمائی تھی۔ [4]

پنج شنبہ (جمعرات) مغرب

اس روز مغرب تک کی سب نمازیں نبی ﷺ نے خود پڑھائی تھیں۔ نماز مغرب میں سورہ والمرسلات کی تلاوت فرمائی۔ اس سورہ کی آخری آیت بھی قرآن پاک کی جلالت شان کو آشکارا کرتی ہے۔ ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ [المرسلات:50] "یعنی قرآن پاک کے بعد اور کس کلام پر ایمان لاؤ گے۔" [5]

پنج شنبہ (جمعرات) عشاء

نماز عشاء کے لیے حضور ﷺ نے مسجد میں جانے کا تین بار عزم فرمایا۔ ہر دفعہ جب وضو کے لیے بیٹھے، بے ہوشی طاری ہوتی رہی۔ آخر فرمایا کہ ابوبکر نماز پڑھائے۔ [6] اس حکم سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیات پاک نبوی ﷺ میں سترہ (17) نمازوں میں امامت فرمائی۔ [7]

دو یا ایک یوم قبل از رحلت

شنبہ یا یک شنبہ (ہفتہ یا اتوار) کا ذکر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ظہر قائم ہو چکی تھی کہ نبی ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ

---

[1] بخاری: 435،4441؛ مسلم: 6170

[2] بخاری میں اصل حدیث یہ ہے: عَنْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدُ اللّٰهِ بن عتبہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ يَوْمَ حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَ عِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُوْمُوْا۔ (بخاری 4432) [3] بخاری: 4431 [4] بخاری: 2740،4460،5022

[5] بخاری: 4429 [6] بخاری: 4442،4448، اس حکم کو حضور نے تین بار دہرایا۔ [7] بخاری: 4442،4448۔

وحضرت علی مرتضیٰ ؓ کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ صدیق ؓ پیچھے ہٹنے لگے تو نبی ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو۔ پھر صدیق ؓ کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ اب ابوبکر صدیق ؓ تو آنحضرت ﷺ کی اقتدا کرتے تھے اور باقی سب لوگ صدیق ؓ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔ [1]

ایک یوم قبل از رحلت

یک شنبہ کے دن سب غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ ان کی تعداد بعض روایات میں چالیس (40) بیان ہوئی ہے۔ گھر میں نقد سات (7) دینار موجود تھے۔ وہ غرباء میں تقسیم کر دیے۔ اس دن کی شام کو (آخری شب) صدیقہ ؓ نے چراغ کا تیل ایک پڑوسن سے عاریۃً منگوایا تھا۔ سلاحات (جنگی ہتھیار) مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔ [2] زرہ نبوی ﷺ ایک یہودی کے پاس 30 صاع جو میں رہن تھی۔ [3]

آخری دن

دوشنبہ کے دن نماز صبح کے وقت نبی ﷺ نے وہ پردہ اٹھایا جو عائشہ صدیقہ ؓ اور مسجد طیبہ ﷺ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی ﷺ اس پاک نظارہ کو جو حضور ﷺ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا۔ (صحیح مسلم عن انس) ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت وجہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا۔ [4]

صحابہ ؓ کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ رخ پر نور ہی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ صدیق ؓ سمجھے کہ نبی اللہ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضور ﷺ نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابوبکر صدیق ؓ ہی نے مکمل فرمائی۔ [5]

اس کے بعد حضور ﷺ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول ؓ کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی، وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک ؓ سے روایت ہے کہ پہلی بات حضور ﷺ نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی۔ (یعنی انتقال ہو گا) [6]

اسی روز حضور نے فاطمہ زہرا ؓ کو "سیدۃ نساء العالمین" ہونے کی بشارت ارزانی فرمائی۔ [7]

سیدۃ النساء نے حضور ﷺ کی حالت کو دیکھ کر کہا: آہ! میرے ابا جان کو کتنی تکلیف ہے، فرمایا کہ تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہو گا۔ [8]

پھر حسن و حسین ؓ کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ [9]

پھر ازواج مطہرات کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔

---

[1] بخاری: 4442 [2] بخاری: 4461,2739 [3] بخاری: 4467,2068

[4] چہرہ اقدس کو ورق قرآن سے تشبیہ روایت انس ؓ میں ہے۔ یہ ایک عجیب اور پاک تشبیہ ہے۔ ورق قرآن پر طلائی کا کام ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا چہرہ تاباں پر زردی مرض ہی چھائی ہوئی تھی۔ لہٰذا تابانی اور رنگ مرض میں طلاء سے اور تقدس میں قرآن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بخاری: 681,680، مسلم: 944

[5] بخاری: 4448,681,680۔ [6] بخاری: 6275,3628، مسلم: 6313، ابن ماجہ: 1621 [7] بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آخری دن کا نہیں بلکہ آخری ہفتہ کا ہے۔ (بخاری: 4462,6186,3628، مسلم: 6313، ابن ماجہ: 1621) [8] بخاری: 4462 [9] مدارج نبوۃ

پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انھوں نے سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ اس وقت تف مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ پاک پر پڑ رہا تھا۔ [1]

اسی موقع پر فرمایا: اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی آخری وصیت یہی تھی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضور ﷺ کئی بار دہراتے رہے۔ [2]

حالت نزع رواں

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت سرور کائنات ﷺ کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سہارا دیے ہوئے پس پشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضور ﷺ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ نبی ﷺ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پرانوار پھیر لیتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ [3] یعنی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ موت کی تلخی ہوا ہی کرتی ہے۔

اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضور ﷺ نے مسواک پر نظر ڈالی تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ حضور ﷺ نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا: اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

اسی وقت ہاتھ لٹک گیا۔ پتلی اوپر اٹھ گئی۔ [4]

13۔ ربیع الاول 11 ہجری یوم دوشنبہ (سوموار) [5] وقت چاشت تھا [6] کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔ اس وقت عمر مبارک 63 سال قمری پر چار (4) دن تھی۔

﴿ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ﴾ [البقرۃ:154] ''ہم اللہ کا مال ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

﴿ اَفَائِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخَالِدُوْنَ ﴾ [الانبیاء:34] ''اے نبی! بھلا اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟''

سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اس حادثہ پر کہا:

یَا اَبَتَاہُ اَجَابَ رَبَّاہُ۔ یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جَنَّتَ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاہُ۔ یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاہُ۔ [7]

''پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول کیا اور فردوس میں نزول فرمایا۔ آہ جبریل کو خبر انتقال کون پہنچا سکتا ہے۔''

(پھر فرمایا) الٰہی روح فاطمہ رضی اللہ عنہا کو روح محمد ﷺ کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی! مجھے دیدار رسول ﷺ سے مسرور بنا دے۔ الٰہی! مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ اور بروز محشر شفاعت محمد ﷺ سے محروم نہ فرما۔ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے اس ہائلہ (ہولناک سانحہ) پر کہا:

---

[1] زرقانی بحوالہ ابن سعد و فی سندہ الواقدی و حرام بن عثمان متروکان [2] بخاری: 198 و خصائص الکبریٰ ج 2۔ [3] بخاری: 4449,4463

[4] بخاری: 4449 [5] بخاری: 4466 [6] صحیح تواریخ ابوالفدا اور بعض روایات میں ہے۔ وہی وقت جب نبوت ملی تھی۔ بعض میں ہے۔ وہی وقت جب مدینہ (قبا) پہنچے تھے۔ [7] بخاری: 4462۔

- دریغ! وہ نبی ﷺ جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو تونگری پر اختیار فرمایا۔
- حیف (افسوس)! وہ دین پرور، جوامت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا۔
- جس نے! ہمیشہ بڑی استقامت واستقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا۔
- جس نے منہیات کو ذرہ بھر بھی نگاہِ التفات سے نہ دیکھا۔
- جس نے بر واحسان کے دروازے ارباب فقر واحتیاج پر کبھی بھی بند نہ کیے۔
- جس کے ضمیر منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذ اواضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا۔
- حیف! جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔
- حیف! وہ جس کی پیشانی نورانی کو زخمی کیا گیا۔
- آج دنیا سے رخصت ہوا۔ [1]

خبرِ وفات سے صحابہ ﷺ سراسیمہ وحیران، دیوانہ وسرگردان تھے۔ کوئی جنگل کو نکل بھاگا۔ کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا، وہیں رہ گیا۔

عمر فاروق ؓ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارتحال فرمایا۔

ابوبکر صدیق ؓ گھر میں گئے۔ جسم اطہر دیکھا، منہ سے منہ لگایا، پیشانی کو چوما۔ آنسو بہائے۔ پھر زبان سے کہا: ”میرے پدر و مادر حضور ﷺ پر نثار! واللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہ کرے گا۔ یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی۔“ [2]

پھر مسجد میں آئے۔ وفات پر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا:

اَمَّا بَعْدُ: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ قَالَ اللهُ ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللهَ شَيْـًٔا وَ سَيَجْزِي اللهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران:144]

”واضح ہو کہ جو کوئی شخص تم میں سے محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا، تو وہ تو رحلت کر گئے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے، اسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے:

محمد (ﷺ)! تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر گیا یا شہید ہوا تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ ہاں جو کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ تعالیٰ تو شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے۔“ [3]

غسل و تکفین

نبی ﷺ کو غسل دیتے ہوئے علی مرتضی ؓ یہ کہہ رہے تھے۔

بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ لَقَدْ اِنْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَالَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْاَنْبَاءِ وَالْاَخْبَارِ السَّمَآءِ۔ خَصَصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَ عَمَمْتَ حَتّٰى صَارَا النَّاسِ فِيْكَ سَوَآءً وَلَوْ لَا انك اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزْعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّئُوْنِ وَ لَكَانَ الدَّاءُ مِمَّا طَلًا وَالْكَمَدُ مُحَالِفًا وَقَلًّا لَكَ۔ وَ

---

[1] مدارج النبوۃ شاہ عبد الحق دہلوی۔ [2] بخاری: 4453 [3] بخاری: 4454

لٰکِنَّہُ، مَا نَمْلِکُ رَدَّہٗ وَ لَا نَسْتَطِیْعُ دَفْعَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اُذْکُرْنَا عِنْدَ رَبِّکَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِکَ۔ (1)

''میرے مادر و پدر آپ پر قربان۔ آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہو گیا۔ آپ کی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ و زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے۔ پھر بھی یہ درد لا علاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتی۔ اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضور پر نثار۔ پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا۔''

نبی ﷺ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ (2)

نماز جنازہ

لاش مبارک اسی جگہ رکھی رہی، جہاں انتقال ہوا تھا۔ نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے، پھر مہاجرین پھر انصار نے، مردوں نے اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں کوئی امام نہ تھا۔ حجرہ مبارک تنگ تھا۔ اس لیے دس دس شخص اندر جاتے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے۔ تب اور دس اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگا تار شب و روز جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک (3) شب چہار شنبہ (بدھ) کو یعنی رحلت سے قریباً 32 گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ (4) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نبی ﷺ کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ صَلٰوۃُ اللّٰہِ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَالْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالصّٰلِحِیْنَ وَمَا سَبَّحَ لَکَ مِنْ شَیْءٍ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَ رَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الشَّاھِدِ الْمُبَشِّرِ الدَّاعِیْ اِلَیْکَ بِاِذْنِکَ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ وَ بَارَکَ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (5)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی اس (نبی) پر درود اور سلام بھیجو۔ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، اللہ برتر اور رحیم کے، ملائکہ اور نیکوکاروں کی، انبیاء و صدیقین اور صالحین نیز ہر تسبیح کرنے والی چیز کی طرف سے۔ اے رب العالمین! محمد ﷺ پر درود ہوں جو عبداللہ کے لخت جگر، خاتم النبیین، تمام انبیاء کے سردار، متقیوں کے امام اور رسول رب العالمین ہیں۔ جو تیری طرف سے شاہد اور ڈرانے والے اور مانند چمکتے ہوئے سورج کے ہیں۔''

---

(1) نہج البلاغہ ص: 205 چاپ دار السلطنت تبریز 1267ھ (2) بخاری: 1271، شرح مسلم للنووی و کتاب الام الامام شافعی رحمہ اللہ، (3) ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے کہ نماز جنازہ کی ادائیگی کی یہ تجویز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتلائی تھی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا۔ (4) الکافی لشیخ یعقوب کلینی۔ ملا باقر حیات القلوب جلد دوم باب 64 میں تحریر فرماتے ہیں۔ شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ ست کہ دہ دہ نفر داخل مے شدند و چنین بر آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چنیں نماز کردند ص: 664 چاپ لکھنو۔ اسلامی تاریخ بعد از غروب شروع ہوتی ہے۔ میں نے اس لیے منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو شب چار شنبہ لکھا ہے اور ملاں باقر صاحب نے تا شام سہ شنبہ تحریر فرمایا ہے۔ صحت تعیین وقت کے لیے گھنٹوں کا شمار کیا گیا۔ (5) زرقانی جلد 8 ص: 293۔

باب پنجم 5

خُلقِ محمدی ﷺ

جو واقعات لکھے جا چکے ہیں ان سے مختصر طور پر ان مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی ﷺ کو اپنی نبوت کے اظہار، اپنی تعلیم کی اشاعت اور اس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا۔

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو، جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو۔ جہاں کے باشندے وحشت اور غارت گری میں درندوں کے مشابہ، جہالت اور لاعقلی میں اَنعام (جانوروں) سے بدتر ہوں۔ ایک ایسے دعویٰ کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو، کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اس دعویٰ کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اس کے ملیامیٹ کرنے پر دل سے، جان سے، زر سے، مال سے، سالہا سال متفق رہی ہو۔ بالکل تائید ربانی کا ثبوت ہے۔

گذشتہ واقعات کے ضمن میں نبی ﷺ کے اخلاق ومحاسن صفات ومحامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسی ریت میں کندن اور ان واقعات ہی سے یہ پتا لگتا ہے کہ مظلومی وبیچارگی اور قوت وسطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی وغربت کے ساتھ زندگی پوری کرنے والا صرف وہی ہوسکتا ہے جس کے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کرلیا ہو اور اسے علائق دنیوی سے پاک کر دیا ہو۔

نبی ﷺ کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کے لیے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ اس باب کے تحت میں مختصر طور پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا جو عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ کا مصداق ہیں ذکر کروں گا۔

خلقِ محمدی ﷺ ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات واخلاق، اطوار وشمائل کے اظہار کے لیے مشبہ بہ (تمثیل) بن گیا ہے۔

میں اس جگہ کمالاتِ نبوت اور خصوصیاتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کروں گا۔ صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں جن کو کوئی سعادت مند ازلی اپنے لیے نمونہ بنا سکتا ہے۔ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الاحزاب:21]
''تمہارے لیے رسول اللہ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔''

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ امی تھے۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اور بعثت نبوت کے زمانہ تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی۔

تیر افگنی، شہسواری، نیزہ بازی، سجع گوئی، قصیدہ خوانی، نسب دانی اس زمانے کے ایسے فنون تھے، جنھیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصول شہرت اور عزت کے لیے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا اور جن کے بغیر کوئی شخص ملک اور قوم میں عزت یا کوئی امتیاز حاصل نہ کرسکتا تھا۔ نبی ﷺ نے ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتسابا) حاصل نہ کیا تھا اور نہ کسی پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

نبی ﷺ کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو (Sade) لکھتا ہے:

آنحضرت ﷺ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر اللہ کرنے والے، لغویات سے دور۔ بے ہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔

انصاف کے معاملے میں قریب وبعید آنحضرت ﷺ کے نزدیک برابر ہوتا تھا۔ مساکین سے محبت فرمایا کرتے، غربا میں رہ

کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب کرتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے۔ کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے۔ جب تک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کمال محبت فرمایا کرتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے۔ اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے۔ اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔ ⑴ دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے۔ ⑵

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ⑶

آنحضرت ﷺ مویشی کو چارا خود ڈال دیتے۔ اونٹ کو باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دھو لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے۔ خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے۔ بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے۔ خود اسے اٹھا لاتے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ خورد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے۔ جو کوئی ساتھ ہو لیتا، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلا کرتے۔ غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لیے کہتا، قبول فرما لیتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے برغبت کھاتے۔ رات کے کھانے میں سے صبح کے لیے اور صبح کے کھانے میں سے شام کے لیے اٹھا نہ رکھتے۔ نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے مگر ہنستے نہ تھے۔

- اندوہ گیں تھے مگر ترش رو نہ تھے۔
- متواضع، جس میں دنائت نہ تھی۔
- باہیبت جس میں درشتی نہ تھی۔
- سخی تھے مگر اسراف نہ تھا۔

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے، کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے، سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔ ⑷

حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ⑸

جو کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے سامنے یک بارگی آ جاتا، وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا۔ ⑹

کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے دس (10) سال تک خدمت کی۔ اس عرصہ میں انھیں کبھی اف (ہونہہ) تک نہ کہا۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی۔ نہ کسی پر لعنت کیا کرتے۔ دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے۔ خلق الٰہی پر نہایت رحمت فرماتے، ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہنچا۔ کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستی پر نہایت توجہ فرماتے۔ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے۔ ⑺

صحیح بخاری میں ہے۔

آنحضرت ﷺ مطیع کو بشارت پہنچاتے۔ عاصی کو ڈر سناتے، بے خبروں کو پناہ دیتے۔ اللہ کے بندہ و رسول ﷺ جملہ کاروبار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے۔ نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے۔ بدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے۔ معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے۔ گنہگار کو بخش دیتے۔ ان کا کام کجی ہائے مذاہب کو درست کر دینا ہے۔ ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان دیتی، غافل دلوں کے

⑴ خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو (Sade) ⑵ الشفاء، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ص:312۔ ⑶ ممتاز اور متبحر عالم، اسرار و معارف کو جاننے والے، بلند پایہ فلسفی اور متعدد لازوال کتابوں کے مصنف و مؤلف تھے۔ ان کی تحریر جادوئی اثر اور ان کی بات دل و دماغ پر نشتر کی طرح اثر انداز ہوتی تھی۔ ان کی تصانیف حسن عمل اور اخلاق عالیہ کی دعوت دیتی ہیں "احیاء العلوم الدین" اور "کیمیائے سعادت" جیسی عظیم کتب ان کے عظیم تصنیفی شاہپارے ہیں۔ (450-505ھ)

⑷ کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ⑸ عظیم محدث، فقیہ اور نابغہ روزگار عالم تھے۔ معارف شریعت اور اسرار و احکام دین کی حقیقت کے متعلق معرکۃ الآراء کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" اور دیگر متعدد کتب تصنیف کیں۔ قرآن کریم کا سب سے پہلے فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت آپ ہی کو حاصل ہے۔ ساری زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد میں بسر کی۔ (1703-1762ء) ⑹ یہ فقرہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کلام کا ترجمہ ہے فرماتے ہیں۔ مَنْ رَآہُ بَدِیهَةً هَابَهُ وَ مَنْ خَالَطَهُ مَحَبَّةً عَشِقَهُ۔ (ترمذی 3638) ⑺ حجۃ اللہ البالغۃ ص:385۔

پردے اٹھا دیتی ہے۔ آنحضرت ﷺ ہر ایک خوبی سے آراستہ جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف۔ سکینہ ان کا لباس، نکوئی (نیکی) ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت ہے، ان کی شریعت سراپا راستی، ان کا ملت اسلام، ہدایت ان کی راہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے، گمناموں کو رفعت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کر دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگدستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔ [1]

سکوت اور کلام

نبی کریم ﷺ اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے۔ آنحضرت ﷺ نہایت شریں کلام اور کمال فصیح تھے۔ کلام میں آورد (تلخی) ذرا نہ تھی۔ گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کا یہ وصف ایسا مسلمہ تھا کہ مخالف بھی اس کی شہادت دیتے تھے اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے۔

سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا جس میں لفظاً معناً کوئی خلل نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا کرتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کو شمار کر سکتا تھا۔ [2]

ہنسنا رونا

نبی ﷺ کبھی کھل کھلا کر ہنسنا پسند نہ کرتے تھے۔ تبسم ہی آپ کا ہنسنا تھا۔

نماز تہجد میں بسا اوقات آنحضرت ﷺ رو پڑا کرتے۔ کبھی کسی مخلص کے مرنے پر آب دیدہ ہو جاتے۔

آنحضرت ﷺ کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے میں گذر گئے تھے۔ جب انھیں قبر میں رکھا گیا تو حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا:

تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَ يَحْزَنُ الْقَلْبُ وَ لَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا عَلَيْكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ [3]

''آنکھوں میں نم ہے۔ دل میں غم ہے۔ پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے۔ ابراہیم! ہم کو

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب کا 42 باب آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ اس باب کے مندرجہ ذیل درس قارئین اس جگہ ملاحظہ کریں۔ دیکھو میرا بندہ جسے سنبھالتا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔ (2) وہ نہ چلائے گا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔ (3) وہ ملے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے۔ (4) اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا۔ جب تک راستی کو زمین میں قائم نہ کرے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں۔ (5) خداوند جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انھیں تانتا زمین کو اور انھیں جو اس سے نکلتے ہیں پھیلاتا اور ان لوگوں کو جو اس پر ہیں سانس دیتا اور ان کو جو اس پر چلتے ہیں روح بخشتا۔ یوں فرماتا ہے۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کے لیے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا (7)۔ کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے گا اور بندہ ہوؤں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑا دے۔ تمام باب ملاحظہ طلب ہے۔ پادری ان الفاظ کو مسیح علیہ السلام کے لیے کہتے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ تو اس کے حق میں ہیں جسے خدا کہتا ہے۔ ''میرا بندہ'' اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں کہ مسیح علیہ السلام خدا کا بندہ تھا۔ مع ہذا درس 11 میں بیابان عرب کا ذکر ہے اور قیدار کا نام موجود ہے۔ جو ہمارے نبی ﷺ کے دادا کا نام ہے۔ نیز سلع کا ذکر ہے جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے۔ درس 13 میں اس موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ درس 17 میں ذکر ہے کہ بت پرستوں کو اس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کعب احبار اس مقام کو خاص آنحضرت ﷺ کے لیے ہی بتلایا کرتے تھے۔

[2] زاد المعاد جلد اول ص:47

[3] بخاری:1303، مسلم:6025، ابوداؤد:3126

تیری وجہ سے رنج ہوا۔“

ایک دفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (دختر زینب رضی اللہ عنہا) کو گود میں اٹھایا۔ اس وقت حضور ﷺ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) یہ کیا؟ فرمایا: یہ وہ رحم دلی ہے جو اللہ بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے اور اللہ بھی اپنے انھیں بندوں پر رحم کرے گا جو رحم دل ہیں۔ (1)

ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء: 41]

”تب کیسی ہوگی۔ جب ہر ایک امت پر اللہ ایک ایک گواہ کھڑا کرے گا اور آپ کو ہم سب امتوں پر شہادت کے لیے کھڑا کریں گے۔“

فرمایا بس ٹھہرو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (2)

غذا کے متعلق ہدایت

رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے۔ (3) کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے۔ (4)

تقلیل غذا کی رغبت دلایا کرتے۔ فرمایا کرتے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے، ایک تہائی حصہ خود معدہ کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔ (5)

پھلوں، ترکاریوں کا استعمال ان کی مصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے۔ (6)

مرض اور مریض

متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے اور تندرستوں کو اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے۔ (7)

بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا ارشاد فرماتے (8) اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے۔ (9)

طبیب نادان

نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے اور اسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے۔ (10)

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے منع فرماتے۔ ارشاد فرماتے۔ اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی۔ (11)

---

(1) بخاری: 1303 (2) بخاری: 4582 (3) ترمذی: 1857، ابن ماجہ: 3355، یہ روایت ضعیف ہے، زاد المعاد: 223/4 (4) زاد المعاد: 223/4

(5) ترمذی: 1381، ابن ماجہ: 3349، احمد: 132/4، اسنادہ صحیح۔ زاد المعاد: 18/4 (6) زاد المعاد: 219/4

(7) زاد المعاد ص: 50/2، بہ تمسک حدیث صحیح مسلم عن جابر بن عبداللہ و صحیح بخاری تعلیقا من حدیث ابی ہریرۃ و صحیحین عن حدیث ابی ہریرہ۔ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث: 1817 ﴿اخذ بید مجذوم﴾ کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ ابی ہریرہ کی حدیث ﴿لا عدوی ولا طیر﴾ بخاری: 5717، مسلم: 5789 میں ہے۔ مگر خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی بابت شک سا ہو گیا تھا اور انھوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ افادات ابن القیم رحمہ اللہ۔

(8) زاد المعاد: 42/2 (9) زاد المعاد: 116/4 (10) زاد المعاد ص: 47/2۔ (11) ابن حبان: 1397- البیهقی: 5/10

عیادتِ بیماراں

صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو کوئی بیمار ہو جاتا اس کی عیادت فرمایا کرتے۔ عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ (کفارہ) اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فرمایا کرتے۔ مریض سے پوچھ لیتے کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے۔ اگر وہ شئ اس کے لیے مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام کروا دیا کرتے۔ ایک یہودی لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے۔ [1]

علاج

حالت مرض میں دوا کا استعمال خود فرمایا اور لوگوں کو علاج کرنے کا ارشاد فرماتے۔

يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ قَالُوْا مَا هُوَ۔ قَالَ الْهَرَمُ۔ [2]

''اے بندگان اللہ دوا کیا کرو کیوں کہ اللہ نے ہر مرض کی شفاء مقرر کی ہے۔ بجز ایک مرض کے لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا: کھوسٹ (بڑھاپا)۔''

خطبہ خوانی

زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر و ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے۔ جس کا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا۔ قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔

كَانَ يَخْطُبُ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ بِمَا تَقْتَضِيْهِ حَاجَةُ الْمُخَاطِبِيْنَ وَ مَصْلَحَتِهِمْ [3]

''خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں جن کی سردست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔''

ایسے خطبے جمعہ کے دن پر ہی موقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور موقع ہوتا تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرما دیا کرتے تھے۔

خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا، کبھی کمان، ان پر اثنائے تقریر میں ٹیک بھی لگا لیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی۔ نہ اس پر ٹیک لگایا کرتے۔ [4]

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: [5] ''جاہلوں کا قول ہے کہ نبی ﷺ منبر پر تلوار لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزور شمشیر قائم کیا گیا ہے۔،، علامہ کہتے ہیں جاہلوں کا یہ قول غلط ہے۔ (1) تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں۔ (2) خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور مدینہ منورہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا۔ نہ بذریعہ تلوار۔ پھر علامہ موصوف رحمہ اللہ یہ بتلاتے ہیں کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے۔ [6]

---

[1] بخاری: 5656، 5657، زاد المعاد: 117/4 [2] ابن ماجہ: 3436، ابوداؤد: 3855، ترمذی: 2039، ابن حبان: 1395، احمد: 278/4، صحیح ابن حبان والترمذی۔ زاد المعاد: 13/4 [3] زاد المعاد: 5 بحوالہ مسند امام احمد (المتوفی 241ھ) [4] ابوداؤد: 1096، 1145، زاد المعاد: 429/1 [5] ابن قیم، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ عظیم محدث فقیہ اور عظیم المرتبت امام تھے۔ 1292ھ دمشق میں پیدا ہوئے۔ بیس (20) برس تک اُس وقت کے عظیم فقیہ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ رہے۔ شاگردی اور محبت کا یہ اثر ہوا کہ اُستاد ہی کے رنگ میں رنگے گئے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بے شمار تصانیف کی ترتیب و تہذیب اور تبویب کی۔ اپنے زمانہ کے ملحدوں، فلسفیوں، معتزلیوں، جہمیوں اور دیگر فرق باطلہ سے برسرِپیکار اور مصروف جہاد رہے۔ درجنوں کتب تصنیف کیں 1350ھ میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ [6] زاد المعاد: 429/1۔

صدقہ وہدیہ

صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے، البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفۃً بھیجتے۔ انھیں قبول فرمالیتے۔ ان کے لیے خود بھی تحفے ارسال فرماتے۔ مگر مشرکین کے ہدایا (تحائف) لینے سے انکار فرماتے۔

مقوقس متی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی اور جنگ حنین کے دن وہی خچر آنحضرت ﷺ کی سواری میں تھا۔ لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد کیا کہ "ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے۔" [1]

جو قیمتی تحائف آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کرتے اکثر اوقات انھیں آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمادیا کرتے۔

اپنی تعریف (تخییر بین الانبیاء علیہم السلام سے ممانعت)

اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرمایا کرتے اور ارشاد کرتے:

لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْأَنْبِيَآءِ۔ [2]

"نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو۔"

ایک بیاہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گا رہی تھیں۔ انھوں نے یہ بھی گایا کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو کل (غیب) کی بات آج بتادیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ یہ نہ کہو جو پہلے کہتی تھیں وہی کہے جاؤ۔ [3]

اظہار حقیقت یا جوش عقیدہ کی اصلاح

سیدنا ابراہیم فرزند رسول ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ اس روز سورج گرہن ہوا۔ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا یا گیا۔ نبی ﷺ نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ سورج، چاند کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہنایا کرتے۔ [4]

مصلحت عامہ کا لحاظ

جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی تو انھوں نے کچھ تو عمارات ابراہیمی میں سے اندر کی جگہ (حطیم) باہر چھوڑ دی۔ پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا۔ نبی ﷺ نے ایک روز عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيْثٌ عَهْدِهِمْ بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَ بَابٌ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ۔ [5]

"قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں ورنہ میں اس عمارت کو گرادیتا۔ کعبہ میں دو دروازے رکھتا۔ ایک

---

[1] زادالمعاد:161/2 [2] بخاری: 2412، مسلم: 6165، ابوداؤد:4668 [3] بخاری:6247
[4] بخاری:1043، 1060، مسلم:615، ابوداؤد 4668 [5] بخاری 126

آنے کا اور ایک جانے کا۔"

جب منافقین کے شرانگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ انھیں قتل کر دینا چاہیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں۔ (بے خبر لوگ کہیں گے کہ) محمد ﷺ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا۔

بشریت و رسالت

(1) نبی ﷺ ان احکام کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے ان افعال و اقوال سے جو بطور بشریت ثابت ہوتے ہمیشہ نمایاں طور پر علیٰحدہ علیٰحدہ دکھلانے کی سعی فرماتے۔

ایک دفعہ فرمایا: "میں بشر ہوں۔ میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں۔ کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ سچا ہے اور میں اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے۔ اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے۔ [1]

(2) بریرہ رضی اللہ عنہا لونڈی سے آنحضرت ﷺ نے مغیث رضی اللہ عنہ اس کے شوہر کی سفارش کی۔ جس سے وہ بوجہ آزادی (حریت) علیٰحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا: نہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ بولی مجھے مغیث رضی اللہ عنہ کی حاجت نہیں۔ [2]

(3) اہل مدینہ نر کھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے۔ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت ﷺ سے گذارش کی۔ فرمایا۔ "دنیا کے کام تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ جب میں کوئی کام دین کا بتلایا کروں تو اس کی پیروی کیا کرو۔"

بچوں پر شفقت

بچوں کے قریب سے گذر فرماتے تو ان کو خود السلام علیکم کہا کرتے۔ [3] ان کے سر پر ہاتھ رکھتے۔ انھیں گود میں اٹھا لیتے۔

بوڑھوں پر عنایت

فتح مکہ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بوڑھے ضعیف، فاقد البصر باپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کے لیے لائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔"

ارباب فضل کی قدر و منزلت

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے، یہودیان بنی قریظہ نے اپنا حکم اور منصف تسلیم کر کے بلایا تھا۔ وہ مسجد تک پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو اس کے تھے، فرمایا:

(1) قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ [4] (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ ان کو آگے بڑھ کر لے آئے۔

---

[1] بخاری: 2680,2458، مسند احمد: 308/6 [2] بخاری: 5282 [3] بخاری: 6247 [4] بخاری: 3043، 3804، 4121، 6262، مسلم: 4596، ابوداؤد: 5215، ترمذی: 856، کنز العمال: 25483، اذکار: 322، بیہقی: 58/6، مسند احمد: 22/3

(2) حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو ان کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں منبر رکھ دیا جاتا، جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ [1]

خادم کے لیے دعا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دس (10) سال تک مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی ان سے یہ نہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا، یہ کیوں نہ کیا۔ ایک روز ان کے حق میں دعا فرمائی: **اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَ وَلَدَهٗ وَ بَارِكْ لَهٗ مَا اَعْطَيْتَهٗ** الٰہی! اسے مال بھی بہت دے اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے اس میں برکت بھی دے۔" [2]

ادب وتواضع

(1) مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔

(2) جو کوئی مل جاتا اسے سلام پہلے خود کر دیتے۔

(3) مصافحہ کے لیے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے۔

(4) صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریق ہے)

(5) کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔

(6) اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آ بیٹھتا تو نماز کو مختصر کر دیتے اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے۔

(7) اکثر متبسم رہتے۔ [3]

(8) آنحضرت ﷺ کی ایک ناقہ کا نام "عضبا" تھا۔ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا اور عضباء سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گذرا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ لَّا يَرْفَعُ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ۔ [4]

"دنیا میں اللہ کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اونچا اٹھاتا ہے تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔"

(9) ایک شخص آیا، اس نے نبی ﷺ کو یا خیر البریہ (برترین خلق) کہہ کر بلایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ ذاک ابراہیم۔ یہ شان تو ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ [5]

(10) ایک شخص حاضر ہوا۔ نبی ﷺ کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

هَوِّنْ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ لَسْتُ بِمَلِكٍ۔ اِنَّمَا اَنَا ابْنُ امْرَاَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ تَاْكُلُ الْقَدِيْدَ۔ [6]

---

[1] بخاری: 6152,3212,453، مسلم: 6384، 6385، 6386، ابوداؤد: 5013، 5014، نسائی: 715

[2] بخاری: 6378, 6379، مسلم: 6372، ترمذی: 3829، کنز العمال: 36834، بیہقی: 96/3 [3] الشمائل: 226، الشفاء للعیاض

[4] بخاری: 2872 [5] مسلم: 6138، ابوداؤد: 3352,4672 [6] ابن ماجہ: 3312

"کچھ پرواہ نہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

شفقت ورافت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

1. کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آنحضرت ﷺ جیسا نہ تھا۔ خواہ کوئی صحابی بلاتا یا گھر کا کوئی شخص نبی ﷺ اس کے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے۔ [1]
2. عبادت نافلہ چھپ کر ادا فرمایا کرتے تا کہ امت پر اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔
3. جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے۔ [2]
4. اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا کہ جس کسی شخص کو میں گالی دوں یا لعنت کروں وہ گالی اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنادی جائے۔ [3]
5. فرمایا: ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں۔ [4]
6. وعظ ونصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے تا کہ لوگ اکتا نہ جائیں۔ [5]
7. ایک بار سورج گرہن ہوا۔ نماز کسوف میں نبی ﷺ روتے تھے اور دعا میں فرماتے تھے۔

رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَ اَنَا فِیْهِمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ وَ نَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ ۔ [6]

"اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بہر دو صورت) عذاب نہ دیا جائے (1) جب تک میں ان کے درمیان موجود ہوں (2) جب تک یہ استغفار کرتے رہیں۔ اب اے اللہ میں موجود ہوں اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔"

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَاسْتَجِيْبُ لَهَا فَجَعَلْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ [7]

"ہر ایک نبی کے لیے ایک ایک دعا تھی۔ وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت روز قیامت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔"

عدل ورحم

اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے۔

1. فاطمہ نامی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت ﷺ کو بہت پیارے تھے، سفارش کرائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو؟ سنو۔! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی ایسا کرتی تو بھی میں حد جاری کرتا۔" [8]

---

[1] الشفاء فی حقوق المصطفی، قاضی عیاض ص: 53 [2] بخاری: 3530، ابوداؤد: 4775، مسلم: 2367 [3] بخاری: 6361، مسلم: 2007 تا 2009، مسند احمد: 390/2، مناقب الصفاء: 235 [4] الشفاء ص: 55 [5] بخاری: 68، 70، 4611، مسلم: 7127، 7129، ترمذی 2855، مسند احمد: 377/1

[6] ابوداؤد: 1194، موارد الظمآن للہیثمی: 595، بیہقی: 2/252، الشمائل: 166، ارواء الغلیل: 124/2، زاد المعاد ص: 49/1

[7] بخاری: 6304 [8] بخاری: 2648

(2) سواد بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے سامنے رنگین کپڑا پہن کر گئے۔ آنحضرت ﷺ نے حط حط فرمایا اور چھڑی سے ان کے شکم میں ٹھوکا بھی دیا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں تو قصاص لوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے سامنے کر دیا۔ (1)

رحم براعداء (دشمنوں پر مہربانی)

(1) مکہ میں سخت قحط پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان بن حرب (ان دنوں دشمن غالی تھا) نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا: محمد ﷺ! آپ تو لوگوں پر صلہ رحم (حسن سلوک با قرابت داران) کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھیے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دعا کیجیے۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی اور خوب بارش ہوئی۔ (2)

(2) ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا اس لیے کہ اہل مکہ آنحضرت ﷺ کے دشمن ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ (3)

(3) حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت ﷺ مسلمانوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے۔ ستر اسی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اترے تا کہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار ہو گئے اور نبی ﷺ نے ان کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد کر دیا۔ (4)

جود و کرم

(1) سائل کو کبھی رد نہ فرماتے۔ زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے۔ اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا تو سائل سے عذر کرتے۔ گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

(2) ایک شخص نے آ کر سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو، میں پھر اسے اتار دوں گا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔ نبی ﷺ چپ ہو گئے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا۔ یارسول اللہ ﷺ خوب دیجیے، رب العرش مالک ہے۔ تنگ دستی کا کیا ڈر ہے۔ نبی ﷺ ہنس پڑے۔ چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار آشکار ہو گئے۔ فرمایا: ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے۔ (5)

(3) ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا۔ (6) قرض خواہ تقاضا کے لیے آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اسے ایک وسق غلہ دے دو۔ آدھا تو قرض کا ہے اور آدھا ہماری طرف سے جود و سخا کا ہے۔ (7)

(4) فرمایا کرتے، اگر کوئی شخص مقروض مرجائے اور مال باقی نہ چھوڑے تو ہم اسے ادا کریں گے۔ اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ حق وارثوں کا ہے۔ (8)

---

(1) شفاء قاضی عیاض ص: 311 (2) بخاری: 1007، 1020 (3) اسد الغابہ: 278/1 (4) مسلم: 4679، ابوداؤد: 2688، ترمذی: 3246، احمد: 290,124/3 (5) الشفاء ص: 50 الشمائل: 354 (6) ماپنے کا ایک پیمانہ جو ساٹھ (60) صاع کے برابر ہوتا ہے۔ جس کا مجموعی وزن تین (3) من پندرہ (15) سیر (یعنی 126 کلوگرام ہے) (7) الشفاء ص: 51 (8) بخاری: 2298,2398۔

شرم وحیا

1. ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر نبی ﷺ میں حیا تھی۔ [1] جب کوئی ایسی بات حضور ﷺ کے سامنے کی جاتی جس سے حضور ﷺ کو کراہت ہوتی تو چہرہ مبارک سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا۔
2. عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی ﷺ کو پسند نہ آتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اس حرکت وفعل کی نہی فرما دیتے۔ [2]
3. عادات ومعاملات میں اپنی جان پر تکلیف اٹھا لیتے مگر دوسرے شخص کو از راہ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے۔
4. جب کوئی عذر خواہ سامنے آ کر معافی کا طالب ہوتا، تو آنحضرت ﷺ شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے۔
5. عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو برہنہ کبھی نہیں دیکھا۔ [3]

صبر وحلم

1. زید بن سعنہ ایک یہودی تھا۔ نبی ﷺ نے اس کا قرض دینا تھا۔ وہ ایک روز آیا۔ آتے ہی چادر آپ کے شانہ سے اتار لی۔ جسم کے کپڑے پکڑ لیے اور ترانے لگا کہ عبدالمطلب والے بڑے نادہند ہوتے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے سختی سے جھڑک دیا۔ نبی ﷺ ہنس پڑے۔ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ تمھیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور، اس کے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے۔ مجھے حسن ادائیگی کے لیے کہتے اور اسے حسن تقاضا سکھلاتے۔ پھر زید کی جانب حضور ﷺ مخاطب ہوئے، فرمایا: ”ابھی تو وعدہ میں تین (3) دن باقی ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس کا قرض ادا کر دو۔ بیس (20) صاع [4] زیادہ بھی دینا کیوں کہ تم نے اسے دھمکایا اور ڈرایا بھی تھا۔“ [5]
2. ایک اعرابی آیا اس نے زور سے آنحضرت ﷺ کی چادر کو جو موٹے کنارے کی تھی جھٹکا دیا۔ وہ کنارہ آنحضرت ﷺ کی گردن میں گڑ گیا اور نشان پڑ گیا۔ اعرابی نے اب زبان سے یہ کہا: محمد ﷺ یہ اللہ کا مال جو تمھارے پاس ہے جو نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے، اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلاؤ۔
نبی ﷺ نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا: مال بے شک اللہ کا ہے اور میں اس کا غلام ہوں۔ بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر کھجور اسے دی جائیں۔ [6]
3. طائف میں آنحضرت ﷺ وعظ اور تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے حضور ﷺ پر کیچڑ پھینکا۔ آوازے لگائے، اتنے پتھر مارے کہ حضور لہو سے تر بہ تر اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر بھی یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ کیوں کہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ انکی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔

عفو ورحم

1. عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہ لیا۔ [7]

---

[1] بخاری: 6102، 3562، ابن ماجہ 4180 [2] الشفاء ص: 52، ابوداؤد 4788 [3] ترمذی فی الشمائل 358، والشفاء ص: 52 [4] ناپنے کا ایک حجازی پیمانہ جس کا صحیح اور محقق وزن دو (2) سیر چار (4) چھٹانک ہے۔ (یعنی 2 کلو 100 گرام) [5] دلائل النبوۃ لابی نعیم ص: 91، مجمع الزوائد ہیثمی: 8 / 232، دلائل النبوۃ بیہقی: 6 / 278، مناہل الصفا للسیوطی: 178، الشفاء، عیاض ص 84، اس کے بعد زید مسلمان ہو گیا۔ [6] نسائی 4780، شفاء ص 48
[7] بخاری: 3530، مسلم 2367، ابوداؤد 4785

(2) جنگ احد میں کافروں نے نبی ﷺ کے دانت توڑے، سر پھوڑا۔ حضور ﷺ ایک غار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ان پر بددعا فرمایئے نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا۔ اللہ نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما۔ وہ (مجھے) نہیں جانتے۔" (1)

(3) ایک درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ سو گئے۔ تلوار شاخ سے آویزاں کر دی۔ غورث بن الحراث آیا۔ تلوار نکال کر نبی ﷺ کو گستاخانہ جگایا۔ بولا، اب تم کو کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے تلوار اٹھالی۔ فرمایا: اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ حیران ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔ (2)

(4) ہبار نے آنحضرت ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے نیچے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا تھا اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ہبار نے عفو کی التجا کی اور اسے معاف فرمایا۔ (3)

(5) فرمایا: "زمانہ جاہلیت سے لے کر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ وجدل چلا آتا ہے، میں سب کو معدوم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعویٰ اور اپنے چچا کی رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں۔" (4)

صدق وامانت

(1) جانی دشمن بھی نبی ﷺ کے ان اوصاف کے قائل تھے۔ صادق وامین بچپن ہی سے آنحضرت ﷺ کا خطاب پڑ گیا تھا۔ ان ہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات کو انفصال کے لیے آنحضرت ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے۔ (5)

(2) ایک روز ابوجہل نے کہا: محمد ﷺ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھہراتا۔ (6)

(3) شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت ﷺ کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا اور حضور ﷺ نے پیارے بھائی علی رضی اللہ عنہ کو اس لیے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

عفت وعصمت

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ایام جاہلیت کی رسموں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا۔ صرف دو (2) دفعہ ارادہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود ہی بچا لیا۔ 10 برس سے کم عمر تھی۔ میں نے اس چرواہے کو جس کے ساتھ بکریاں چراتا تھا کہا، اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں۔ جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں، میں بھی کہانیاں کہوں سنوں۔ اس ارادہ سے میں شہر کو آیا۔ پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف ومزامیر بج رہے تھے۔ اس گھر میں بیاہ تھا۔ میں انھیں دیکھنے لگا۔ نیند نے غلبہ کیا، میں سو گیا۔ جب سورج نکلا تب آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آ گئی اور وقت گذر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ (7)

---

(1) مسلم: 4646,4645، مناہل الصفاء: 186، الشفاء عیاض ص: 47، (2) بخاری: 4135، مسلم: 595، احمد: 311/1
(3) فتح الباری: 88/8، کنز العمال: 33660، اسد الغابہ: 360/5 (4) خطبہ نبوی بروز فتح ابوداود: 1905، ابن ماجہ: 3074، احمد: 73/5
(5) الشفاء: 177,176/1 (6) ترمذی: 3064، حاکم: 315/2، الشفاء: 177/1 (7) الشفاء: 180/1

عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے زید بن عمرو بن نفیل نے نبی ﷺ کی دعوت کی، دستر خوان پر گوشت بھی آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اِنِّیْ لَا اٰکُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰی اَنْصَابِکُمْ وَلَا اٰکُلُ اِلَّا مَا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ ''میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو۔ میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔'' [1]

زہد

[1] آنحضرت ﷺ کی دعا یہ تھی: یَا رَبِّ اَجُوْعُ یَوْمًا وَاَشْبَعُ یَوْمًا۔ فَاَمَّا الْیَوْمَ الَّذِیْ اَجُوْعُ فِیْہِ فَاَتَضَرَّعُ اِلَیْکَ وَاَدْعُوْکَ وَاَمَّا الْیَوْمَ الَّذِیْ اَشْبَعُ فِیْہِ فَاَحْمَدُکَ وَاُثْنِیْ عَلَیْکَ ''الٰہی ایک دن بھوکا رہوں۔ ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں۔ تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔'' [2]

[2] صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضور ﷺ کا کنبہ پانی اور کھجور پر گذران کرتا۔ [3]

[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ نے مدینہ آ کر تین (3) دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ [4]

[4] نبی ﷺ نے انتقال فرمایا تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ جو رہن تھی۔ [5]

[5] آنحضرت ﷺ اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پڑوس سے چراغ کے لیے تیل منگوایا تھا۔ [6]

[6] دعا فرمایا کرتے۔ الٰہی! آل محمد ﷺ کو صرف اتنا دے جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔ [7]

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں۔ لاچاری کچھ نہ تھی۔ اور اس زہد سے مقصود نبی ﷺ کا یہ نہ تھا کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں۔ ایسے خیال سے صرف ایک بار نبی ﷺ نے شہد کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ایک بیوی نے شہد کی بو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی ﷺ سے فرما دیا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہیے۔ [8]

صنف ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور ان کی آسائش کا خیال

[1] ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں۔ وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی ﷺ کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں۔ جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں تب:

وَیَجْلِسُ عِنْدَ بَعِیْرِہٖ فَیَضَعُ رُکْبَتَہٗ فَتَضَعُ صَفِیَّۃُ رِجْلَہَا عَلٰی رُکْبَتِہٖ حَتّٰی تَرْکَبَ۔ [9]

آنحضرت ﷺ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آنحضرت ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔

[2] ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا۔ نبی ﷺ اور ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا دونوں گر پڑے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''علیك بالمرأة'' تم پہلے عورت کی خبر لو۔ [10]

[3] ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان جو اونٹوں کی مہار پکڑے جاتا تھا۔ حدی خوانی کرنے لگا۔ حدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا۔ [11]

اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے آلات سے نبی ﷺ نے تشبیہ دی۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کی ضعف خلقت ہے

---

[1] بخاری: 5499 [2] الشفا ص: 62 [3] بخاری: 6455 [4] بخاری: 6454 [5] بخاری: 2916 [6] بخاری: 2916 [7] بخاری: 6460

[8] ﴿یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ﴾ [التحریم: 1] [9] بخاری: 3085، 3086 [10] فتح الباری: 52/8، طبقات ابن سعد: 88/8

[11] بخاری: 3085، 3086

جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام اور آسائش کی مستحق ہیں۔

اسیران جنگ کی خبر گیری

اسیران جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے ان میں سے ایک کا بیان ہے اللہ مسلمانوں پر رحم کرے۔ وہ اپنے اہل وعیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کرتے تھے۔

جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی ﷺ پہلے ان کے لباس کی فکر کیا کرتے۔ ①

مردانہ ورزشیں

مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے۔ رکانہ عرب کا مشہور پہلوان تھا۔ وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑ دیا تھا۔ ②

تیر افگنی (تیر اندازی)

نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے۔ نشانہ بازی کی مشق کے لیے لوگوں کو دو (2) حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا: تیر چلاؤ۔ میں اس پارٹی کی طرف ہوں گا۔ یہ سن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا۔ سبب پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا: جب اس پارٹی میں رسول اللہ ﷺ شامل ہیں تو ہم اس کے مقابلہ میں کیوں کر تیر افگنی (تیزہ بازی) کر سکتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا۔ تیر چلاؤ، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ اِرْمُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ كُلُّكُمْ۔ ③

گھوڑ دوڑ

گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت ﷺ کے حکم سے کرائی جاتی تھی۔ لمبی دوڑ 5 یا 6 میل کی اور ہلکی دوڑ ایک (1) میل کی ہوتی تھی۔ ④

مردم شماری

نبی ﷺ نے فرمایا: اُكْتُبُوْا لِيْ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْاِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ "تمام کلمہ گو اشخاص کے نام میرے ملاحظہ کے لیے قلم بند کیے جائیں۔" اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار (1500) ہوا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا۔ خوشی منائی۔ مسلمان کہتے تھے ہم ڈیڑھ ہزار (1500) ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے۔ ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا اور اسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا۔ ⑤

افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتا نہیں لگتا کہ یہ شمار کس سنہ میں ہوا تھا۔ صحیح بخاری کی دیگر روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی۔ پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد پانچ سو (500) دوسری دفعہ کے شمار میں چھ سو (600) اور سات

---

① بخاری:6149,6161,6211، مسلم:6036 تا 6040 ② بخاری: 3008 ③ بخاری:2899,3373، الشفاء عیاض ص:34 ④ بخاری:2899
⑤ بخاری: 3060، مسلم: 377، ابن ماجہ:4029، احمد:384/5

سو(700) کے درمیان تعداد تھی۔

تعلیمات رسالت ﷺ

آنحضرت ﷺ کی تعلیم پاک، اعتقادات، عادات، معاملات، عبادات، مہلکات، منجیات، احسانیات کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ نبی ﷺ کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔ ان شاء اللہ اس کتاب کے حصہ سوم پر ذرا تفصیل سے تحریر کیا جائے گا۔

اللہ کا حق بندوں پر، بندوں کا حق اللہ پر

حَقُّ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ اَنْ یَّعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَ حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اِذَا فَعَلُوْہُ اَنْ لَّا یُعَذِّبَهُمْ۔ (1)

''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔ بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے حق ادا کریں تب وہ انھیں عذاب نہ دے۔''

رحمت الٰہی کا بیان

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے: اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ۔'' میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' (2)

خدمت والدین

ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں جہاد (دشمنانِ دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ''تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' وہ بولا: ہاں۔ فرمایا: ''ان ہی کی خدمت میں جہاد (حد درجہ کوشش) کرو۔'' (3)

نصرت باہمی

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ۔ (4)

''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے، پھر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔ یعنی مومن اس طرح ملے جلے رہتے ہیں۔''

مسلمان کون ہے؟

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ۔ (5)

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔''

ایمان کا کمال

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (6)

---

(1) بخاری:7373,2856 (2) بخاری:7554,7553 (3) بخاری:5972,3004 (4) بخاری:2646,481 (5) بخاری:11 (6) بخاری:13

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن جاتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

شیرینی بیان

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ۔ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه، اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَ اَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءُ لَا يُحِبُّه اِلَّا لِلّٰهِ۔ وَاَنْ يَّكْرَه، اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَه، اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ۔ [1]

تین باتیں ہیں جس شخص میں یہ ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت چکھ لے گا:

1. اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اسے سب سے بڑھ کر ہو۔
2. کسی بھائی سے للّٰہی محبت رکھتا ہو، کوئی غرض شامل نہ ہو۔
3. کفر میں جا پڑنے کو ایسا برا جانتا ہو، جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

پسندیدہ اعمال

لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَدْوَمُهَا وَ اِنْ قَلَّ ''جو عمل ہمیشہ کیا جائے اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو'' پھر فرمایا: اُكْلُفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ ''عمل (عبادت) اتنا ہی کیا کرو جسے بآسانی کر سکو۔'' [2]

اعمال شاقہ سے ممانعت

1. نبی ﷺ نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اونگھنے لگتی ہے، تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا ''اسے کھول دو۔ عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو کہ نشاط طبع قائم رہے۔'' [3]
2. بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی ﷺ سے عرض کیا گیا ہے کہ وہ تمام شب عبادت کیا کرتی ہے۔ فرمایا ''ایسا نہ کرو، اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔'' [4]
3. عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے پوچھا، میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کے برابر روزہ رکھا کرتے ہو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں۔

فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ، قُمْ وَ نَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ اِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ [5]

''فرمایا اب ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کے لیے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لیے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ دیکھ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔''

---

[1] بخاری:16 [2] بخاری:6464، 1970؛ مسلم:782، ابوداؤد:1368 [3] بخاری:1150؛ مسلم:784، ابوداؤد:1312 [4] ابوداؤد:1368 [5] ابوداؤد:1368

محنت کی تعریف، مانگنے کی برائی

نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لایا کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اسے دے دیا کریں۔'' (1)

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیے

فرمایا قابل رشک دو شخص ہیں:

1. جسے اللہ نے مال دیا اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اسے ملی ہو۔
2. جسے اللہ نے حکمت عطا کی ہو، وہ اس پر خود عمل کرتا ہو اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (2)

بہترین اخلاق کی تعلیم

سَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا فَاِنَّهٗ، لَا یَدْخُلَ اَحَد الْجَنَّةَ عَمَلَهٗ۔ (3)

''راست بازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ لوگوں کو اللہ کی طرف سے بشارت پہنچاؤ۔ عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جا سکتا۔''

اخلاق رذیلہ سے نہی اور اخوت کا حکم

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ (4)

''خبردار! بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا۔ بدگمانی تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ، اوروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو، کسی سے روگردانی نہ کرو، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو (جیسا کہ تم سب اللہ کے بندے ہی ہو۔'')

ہمسایہ اور مہمان کا حق

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ۔ (5)

''جو کوئی شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دیا کرے۔ جو کوئی شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی عزت کیا کرے۔''

کلام اور خاموشی

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ۔ (6)

''جو کوئی شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے لازم ہے کہ بات کہے تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش ہی رہے۔''

---

(1) بخاری:2074,1470 (2) بخاری1409,73 (3) بخاری:6467 (4) بخاری:5143، مسلم:2563، ابوداؤد:4882 (5) بخاری:6018 (6) بخاری:6018

نجات کے لیے رسول ﷺ کی ضمانت

مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ۔ [1]

''اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے اس چیز کی جو اس کے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) ہے، تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔''

صبر و شکر کی تعلیم

إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ۔ [2]

''اگر ایسے شخص پر تمھاری نظر پڑے جو مال اور حسن میں تم سے بڑھ کر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔''

پہلوان کون ہے؟

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ مَنْ يَمْلِكُ عِنْدَ الْغَضَبِ [3]

''شہ زور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے، شہ زور تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔''

منادیانِ اسلام کا فرض

يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا۔ [4]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کے لیے مامور فرمایا تھا۔ روانگی کے وقت انھیں ارشاد فرمایا: ''لوگوں کے لیے آسانی پسند کرنا، انھیں سختی میں نہ ڈالنا۔ خوشخبری اور بشارت انھیں سنانا، دین سے نفرت نہ دلانا اور تم آپس میں مل جل کر رہنا۔''

اثر محبت

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔ [5] ''جسے جس کے ساتھ محبت ہوگی وہ اس کے ساتھ ہوگا۔''

قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم

فُكُّوا الْعَانِيَ وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ۔ [6]

''اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔''

درخت لگانے کا ثواب

اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا، جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا تو لگانے والے کے لیے یہ صدقہ ہوگا۔ [7]

---

[1] بخاری: 6474۔ [2] بخاری: 6390، مسلم 2963 [3] بخاری: 6114، مسلم: 2609، احمد 236/2 [4] بخاری: 7172 [5] بخاری: 6160، 6169، مسلم 6718، ابوداؤد: 5127، ترمذی: 2386، کنز العمال 24684، احمد 322/1 [6] بخاری: 3046

[7] بخاری: 2320، 6012، مسلم: 3968 تا 3974، ترمذی: 1382

حیوانات سے ہمدردی کا حکم

نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص راہ چلتا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ کنوئیں کے اندر اتر کر اس نے پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا: کتے کو بھی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اترا، اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس عمل کو قبول فرما کر اس شخص کو بخش دیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر دریافت کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا حیوانات کے لیے بھی ہم کو اجر ملے گا؟

نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں نم ہے (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملے گا۔ [1]

لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر

مَنْ كَانَ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا وَاَحْسَنَ اِلَيْهَا۔ ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَ تَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ، اَجْرَانِ۔ [2]

''اگر کسی کے پاس لونڈی ہو تو وہ اسے علم سکھائے، اچھے سلوک سے رکھے، پھر آزاد کر دے، پھر اسے بیوی بنالے۔ تب اس شخص کو دو چند اجر ملے گا۔''

لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر

اُصِيْبَ عَبْدُاللهِ وَتَرَكَ جَوَارِیْ صِغَارًا فَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَ تُؤَدِّبُهُنَّ [3]

''عبداللہ مر گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے۔ اس لیے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا کہ وہ انھیں علم و ادب سکھائے۔''

منافق کون ہے؟

چار خصلتیں ہیں جس شخص میں ہوں وہ منافق ہے۔ اگر ان چار (4) میں سے کوئی ایک (1) خصلت اس میں ہے تو نفاق کی ایک علامت اس کے اندر ہے۔

1. بولے تو جھوٹ بولے۔
2. وعدہ کرے تو خلاف کرے۔
3. عہد کرے تو پورا نہ کرے۔
4. جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے۔ [4]

مہاجر کون ہے؟

وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهُ۔ [5]

''اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔''

---

[1] بخاری: 2466,173 [2] بخاری: 2547 [3] بخاری: 2406 (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ'' مراد ہیں۔) [4] بخاری: 3178,245,34
[5] بخاری: 10، مسلم: 40، ابوداؤد: 2481، حمیدی: 595، بیہقی: 187/10، مسند احمد: 163/2

قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟

1. بادشاہ عادل
2. وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو۔
3. وہ شخص جسے تنہائی میں اللہ یاد آتا ہو اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں۔
4. وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔
5. وہ دونوں شخص جن کی محبت للّٰہیت پر ہو۔
6. وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔
7. وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو، اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا؟

یہ ہیں وہ سات (7) شخص جنھیں اللہ قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے لے گا۔ جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا۔ [1]

بادشاہ کی اطاعت کا حکم

1. مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ، مَنْ خَرَجَ مِنْ طَاعَةِ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ [2]

"اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گذرے تو اسے لازم ہے کہ صبر کرے، کیوں کہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلے گا اسے وہ موت نصیب ہوگی جو زمانہ قبل از اسلام کی موت ہوتی تھی۔"

2. اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً اَوْ اُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ۔ [3]

تم لوگ میرے بعد ناخوش گوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھو گے جنھیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ایسی حالت کے لیے حضور ﷺ کا کیا حکم ہے؟ تم فرمایا ان کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کی بابت اللہ سے دعا مانگنا۔

سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا

فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ۔ [4]

"تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمھارے سربرآوردہ لوگ پیش کریں گے۔"

سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے

فَاَخْبَرُوْهُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا۔ [5]

(سربرآوردہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے) آکر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں اور انھوں نے ہم کو اس

---

[1] بخاری: 10، مسلم: 40، ابوداود: 2481، حمیدی: 595، بیہقی: 187/10، مسند احمد: 163/2 [2] بخاری: 660، 6806

[3] بخاری: 7053 [4] بخاری: 7052 [5] بخاری: 7176، 7177

بارہ میں اجازت دے دی ہے۔

غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ إِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا۔ (1)

''اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ (رعایا) شخص کو قتل کرے گا، تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائے گا حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس (40) سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔

زیست کا درجہ قدر زندگانی

لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ اَنْ يَّزْدَادَ خَيْرًا وَ إِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهُ اَنْ يَسْتَعْتِبَ۔ (2)

''کسی شخص (مسلمان) کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ اگر نیک ہے تو اس لیے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے اور اگر بد ہے تو اس لیے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے۔''

صحت اور فراخ دستی کا درجہ

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفِرَاغُ۔ (3)

دو (2) نعمتیں ہیں جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے وہ نعمتیں: (1) تندرستی (2) فراخ دستی ہیں

ادائے قرض کی فضیلت

فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ اَحْسَنَكُمْ قَضَاءً۔ (4)

''ایک شخص کا نبی ﷺ نے اونٹ دینا تھا۔ وہ تقاضا کرنے آیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اسے دے دیا۔ لوگوں سے فرمایا: نیک و برتر شخص وہ ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔

دولت مندی کی تعریف

لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَ لٰكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ۔ (5)

''دولت مندی زر و مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔''

مساوات عامہ

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَّ لَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى۔ (6)

---

(1) بخاری: 6914،3166، ابن ماجہ: 2686، کنز العمال: 10914، ترغیب: 298/3 (2) بخاری: 7235

(3) بخاری: 6412، ترمذی: 2304، ابن ماجہ: 4170، کنز العمال: 6444، احمد: 344/1، بیہقی: 370/3، مستدرک: 306/4

(4) بخاری: 2392 (5) بخاری: 6446، ترمذی: 2373، ابن ماجہ: 4137، احمد: 243/2، حمیدی: 1063

(6) زاد المعاد جلد 185/2، الدر المنثور للسیوطی: 98/6، احمد: 411/5، مجمع الزوائد: 84/8

''عرب کے کسی باشندہ کو عجم کے کسی باشندہ پر اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا ذریعہ تو صرف ''خدا ترسی'' ہے۔''

رحم عامہ

مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔ (1) ''جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔''

وارثوں کے لیے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت

اِنْ تَدَعْ اَنْتَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرًا مِنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ۔ (2)

''یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ کر مرے، بہ نسبت اس کے کہ وہ تہی دست ہو اور لوگوں کے سامنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا رہے۔''

عورت کی مثال اور اس سے گزران کی ہدایت

اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنْ اسْتَمْعَتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ۔ (3)

''عورت کو ایسا سمجھو جیسے پسلی کی ہڈی۔ اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو ٹیڑھے پن میں ہی کام دے گی۔''

عورت کا درجہ گھر میں

اَلْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ۔ (4)

''عورت اپنے شوہر کے گھر میں اور اولاد پر حکمران ہے۔''

ماہر قرآن کا درجہ

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ۔ (5)

''قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ نیکو کار سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔''

اللہ کے نزدیک پسندیدہ کام

كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ (6)

''دو بول ہیں جو رحمٰن کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، میزان اعمال میں بھاری ہیں۔ وہ یہ ہیں: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ''

---

(1) بخاری: 5997 (2) بخاری: 2742 (3) بخاری: 3331,5184، مسند احمد: 279/6 (4) بخاری: 5200,893، مسند احمد: 5/2

(5) بخاری: 4937، مسلم: 1862، ابوداؤد: 1454، ترمذی: 2904 (6) بخاری: 7563، مسلم: 2694، ترمذی: 3467، ابن ماجہ: 3806

قرآن مجید

ہمارے سید و مولیٰ نبی مصطفیٰ ﷺ کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و مشرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے، لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر مختصر سادہ سادہ حالات لکھ رہا ہو تو اسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کر دے۔ گو اسرار و حکم اور خصوصیات قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے کیوں کہ جس سیرت نبویہ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا وہ کتاب از حد نامکمل ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انھوں نے جواب دیا ''کہ قرآن آنحضرت ﷺ کا خلق ہے۔'' [1]

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا لفظ رب العالمین کا کلام ہے لیکن اہل عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس و متعارف نبی ﷺ ہی نے کرایا ہے۔

یہ پاک کلام تیئیس (23) سال کی مدت میں محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ ان ہی الفاظ میں دنیا میں مشتہر و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر سنائے تھے۔

یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ (5) دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔

جب سے اس کا نزول ہوا۔ اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے۔ اس وقت سے لے کر جب اسے اکیلی ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سنا۔ لحظہ بہ لحظہ، روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے۔ کوئی ملک، کوئی موسم، کوئی رسم و رواج، کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے موافق یا ناموافق حالات اس کی ترقی کے لیے روک نہیں بن سکے۔

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے غلط کیے گئے۔ اس کی سچی، صاف تعلیم پر غلط حاشیے چڑھائے گئے، لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا اسی میں اب تک نور گستر ہے اور ایک عالم اس کی روشنی سے منور ہے، لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراۃ و زبور، کیا انجیل اور اس کے خطوط، کیا وید، کیا ژند و پاژند، اس وصف سے عاری ہیں۔ جس زبان میں وہ اتری تھیں۔ آج دنیا پر اس زبان کا اور اس زبان کے بولنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔

قرآن مجید ان سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کیے گئے یا نبی ﷺ پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید اپنے لیے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے جس میں تصویر کے ہر دو رخ دکھا دیے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لیے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اسے علی الاعلان نہیں مانا۔ انھوں نے بھی اپنی کتابوں میں جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں، اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ ﴿ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهِ ﴾ [حم سجدہ:42] میرے فقرے کا مطلب آپ پر واضح ہو جائے گا۔ جب

[1] ادب المفرد للبخاری:308، اخلاق النبوۃ:29، کنز العمال:18378، بیہقی:499/2

آپ یہودیت، عیسائیت، موبدیت، بدھ مت، اور ہندو مت کے سناتن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تا زمانہ حال پر غور فرمائیں گے اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائیں گے کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں۔

اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیض کو مانے جیسا کہ مشہور بانیان برہمو سماج کا حال ہے۔ یا جیسا کہ رومن کیتھولک (RomanCatholic) نے لوتھر (Lother) کو الزام دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں۔ [1]

خواہ کوئی نہ مانے، جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے۔ مگر عملاً انھوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے، لے رہے ہیں اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علی رغم انف) مجبور ہے کہ اس کی تعلیم کو لیتی رہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے قرآن مجید ہی ایک ایسا کلام ہے جو ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ [المائدہ:3] کی بشارت سناتا ہے۔

میں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھ دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا۔ کیوں کہ میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں، جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم ﷺ اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ مسلمان براہ مہربانی دیکھیں کہ قرآن مجید کس نمونہ کے مسلمان تیار کرتا ہے۔

الٰھیات

❑ ذاتِ الٰہی کا عرفان

1. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے شروع ہے جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے۔"

2. ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ [الانعام:103]

"حواس اور عقول اللہ کا ادراک نہیں کر سکتے، لیکن اللہ کو ان سب کا ادراک ہے۔"

3. ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ [الشوریٰ:11]

"کوئی چیز بھی اللہ کی مثال نہیں اور وہ بندوں کی التجاؤں کو سنتا اور ان کے حالات کو دیکھتا ہے۔"

4. ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ [البقرہ257]

"اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے، انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔"

5. ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ [البقرہ255]

"اللہ ہے، اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ اسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا۔ اسی کا ہے جو کچھ بھی آسمان و زمین

---

[1] عیسائی عالم، مترجم بائبل پیدائش 1483 وفات 1546ء

میں ہے۔ایسا کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس شفاعت کر سکے، وہ اللہ لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے۔اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔اسے آسمانوں اور زمین (دونوں کا تھام رکھنا) تھکا نہیں دیتا۔وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے۔''

6 ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾[الانعام:54]

''تمھارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے۔''

7 ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ○اَللّٰهُ الصَّمَدُ○لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ○وَ لَمْ يَكُنْ لَّه، كُفُوًا اَحَدٌ۔﴾ [الاخلاص]

وہ اللہ،ایک یکتا،سب کا سہارا ہے،کوئی اس کا فرزند نہیں،وہ کسی کا فرزند نہیں اور کوئی بھی اس کے برابر کا نہیں۔

□ سچے دین کی تعریف

1 ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ق وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''یہ اللہ کی بنائی ہوئی سرشت ہے۔جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔اللہ کی بناوٹ میں ادل بدل نہیں ہوتی۔یہی سیدھا دین ہے،لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' [الروم: 30]

2 ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ [البقرہ 138]

''اللہ کا رنگ چڑھانا ہے۔ہاں اللہ سے بڑھ کر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے؟''

3 ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ [الشوریٰ:13]

اللہ نے تمھارے لیے دین کا وہ راستہ بتایا ہے جس کا حکم نوح علیہ السلام کو دیا گیا اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی وحی بھیجی اور ابراہیم وموسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو بھی اس کا حکم دیا تھا کہ دین پر سیدھے چلو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

□ بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ [الحج:37]

اللہ کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا خون ہرگز نہیں پہنچتا۔اللہ کے پاس تو تمھاری فرمانبرداری پہنچتی ہے۔

□ شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے

1 ﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَه، عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے۔اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری پوری بھیجے تا کہ تم شکر کیا کرو۔[المائدہ:6]

2 ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾۔ [العنکبوت:45]

''نماز فحش اور بے حیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی فوائد میں بڑھ کر ہے۔''

□ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض

① ﴿ كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرہ :151]

''ہم نے تمھارے پاس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا جو تم ہی میں سے ہے۔ وہ ہماری آیتیں تم کو سناتا (اخلاق رذیلہ سے) تم کو پاک کرتا۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ علوم سکھاتا ہے جنھیں تم نہیں جانتے تھے۔''

② ﴿ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ [الاعراف:157]

''نبی لوگوں کو نیک باتوں کے کرنے کا حکم دیتا اور بری باتوں کے کرنے سے روکتا اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال ٹھہراتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتا ہے اور بوجھ ان سے دور کر دیتا ہے اور طوق ان کے نکال دیتا ہے۔''

□ اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی

① ﴿ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [اعراف :96]

''اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے لیکن وہ تو حکم الٰہی کو جھٹلانے لگے۔ اس لیے ہم نے ان پر ان کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا۔''

② ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ﴾

''اگر وہ لوگ تورات اور انجیل اور اس کی تعلیم جو ان پر نازل کی گئی قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (یعنی زمین اور آسمان کی برکتیں ان کے ساتھ ہوتیں)۔'' [المائدہ:66]

③ ﴿ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ:30]

''جو مصیبت تمھیں پہنچی ہے وہ تمھارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے اور اللہ تو تمھاری بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے''

④ ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدہ:17]

''کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ اللہ نے بندوں کے لیے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ یہ بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔''

سنن الٰہی میں تبدیلی نہیں

① ﴿ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴾ [الفاطر:38]

''سنت الٰہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔''

2 ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا﴾ [الفاطر:35]
''سنت الٰہی میں ہیر پھیر کی گنجائش نہیں۔''

3 ﴿مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ﴾ [الملک:3-4]
''اللہ کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئے گا۔ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ۔ کیا تجھے کوئی شگاف بھی دکھائی دیتا ہے۔ پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ اور بار بار دیکھ، تیری نظر تھک کر نا کام ہو کر لوٹ آئے گی۔''

انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لیے مثمر بنتی ہے

1 ﴿لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ [النجم:39]
''انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے۔''

2 ﴿وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ [الدہر:23]
''تمھاری کوشش خوب کامیاب ہوئی۔''

3 ﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرۃ:141]
''وہ امت گذر چکی ہے جو کچھ اس نے کمایا تھا اسے ملے گا، جو تم کماؤ گے وہ تمھیں ملے گا۔''

صبر اور پرہیز گاری کا درجہ

﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [آل عمران:186]
''اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری رکھو تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے۔''

حکمت و دانش کا درجہ

﴿وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [البقرۃ:269]
''اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا۔ اسے نہایت سعادت مندی حاصل ہوئی۔''

صبر کا ثمرہ

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا﴾ [السجدۃ:24]
''جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہم نے ان میں ایسے مقتدائے قوم تیار کیے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔''

قطع طمع

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ﴾ [طٰہٰ:131]
''کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہم نے دنیاوی آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔''

دنیاوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا

﴿ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ [القصص:77]

''اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آ کر اپنے بہرہ نجات کو فراموش نہ کر۔''

تہلکہ سے بچنا

﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرۃ:195]

''اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو''

افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں

﴿ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ [النحل:105]

''جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔''

قطعی حرام چیزیں

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الاعراف:33]

(اے محمد ﷺ) سنا دیجیے کہ میرے پروردگار نے حرام کر دیا ہے (1) فحش کی سب قسموں کو جو کھلی یا چھپی ہیں۔ (2) اور گناہ کو (3) اور ناحق بغاوت کو (4) اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو، جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں (5) اور اللہ پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے۔''

اللہ کی عبادت الٰہی چشمہ ہے

﴿ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴾ [البقرۃ:138]

''ہم نے اللہ ہی کا رنگ اختیار کیا ہے۔ کیا اللہ سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے۔ اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔''

تحریر و انشا دانی کی تعریف

﴿ وَالْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ ﴾ [القلم:1]

''میں قلم اور اس کے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں۔''

ارباب عقل و دانش کے لیے الٰہی نشانات

﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرۃ:164]

''زمین وآسمان کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے، وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لے کر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں۔ آسمانوں کی طرف سے اللہ کے پانی اتارنے اور مردہ زمین کو اس کے ذریعہ از سرِنو زندگی بخشنے، زمین میں ہر ایک قسم کے جانور پیدا کرکے پراگندہ کردینے مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے اوران بادلوں میں جو آسمان وزمین کے بیچ میں تابع حکم نظر آتے ہیں۔ بے شک عقل مندوں کے لیے اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔''

قسم کھانے کی ممانعت

1. ﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴾ [القلم:10]
''تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان، جو بہت قسمیں کھانے والا ہے۔''

2. ﴿ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ ﴾ [البقرة:224]
''اللہ کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ۔''

3. ﴿ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ ﴾ [المائدة:89] ''قسموں کی نگہداشت کیا کرو۔''

صلح کلی کی دعوت

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾
''ایمان والو! دین اسلام میں (جو مبنی بر امن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ وہ تمھارا کھلا کھلا دشمن ہے۔'' [البقرہ:208]

اصلاح باہمی کا حکم

﴿ وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ﴾ [البقرہ:224]
''لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔''

﴿ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ﴾ [الانفال:1]
''آپس کے منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کرلیا کرو۔''

عفو ودرگذر کی تعلیم

﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور:22]
''لازم ہے کہ معافی دو اور درگزر کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔''

سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے

﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ [الشوریٰ:53]
''ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود ان کی ذات ونفوس میں بھی موجود ہیں۔ ضرور انھیں دکھادیں گے اور بالآخر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔''

سلطنت کے اصول

① حاکمان عدالت کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے

﴿ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا ﴾ [الانبیاء 78-79]

''حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجیے جب کہ وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کر رہے تھے جس میں رات کے وقت ان کی قوم کے گوسپند (بکریاں) چر گئے تھے اور ہم ان کے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے۔ سو اس معاملہ میں ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی۔ دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔''

② نقض امن کی ممانعت

﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ﴾ [الاعراف 56]

''کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔

③ ظلم باعث زوال ہے

﴿ وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ کَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴾ [الانبیاء:11]

''کتنے شہروں کو ہم نے ان کے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا اور ان کی تباہی کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم ان کی بجائے پیدا کر دی۔''

④ نیکوکاری باعث قیام ہے

﴿ وَمَا کَانَ رَبُّکَ لِیُهْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴾ [ھود:117]

''ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو ان کے باشندوں کے نیکوکار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے۔''

⑤ جنگ کے لیے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے

﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّکُمْ ﴾ [الانفال ۶۰]

''جہاں تک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادہ پیکار رکھو، جس میں تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو اللہ کے دشمن اور تمھارے بھی دشمن ہیں۔''

⑥ ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا (مشاورت)

① ﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ﴾ [آل عمران:159]

''حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔''

② ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ﴾ [الشوریٰ:38]

''مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے۔''

③ ﴿يٰأَيُّهَا الْمَلَؤُا أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُونِ﴾ [النمل:32]

''اے سردارو! میری حکومت کے کام میں تم مجھے فتویٰ دو۔ تمھاری موجودگی کے بغیر مجھ کو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا ہے۔''

تعلیم و تعلم

① علم وحکمت کی باتوں کا سننا، ان پر غور کرنا اور بہترین صورت کو اختیار کرنا

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ، أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ [الزمر:18]

''اے محمد ﷺ! میرے ان بندوں کو بشارت سنا دیجیے جو (علم وحکمت کی) گفتار کو سنتے اور اس کی بہترین صورت کو اختیار کر کے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جنھیں اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقل مند ہیں۔''

② غیر اقوام سے علم اخذ کرنا

﴿هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا﴾ [الانعام 148]

''کیا تمھارے پاس کچھ علم ہے، پس اسے ہمارے لیے ظاہر کرو۔''

نظام تبلیغ دین

③ دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران:104]

''تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔''

④ ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [التوبہ:122]

''ہر ایک فرقہ وقوم میں سے ایک گروہ اس غرض کے لیے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کی ہمدردی کے لیے انھیں اللہ کی ناراضگی کی باتوں سے ڈرائیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم بری باتوں سے بچنے لگے گی۔'' [1]

تہذیب اخلاق

1 جنس اناث کی تعریف

﴿ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴾ [الزخرف 18]

''آرائش وزیور کے اندر پلتی ہے اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے۔''

2 میاں بیوی کی تعریف

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [البقرۃ 186] ''بیویاں اپنے شوہروں کے لیے اور شوہر اپنی بیویوں کے لیے لباس ہیں۔''

لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا ہے لباس انسان کے حسن و جمال کو ترقی دیتا۔ لباس کے پہننے والے کی تہذیب وتمیز کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح زن وشوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں۔ جو گرم وسرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں۔ ایک دوسرے کا حسن و جمال باہمی الفت سے ترقی کرے۔ عورت کو دیکھ کر اس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جاسکے۔ ایک دوسرے کے رازدار ہوں۔

﴿ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ﴾ [الروم:21]

''اللہ نے تمھاری جنس سے تمھارے لیے بیویاں بنائیں تاکہ تسکین پکڑو اور میاں بیوی کے درمیان اللہ نے محبت اور پیار ڈال دیا۔''

3 میاں بیوی کے حقوق

1 ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ [النساء:34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں۔''

2 ﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ [البقرۃ 228]

''عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔''

4 کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ [البقرۃ 165]

''مومن اللہ کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں۔''

---

[1] عالم اسلامی کی معروف دانش گاہ مدینہ یونیورسٹی (سعودی عربیہ) کی پرشکوہ عمارت پر بھی یہی آیت مبارکہ بطور موٹو (Mono) کندہ ہے۔

⑤ بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾ [المجادلہ:11]

''اللہ تعالیٰ مومنوں کے اور ان لوگوں کے جنھیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔''

⑥ بر و بحر پر تسلط کرنے، بہترین و پاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴾ [بنی اسرائیل:70]

''ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو بحر و بر میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔''

⑦ انسان کا اشرف ہونا ہی رد شرک کی دلیل ہے

﴿ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الاعراف:140]

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمھارے لیے اور معبود ڈھونڈ لاؤں۔ حالانکہ اس نے تمھیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے۔''

⑧ انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہیے

﴿ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴾

''اے کاش! مجھ سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی مردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا۔ یہ سمجھ کر اسے سخت ندامت ہوئی۔'' [المائدہ:31]

⑨ دیکھنے والے کے لیے ہر چیز میں ایک نشان ہے

﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾ [یوسف:105]

''زمین و آسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں، جن سے وہ یوں ہی منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔''

⑩ سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے

﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ﴾ [الحج:46]

''انھوں نے اطراف عالم میں سیاحت نہ کی جس سے ان کو دل ہائے دانا اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے۔''

⑪ اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے

﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج:46]

''حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں، جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

⑫ حرام چیزیں طیب نہیں، طیب چیزیں حرام نہیں

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ﴾ [البقرۃ:168]

''اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء اللہ نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔''

⑬ حلال طیب چیزوں کا ترک استعمال شیطانی کام ہے

﴿ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ﴾ [البقرۃ:168]

''زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔''

⑭ بصیرت وہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے

﴿ وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴾ [بنی اسرائیل:72]

''جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو گا تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہو گا۔''

⑮ ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک نیک منزل پا سکتے ہیں

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾ [آل عمران:139]

''آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو اور رنجیدہ نہ ہو۔ تم ہی سب سے برتر ہو گے، اگر تم ایماندار ہو''

تمدن

① چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا، لوازم حیات میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓىِٕرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ﴾ [الانعام:38]

''روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اڑنے والا پرندہ نہیں جن کی تمھاری طرح قومیں اور جتھے نہ ہوں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا۔ پھر ان سب کو آخر کار اللہ ہی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔''

② موجودات عالم انسان کے فائدے کے لیے ہیں

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ﴾ [البقرۃ:29]

''اللہ تعالیٰ وہ ذات کبریا ہے، جس نے تمھارے فوائد ومنافع کے لیے روئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔''

③ لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں

① ﴿ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ﴾ [بنی اسرائیل:84]

''ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔''

② ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ﴾ [الحج:18]

''کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت حیوان اور انسان کا بڑا حصہ اللہ کا فرمانبردار (پھر بھی) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھہرا۔''

③ ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [الليل:5-10]

''تو جس نے اللہ کے راستے میں مال دیا اور نیک باتوں کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اس کو اپنی عنایت سے محروم کر کے دشوار راستے پر چلا دیں گے۔''

④ سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لیے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک طبقہ کا اس مناسبت کے بقا و قیام اور دوام انتظام کے لیے ذمہ دار ہونا

﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الانعام:166]

''وہی تو ہے جس اللہ نے تمھیں زمین پر اپنا نائب بنایا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کیے تا کہ جو کچھ اس نے تمھیں بخشا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔''

⑤ مساوات حقوق کا تاکیدی حکم عدل کی تاکید

﴿ وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾ [الرحمن:7-9]

''اور اللہ نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط و تفریط) نہ کرو اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو اور میزان مقرر کردہ میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرو۔''

⑥ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسان کا خیر خواہ ہے

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ [آل عمران:110]

''تم لوگ (اے امت محمد یہ ﷺ) باقی لوگوں کے لیے ایک بہترین قوم صفحۂ ہستی پر لائے گئے ہو۔ (تم سب لوگوں کو) مطابق شرع و فطرت کے حکم دیتے، برائیوں سے منع کرتے اور اللہ (کی ذات و صفات) پر یقین کامل رکھتے ہو۔

⑦ اخوت کی بنیاد

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ [الحجرات:10]

'' ''ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔''

⑧ مال کی تعریف، دولت قیامِ قومی کا سبب ہے

﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ﴾ [النساء:5]

''اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمھارے لیے قوام زندگی بنائے ہیں۔ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو۔''

⑨ فقر و تنگدستی کی برائی

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

''شیطان تمھیں تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور (اس بنا پر) تمھیں بخل و امساک کا حکم دیتا ہے (برخلاف اس کے) اللہ تمھیں اپنے فضل و بخشش کی امید دلاتا ہے۔ اور اللہ بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے۔'' [البقرۃ:268]

⑩ اسراف کی برائی، بخل کا نہ ہونا بڑی بہبودی ہے

﴿ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التغابن:16]

''جن کو جبلی بخل اور لالچ سے اللہ نے محفوظ رکھا۔ وہی (آخرت میں) کامیاب ہوں گے۔''

⑪ میانہ روی، رحمٰن کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾ [الفرقان:67]

''مہربان رب کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی کرکے) بیچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں۔''

⑫ بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے

﴿ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ ﴾ [البقرۃ:163]

''اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لے کر دریا اور سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں۔''

⑬ اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لیے ہیں

﴿ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ
وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى
بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا
فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا

عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيْلٍ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌO وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [الشوریٰ36-43]

''بہتر اور باقی رہنے والا اجر ان لوگوں کے لیے ہے۔ ﴿1﴾ جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں ﴿2﴾ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں، بے حیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں ﴿3﴾ اور جب انھیں غصہ آتا ہے تو درگزر کیا کرتے ہیں ﴿4﴾ اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں۔ ﴿5﴾ اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں ﴿6﴾ اور جن کا کام باہمی شوریٰ پر ہے ﴿7﴾ اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ﴿8﴾ اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے ﴿9﴾ ہاں جو (دوسرے کی زیادتی) معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کے اوپر ہے۔ اللہ تو ظلم کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ ﴿10﴾ (تاہم) جو کوئی (دوسرے سے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے اس پر کچھ الزام نہیں ﴿11﴾ الزام تو ان لوگوں پر جو نسل انسان پر ظلم کرتے اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿12﴾ جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا اسے معاف کر دیتا ہے تو یہ بات بڑی بلند ہمت کی ہے۔''

تمت

سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

قصیدہ در نعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دلم زینہ ربودآں جمال نورانی　　که حسن را بہ تماشائی اوست حیرانی
جمال معنی و زین کمال و حسن جلال　　مطاع خلق و ضیائی جہاں ظلمانی
محمدؐ اسم و حبیب الله وخواجہؐ کل　　نوید رحمت وپیان عفو یزدانی
گزید فقر کہ فرمان روائے ملک ابد　　بمشت خاک ندارد ہوائے سلطانی
نبوت ست یکے قصہ آسمان پایہ　　کہ ہم متمم او آمدی و وہم بانی
عرب بچاہ جہالت فتادہ بودبسر　　بسرگرفت ز تو افسرہمہ دانی
نمیرد آنکہ زجام ولای تو نوشد　　کجاست مائل ظلمات شاہ یونانی
بہ نزل عام تو مہماں نشستہ صد عالم　　عجب ترآں کہ بعالم نزیل و مہمانی
درنجات کشودی بروئے احمر و اسود　　گہے کہ بست برایشاں یہود و نصرانی
حدیث پاک توآں جامع الکلم کہ ازو　　رسد بقوز چہ یونانی وچہ سوڈانی
جہاں شنیدز فم توآں کلام خدا　　کہ دادہ بود خبرز و کلیم عمرانی
بداں جناب کہ جبریل را نہ پروپر　　تراست رفتن و از شوق حلقہ جنبانی
دلت گواہ بصدق نظارہ چشمت　　نگاہ پاک تو بینائے صنع رحمانی
توئی کہ از تو تمدن رواں تازہ گرفت　　توئی کہ کندہ ز عالم بنای رہبانی
توئی کہ نام نہی خمر را مخمر عقل　　توئی کہ ام خبائث شراب را خوانی
توئی کہ صدق ہمہ راستاں پدید کنی　　توئی کہ عظمت چشیاں درخشانی
ز تو مبرہن و روشن تقوم مرداں　　ز تو معین و محکم حقوق نسوانی
فتوت تو امت را دہدقنات لقب　　ز شوکت تومولی کنند سلطانی
تو عذر خواہ شوی بہرقوم از رحمٰن　　زسنگ چوں شکند قوم دردندانی
تو قاتلان عم و دخت رانمائی عفو　　بپاس خاطر ایمانی و مسلمانی
بپے ہلاک جفاپیشگاں رضاندہی　　کہ نسل شاں مگر آیدبدیں دیانی
زعدل ورحم تو صد بہرہ یافتنداعدا　　بحرب ہا کہ نمودند جمع خذلانی
دو شاہد اند مرا خیبر و حنین کہ تو　　دہی بجود ہر آں چہ بفتح بستانی
بزور کوشش افواج ہیچ حاجت نیست　　ترا کہ فتح مبین شد بلاغ قرآنی
خدا یکے و پیامش بسوئے خلق یکے　　تو خلق رابسوئے آں پیام می خوانی

تو باب مسلم کشائی بروئے دشمن و دوست
تو دوستی بدل دشمناں بپالائی

یتیمی تو تسلی ست مریتامیٔ را
کہ بہ زمہر پدر ہست عون ربّانی

تو عبد خواندہ شدی و رموز داں دانست
کہ برترست عبودیت از سلیمانی

تو آفتابی و از حمد سربرآوردہ
تو ماہ و بر ملک مجد نورافشانی

فزوں تر از تو کسے را نہ حمد گفت جہاں
نہ برتر از تو کسے گفت حمد ربانی

ترا محمد و احمد ﷺ زمین خواند وزماں
حمید باشد و محمود ذات سبحانی

بما رؤف ورحیمی، خدا رؤف و رحیم
دگرچہ سود کہ گویم سخن بنا دانی

تو رحمتی و جہاں آفرین یارحمان
ہزار شکر رسیدم بہ گنج پنہانی

سخن زواجب و ممکن نہ از ادب باشد
طفیل تست ہمہ کار گارہ امکانی

ز استعارہ و تشبیہ بس بلند ستی
بہ بے مثالی خود ہم بخویش میہمانی

چہ خوش بشان تو صدیق گفت و گوہر سفت
کہ کرو روئے تو بردعوئی تو برہانی

مبلغان تو داند ایں پیام بہ خلق
کہ نصح خلق بود لازم مسلمانی

مبشران تو داندایں نوید بما
کہ کار دیں ہمہ تبشیر ہست و آسانی

طفیل است کے بعد از ہزار قرن مدید
بگوش عالمیان شد نوید ارزانی

کہ دین یافت کمال و تمام شد نعمت
گزید نوع بشر را رضائے ویانی

صلوٰۃ برتو خدائے و فرشتگاں خوانند
کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی

گزارشت الٰہی مرا بدر گاہست
امید ہست کہ از لطف رو نہ گردانی

دمے کہ روح مجرد شود ز پیکر خاک
دمے کہ مرگ نماید بدرد درمانی

دراں مغاک کہ تنگ ست و تارچوں دل من
جمال او بنمائی چو صبح نورانی

بہار تازہ بچشم فرشتگاں بخشی
مراز تنگی گورو سوال برہانی

سمی فارس صد قم عطا بہ فرمائی
یک از ہزار بمن نیز صدق سلمانی

احقر راجی شفاعت وغفران قاضی محمد سلیمان سلمانؔ
ولد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم مغفور
منصور پوری علاقہ۔ ریاست پٹیالہ

رحمۃ للعالمین

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين

MARKAZ
Al-Hrmain-ul-Islami
GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777